ایک تاریخ... ایک سبق

جہادِ الجزائر



الجزائر میں بیسویں صدی کی آخری دہائی کی جہادی تحریک اور اس میں در آنے والے فساد کا تذکرہ
فساد کے اسباب کا گہرا مطالعہ اور تجزیہ، مجاہدین اور مسلمانانِ امت کے لیے رہنمائی

مولانا ڈاکٹر عبید الرحمن المرابط

ادارۂ حطّین

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

جہادِ الجزائر

ایک تاریخ... ایک سبق

الجزائر میں بیسویں صدی کی آخری دہائی کی جہادی تحریک اور اس میں در آنے والے فساد کا تذکرہ،
فساد کے اسباب کا گہرا مطالعہ اور تجزیہ،
مجاہدین اور مسلمانانِ امت کے لیے رہنمائی

ترتیب: مولانا عبید الرحمن المرابط

ادارۂ حطّین

فہرست

مشائخِ جہاد کے چند اقوال

شیخ عاصم ابو حیان حفظہ اللہ

"اسلامی معاشروں میں ایک دوسرے کے زمینی تجارب سے لاعلمی ایک بڑا مسئلہ ہے۔ امت کے کتنے نوجوانوں نے جوش میں اپنا وقت ضائع کیا اور اپنی عمریں ناکام تجربوں کو دہرانے میں صرف کر دیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

لا حليم إلا ذو عثرة، ولا حكيم إلا ذو تجربة. "بردبار وہی بنتا ہے جس نے ٹھوکریں کھائی ہوں۔ اور دانائی اسے حاصل ہوتی ہے جس کا تجربہ ہو"۔

الجزائر کے جہاد پر تین طرف سے حملے ہوئے؛ چالاک کافر، 'ارجاء' میں ڈوبے ہوئے درباری علماء اور مجاہدین میں خوارج اور اہلِ غلو۔ قریب تھا کہ جہاد کا قلع قمع ہو جاتا لیکن اللہ نے اپنے فضل سے سچے گروہ کو ثابت قدم رکھا۔ اب بھی خوارج اور مرجئین جہاد کو پہنچنے والی ہر مصیبت کا سبب ہیں"۔

"میرے خیال میں الجزائر کے جہاد کا اصل مسئلہ، ایسے عوام کا بے تحاشا جوش ہے، جن کے اکثر افراد ان پڑھ اور شریعت سے ناواقف ہوں۔ زمینی حقائق اور فقہ الواقع سمجھے بغیر اور متشابہات میں فرق کیے بغیر، محض دینی کتب کو یاد کرنے سے کامیابی نہیں آتی۔ اسی لیے مجاہدین کی بڑی تعداد خارجی فکر سے متاثر ہوئی اور حق و باطل کے درمیان تمیز نہ کر سکی۔ چنانچہ یہی بات میں نے جیا سے توبہ کر کے ہمارے ساتھ مل جانے والوں سے سنی ہے"۔

شیخ عطیۃ اللہ رحمۃ اللہ علیہ

"مغربی افریقہ میں جہادی تاریخ پوری امت اور اس کے ایمان اور نظریات کی حقیقی عکاس ہے"۔

"یہ 90ء کی دہائی کا سب سے بھرپور اور پر امید جہادی تجربہ تھا۔ کیونکہ وہاں کامیابی کے وہ عناصر جمع ہوئے جو کہیں اور نہ تھے۔ وسیع عوامی حمایت، جہاد اور انقلاب شروع کرنے کے لیے مناسب وجوہات جسے عوام کے تمام طبقے سمجھے تھے، جبہہ انقاذ کی اجتماعی اور دعوتی تحریک، انتخابات کو کالعدم قرار دینا، الجزائری حکومت کی کمزوری اور بے اتفاقی، فوج اور امن قائم کرنے والے اداروں کی کمزوری، الجزائر کا جغرافیہ (پہاڑ، جنگلات اور دیہات)، جہادِ افغانستان کا حال ہی میں ختم ہونا، اسلامی بیداری کی لہریں"۔

"ہم نے جب سے الجزائر میں جیا کے فساد اور سخت ترین گمراہی کو دیکھ لیا ہے، اب اس کے بعد... اللہ کے فضل سے... ہم پر اس سے زیادہ سخت اور مشکل آزمائش کا خاص ڈر نہیں ہے"۔

"نوجوانوں کو چاہیے کہ خود حقیقت معلوم کریں اور اطمینان حاصل کریں۔ یہ ہر ایک کا حق ہے اور فضیلت کی بات ہے۔ لیکن ہر حقدار کو اس کا حق دیں۔ اور شرعی فرض ادا کرنے کے لیے وسوسوں اور مخالفین کی باتوں میں کبھی نہ آئیں۔

کئی لوگ جہالت اور دین سے لاعلمی کے سبب ایسی تمام جہادی جماعتوں کا ساتھ دینے سے رک گئے، جو کفار اور مرتدین کے خلاف لڑتی ہوں، یہ عذر پیش کرتے ہوئے کہ جیسی یہ جماعت تھی، ویسی ہی دوسری ہوں گی۔ حالانکہ ہر مسلمان پر واجب ہے کہ وہ حق کو حق جانے اور اپنے اوپر عائد فرضِ جہاد کو پہچانے، اس پر عمل کرے، پھر صبر کرے اور اللہ سے اجر کی امید رکھے۔ ہر مؤمن یہ جان لے کہ اسے ابتلاء اور امتحان کی خاطر ہی پیدا کیا گیا ہے۔ وہ فقیر اور حقیر غلام کی طرح ہے۔ کل موت نے آنا ہے اور اس کے سامنے کام کے مواقع ختم ہو جانے ہیں۔ پس وہ کوشش کرے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے گروہ اور اس کے اولیاء کی صف میں ہو۔

﴿يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ﴾[التوبة:۱۱۹] اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔")

حرفِ آغاز
فالسَّعيد مَن وُعِظ بغيره

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيد الأنبياء المرسلين وعلى آله وصحبه وأمته وعلينا أجمعين، وبعد

وَيُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ[1]

دنیا کی نعمتوں میں سے سب سے بڑی نعمت دینِ اسلام اور اللہ پر ایمان ہے۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کا انسانوں پر بڑا احسان ہے کہ اس نے انسانوں کو اپنی معرفت دی اور اپنے احکام سے نوازا۔ اب جب سب سے قیمتی چیز اللہ تعالیٰ کا دین ہے، تو ظاہر ہے کہ اسے دنیا میں عزت و منزلت کا مقام بھی ملنا چاہیے۔ اور انسانی دنیا کا قانون ہے کہ یہاں وہ عزت والا ہوتا ہے جس کے پاس قوت ہو۔ اللہ تعالیٰ نے دینِ اسلام کی قوت کے لیے لوہا اتارا... ﴿وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ﴾[2] اور جہاد کا حکم نازل فرمایا ﴿كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ﴾[3]۔

آج عالمی کفری طاقتوں کی بالادستی کو دیکھتے ہوئے مسلمانوں کی بڑی تعداد اپنے دلوں میں یہ خواہش تو رکھتی ہے کہ کاش! اسلام ان قوتوں کے مقابلے میں غالب ہو جائے اور مسلمانوں کو عالمی قیادت مل جائے، مگر اس قوت و غلبے کے راستے 'جہاد' کو وہ نہیں پہچان رہے۔ ان کے دلوں میں بلاشبہ اسلام کی عظمت گھر کیے ہے اور وہ اسلام کو پوری دنیا میں عزت والا بھی دیکھنا چاہتے ہیں، مگر قتل و قتال کے بغیر محض دعوت و تبلیغ سے اس کے وقوع پذیر ہونے کی خواہش دل میں رکھتے ہیں، کیونکہ قتل و قتال میں خون خرابہ اور دربدری و محرومی نظر

[1] ترجمہ: "اور اللہ تعالیٰ چاہتے تھے کہ (قتال کروا کے) اپنے فیصلے سے حق کو حق کر دکھائیں"۔ [الأنفال:۷]

[2] ترجمہ: "اور ہم نے لوہا اتارا، اس میں جنگی طاقت ہے"۔ [الحدید:۲۵]

[3] ترجمہ: "تم پر قتال فرض کیا گیا ہے"۔ [البقرۃ:۲۱۶]

آتی ہے، اور کفار بھی آئے روز دہشت گردی کے الزامات لگا کر جہاد وقتال کو ایک وحشی عمل دکھانے کی کوشش کرتے رہتے ہیں، اور مجاہدین کی زندگیوں اور کردار کو دنیا کے لیے ناقابلِ قبول روش کے طور پر پیش کرتے ہیں۔

اس غلط فہمی کا ازالہ انتہائی ضروری ہے۔ دینِ اسلام کو باعزت دیکھنا ہے تو مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ جہاد وقتال کو اہمیت دیں۔ اس کے بغیر کوئی چارہ نہیں ہے۔ اگر اس کے بغیر ممکن ہوتا تو اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کو میدانِ قتال میں نہ اتارتے، نہ آپ کو زخم لگتے، نہ آپ کے دندانِ مبارک شہید ہوتے، نہ دربدری وبے گھری دیکھنی پڑتی، نہ قریبی اور محبوب ساتھیوں کی جدائی کا غم ملتا۔ یہ سب کچھ کیوں ہوا؟ اسی وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت اور اسلام کی عزت محض دعوت وبیان سے انسانوں میں پذیرائی نہیں پائے گی۔ چند لوگ تو ضرور اس کی جاذبیت سے متاثر ہو کر قبول کرلیں گے، مگر انسانوں کا بڑا طبقہ اس کے مقابلے میں ڈٹا رہے گا۔ اور اسلام ایک قوت کے طور پر اسی وقت ابھر سکے گا، جب اسے جہاد وقتال کی قوت سے لیس کیا جائے اور جب مسلمان اپنا تن من دھن اس پر وارنے کے لیے نکلیں۔

ہم مسلمانوں کو یہ حقیقت تسلیم کرلینی چاہیے، کیونکہ ہماری دینی تعلیمات بھی یہی ہیں اور ہماری زریں تاریخ بھی ہمیں یہی سکھاتی ہے۔ یہاں دلائل دینے کی گنجائش نہیں ہے، اور یہ اتنی واضح بات ہے کہ قرآنِ مجید کا ادنیٰ قاری، احادیثِ مبارکہ پڑھنے والا ادنیٰ طالبِ علم اور دین کی فکر رکھنے والا ادنیٰ مسلمان بھی قرآنی آیات، احادیث اور اپنی فکر کی بنیاد پر اسے سمجھ سکتا ہے۔ یہ ایک نکتہ ہوا۔

وَالْفِتْنَةُ اَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ[4]

اب جب اس دور میں بالعموم مسلمانوں میں جہاد سے بے رغبتی پائی جاتی ہے، چند 'مسلمان' ہیں جو اپنی زندگیاں تج کر جہاد کے میدانوں کا رخ کرتے ہیں اور امریکہ ونیٹو جیسی عالمی طاقتوں کے مقابلے کے لیے

[4] ترجمہ: "اور فتنہ (کفر کی بالادستی) قتل سے بھی بڑھ کر سنگین ہے"۔ [البقرۃ:۲۱۷]

کھڑے ہوتے ہیں۔ پھر اگر ان چند مسلمانوں سے کچھ غلطیاں سرزد ہو جائیں اور اس کے سبب وہ ناکامی سے دوچار ہو جائیں تو اعتراض کرنے والوں کو مزید موقع مل جاتا ہے کہ وہ جہاد و قتال پر ہی اعتراض کریں کہ اس راستے سے کامیابی نہیں مل سکتی۔ اور جب کامیابی نہیں مل سکتی تو یونہی 'اسٹیٹس کو' (موجودہ حالت) کو رہنے دیجیے، عالمی کفری طاقتوں کو حاکم رہنے دیجیے، اور ان کے مسلط کیے ہوئے نظام کے اندر رہتے ہوئے اپنے دین پر عمل پیرا ہونے کی جس قدر گنجائش ہے، اس سے مستفید ہویئے، اور بس۔ حالانکہ وہ یہ نہیں سوچتے کہ جہاد کی ناکامی اور کفر کی حاکمیت میں کیا موازنہ ہے؟ کون سی چیز زیادہ اہم ہے اور کون سی چیز کم اہم ہے؟ کس کام میں اسلام اور مسلمانوں کی اہانت ہے اور کس کام میں اسلام کی عزت کے امکانات ہیں؟

اگر راہِ جہاد میں مسلمانوں سے کوئی غلطی ہوئی ہے یا وہ کسی وقتی ناکامی سے دوچار ہوئے ہیں، تو چاہیے کہ جہاد کو مزید مستحکم کیا جائے، جو کمی رہ گئی ہے، اسے دور کیا جائے، اور مزید قوت سے جہاد کھڑا کیا جائے، تاکہ یہ جہاد اسلام کو عزت دلا سکے اور مسلمانوں کو معزز بنا سکے۔ نہ یہ کہ غلامی کا طوق گلے میں ڈال کر اسے مزید کسا جائے۔

لہٰذا اس معاملے میں کفار کے پروپیگنڈے سے مرعوب ہونے کی ضرورت نہیں ہے، بلکہ مسلمانوں کو جہاد کی از سرِ نو تیاری کرنی چاہیے، مجاہدین کی پشت پر مزید اکٹھا ہونا چاہیے، اور مجاہدین کو اپنا محاسبہ کر کے اپنی کمزوریوں اور کوتاہیوں کو دور کرنا چاہیے۔ یہی وہ نصیحت ہے جو ہمیں درج ذیل قرآنی آیت سے ملتی ہے:

﴿يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ ۭ قُلْ قِتَالٌ فِيْهِ كَبِيْرٌ ۭ وَصَدٌّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَكُفْرٌۢ بِهٖ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۤ وَاِخْرَاجُ اَھْلِهٖ مِنْهُ اَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَالْفِتْنَةُ اَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ ۭ وَلَا يَزَالُوْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ حَتّٰى يَرُدُّوْكُمْ عَنْ دِيْنِكُمْ اِنِ اسْتَطَاعُوْا ۭ وَمَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَھُوَ كَافِرٌ فَاُولٰۗىِٕكَ حَبِطَتْ

"لوگ آپ سے حرمت والے مہینے کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ اس میں جنگ کرنا کیسا ہے؟ آپ کہہ دیجیے کہ اس میں جنگ کرنا بڑا گناہ ہے، مگر لوگوں کو اللہ کے راستے سے روکنا، اس کے خلاف کفر کی روش اختیار کرنا، مسجد حرام پر بندش لگانا اور اس کے باسیوں کو وہاں سے نکال باہر کرنا اللہ کے نزدیک زیادہ بڑا گناہ ہے، اور 'فتنہ' قتل سے بھی زیادہ سنگین

اَعۡمَالُهُمۡ فِى الدُّنۡيَا وَالۡاٰخِرَةِ ۚ وَاُولٰٓئِكَ اَصۡحٰبُ النَّارِ ۚ هُمۡ فِيۡهَا خٰلِدُوۡنَ ﴾[البقرۃ:۲۱۷]

چیز ہے، اور یہ (کافر) تم لوگوں سے برابر جنگ کرتے رہیں گے، یہاں تک کہ اگر ان کا بس چلے تو یہ تم کو تمہارا دین چھوڑنے پر آمادہ کر دیں، اور اگر تم میں سے کوئی شخص اپنا دین چھوڑ دے، اور کافر ہونے کی حالت ہی میں مرے تو ایسے لوگوں کے اعمال دنیا اور آخرت دونوں میں اکارت ہو جائیں گے، ایسے لوگ دوزخ والے ہیں، وہ ہمیشہ اسی میں رہیں گے"۔

فَاقۡصُصِ الۡقَصَصَ لَعَلَّهُمۡ يَتَفَكَّرُوۡنَ[5]

جیسا کہ پہلے ذکر ہوا کہ جہاد میں جب کوئی کمی رہ جائے، مجاہدین سے غلطیاں سرزد ہوں، مجاہدین ناکامی سے دوچار ہو جائیں تو لازم ہے کہ وہ فوراً غلطیوں کی اصلاح کی نیت سے اپنا محاسبہ کریں اور ناکامی کی وجوہات پر غور و فکر کریں۔ پھر اپنی غلطیوں کی اصلاح کریں، جن اسباب کی بنا پر ناکامی ہوئی، ان کا سدِ باب کریں، اعداد کی کمی کو پورا کریں اور عام مسلمانوں کی بدگمانی و بے دلی کے تمام راستوں کو بند کریں۔ غزوۂ احد میں جب مسلمانوں سے کوتاہی ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں تنبیہ فرمائی:

﴿حَتّٰٓى اِذَا فَشِلۡتُمۡ وَ تَنَازَعۡتُمۡ فِى الۡاَمۡرِ وَعَصَيۡتُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ مَاۤ اَرٰٮكُمۡ مَّا تُحِبُّوۡنَ﴾[۱۵۲]

"یہاں تک کہ تمہارے پاؤں اکھڑ گئے اور تم ایک کام میں باہم اختلاف کرنے لگے اور جب تم نے وہ چیز دیکھی جو تمہیں محبوب تھی تو تم بے اطاعتی کر بیٹھے"۔

[5] ترجمہ: "پس آپ ان سے یہ واقعات بیان کرو، تاکہ یہ غور و فکر پر مجبور ہوں"۔ [الأعراف:۱۷۶]

﴿اِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطٰنُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوْا﴾[۱۵۵]

''انھیں شیطان نے ان کی بعض غلطیوں کے سبب پھسلا دیا''۔

پھر اپنی طرف سے غلطی پر معافی کی خوشخبری سنا کر بد دل نہ ہونے دیا:

﴿وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ۝﴾[۱۵۲]

''اور بے شک اس نے تمہیں معاف کیا، بے شک اللہ مومنوں پر بہت فضل کرنے والا ہے''۔

﴿ وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ۝﴾[۱۵۵]

''اور بے شک اللہ نے انھیں معاف کر دیا، بے شک اللہ بڑا معاف کرنے والا اور بڑا بردبار ہے''۔

ساتھ یہ رہنمائی فرمائی کہ مسلمان کا شیوہ یہ ہے کہ جب غلطی ہو جائے تو اللہ کی طرف لپکے، استغفار کرے اور غلطی پر اصرار نہ کرے، بلکہ اس سے رجوع کرے:

﴿وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ۝﴾[۱۳۵]

''اور یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر کبھی کوئی بے حیائی کا کام کر بھی بیٹھتے ہیں یا (کسی اور طرح) اپنی جان پر ظلم کر گزرتے ہیں تو فوراً اللہ کو یاد کرتے ہیں کہ اور اس کے نتیجے میں اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہیں، اور اللہ کے سوا ہے بھی کون جو گناہوں کی معافی دے؟ اور یہ اپنے کیے پر جانتے بوجھتے اصرار نہیں کرتے''۔

اس پورے عمل کے لیے ضروری ہے کہ مجاہدینِ امت سابقہ تاریخ اور سابقہ تجارب سے فائدہ اٹھائیں۔ خوش نصیب وہ ہوتا ہے جو دوسروں کو دیکھ کر عبرت پکڑ لیتا ہے۔ جو اس سے محروم ہو تو کم از کم خود اپنے تجربے سے ہی فائدہ اٹھائے۔ اور جو اس سے بھی محروم ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے شر سے خود اسے بھی محفوظ رکھیں اور پوری امت کو محفوظ رکھیں۔

الجزائر کا جہادی تجربہ تمام مجاہدین کے لیے باعثِ عبرت

تاریخ اور تاریخی تجارب کے مطالعے کا سب سے بڑا فائدہ ہی یہ ہے کہ اپنے سے پہلے گزرے لوگوں سے سیکھا جائے۔ ہر معاملے میں خود سے تجربہ نہ کیا جائے، بلکہ پہلے والوں کے تجربات سے استفادہ کیا جائے، اچھائی میں ان کی اقتداء کی جائے اور برائی میں بچا جائے۔ اپنے حالات کا ماضی سے موازنہ کیا جائے اور اس کی روشنی میں اپنی تدابیر کی کامیابی کے روحانی ومادی عناصر پورے کیے جائیں۔

علامہ ابن خلدون رحمۃ اللہ علیہ اپنے مقدمے میں لکھتے ہیں:

اعلم أن فن التاريخ فن عزيز المذهب جم الفوائد شريف الغاية، إذ هو يوقفنا على أحوال الماضين من الأمم في أخلاقهم والأنبياء في سيرهم والملوك في دولهم وسياستهم حتى تتم فائدة الاقتداء في ذلك لمن يرومه في أحوال الدين والدنيا۔[6]

”جان رکھو کہ تاریخ کا علم بہت ہی قیمتی، انتہائی مفید اور بامقصد علم ہے، کیونکہ یہ علم ہمیں سابقہ امتوں کے اخلاق، انبیائے کرام علیہم السلام کی سیرتوں اور بادشاہوں کی سلطنتوں کے احوال سے آگاہی دیتا ہے، تاکہ جو کوئی چاہے اپنے دین ودنیا کے معاملات میں اپنے سے پہلوں کی (اچھائی میں) پیروی کر سکے“۔

پھر علامہ ابن خلدون رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ تاریخ کے دو پہلو ہیں، ظاہر اور باطن۔ ظاہر تو ماضی والوں کے واقعات اور قصے ہیں**[إذ هو في ظاهره لا يزيد على أخبار عن الأيام والدول والسوابق من القرون الأول]**[7]، اور باطن ان واقعات کے اسباب وعلل کی تحقیق اور تجزیہ ہے **[وفي باطنه نظر وتحقيق، وتعليل للكائنات ومباديها دقيق، وعلم بكيفيات الوقائع وأسبابها عميق]**[8]۔

---

[6] مقدمة ابن خلدون؛ ص ٩٢، بتحقيق عبد الله محمد الدرويس، دار يعرب دمشق

[7] أيضا؛ ص ٨١

[8] أيضا؛ ص ٨١

محض واقعات سن اور پڑھ لینا کافی نہیں ہے جب تک کہ اس کا تجزیہ کرکے اسباق اور عبرتیں حاصل نہ کی جائیں۔ شہید سید قطب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

التاريخ ليس هو الحوادث، إنما هو تفسير الحوادث، واهتداء إلى روابط الظاهرة والخفية بين شتاتها، وتجعل منها وحدة متماسكة الحلقات، متفاعلة الجزئيات، ولكي يفهم الإنسان الحادثة ويفسرها، ويربطها بما قبلها وما تلاها۔[9]

"تاریخ خود واقعات کا نام نہیں ہے، بلکہ ان واقعات کے تجزیے کا نام ہے، اور اس کے مختلف پہلوؤں کے درمیان ظاہری وباطنی ربط کا نام ہے جس کے ذریعے وہ واقعات ایک وحدت میں پروئی ہوئی مختلف کڑیاں نظر آئیں اور ان کے جزئیات باہم مربوط نظر آئیں، تاکہ انسان واقعے کو سمجھ سکے اور اس کا تجزیہ کرسکے، اور اسے ماقبل اور مابعد کے ساتھ مربوط کرسکے"۔

یعنی واقعات میں غور و فکر اور تجزیہ کرکے ان کے حقیقی اور مربوط اسباب تلاش کرے اور واقعات کی صحیح تفسیر کرسکے۔

اس غور وخوض اور تجزیہ و تحلیل کی طرف خود اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں واقعات کے تذکروں کے ذیل میں تنبیہ فرمائی ہے:

﴿لَقَدْ كَانَ فِيْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ﴾ [یوسف:۱۱۱]

"یقیناان کے واقعات میں عقل رکھنے والوں کے لیے بڑا عبرت کا سامان ہے"۔

اس سب سے ہمیں اندازہ ہوتا ہے کہ انسانی زندگی میں تاریخ کی کس قدر اہمیت ہے، خصوصاً تہذیبی وثقافتی بالادستی کی کوششوں اور غلبہ دین کی جدوجہد میں تاریخ کا کردار بہت بڑا اور وسیع ہے۔ اور آج کے دور میں جن لوگوں نے پوری دنیا میں غلبہ اسلام کی جدوجہد کا علم اٹھایا ہے، ان پر بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ قدیم وجدید تاریخ سے بھرپور استفادہ کرنے کو یقینی بنائیں۔ خود اس جدید دور میں جہادی تحریکوں کے بہت

---

[9] في التاريخ فكرة ومنهاج؛ ص ٣٧، دار الشروق القاهرة

سے تجربات ہیں جو آئندہ درست راہِ عمل کے تعین میں بہت بنیادی کردار رکھتے ہیں، انھیں خوب اچھی طرح ملحوظ رکھا جائے۔ انھی تجربات میں سے ایک بہت ہی بڑا تجربہ بیسویں صدی کی آخری دہائی میں الجزائر کے جہاد کا تجربہ ہے۔ اگرچہ یہ تجربہ انتہائی اندوہناک اور برا تجربہ ہے اور جہادی تحریک کی ناکامی کا تجربہ ہے، بلکہ اس سے بڑھ کر جہادی تحریک کا فسادی تحریک میں بدل جانے کا تجربہ ہے، لیکن عبرتوں اور اسباق سے بھرا ہوا ہے۔ اس کا مطالعہ اس لیے بھی ضروری ہے کہ جو غلطیاں یا کوتاہیاں الجزائر کی جہادی تحریک میں موجود تھیں، دوسرے خطوں کی تحریکات میں انھیں ابتداء ہی سے ملحوظ رکھا جائے، اور ابتداء ہی سے ایسا طرزِ عمل اختیار کیا جائے کہ وہ کوتاہیاں پنپنے نہ پائیں اور غلطیوں کا موقع فراہم نہ ہو سکے۔

پیشِ لفظ میں اس قدر بہت ہے، ہم مزید قارئین اور کتاب کے درمیان حائل نہیں ہونا چاہتے۔ کتاب میں الجزائر کے جہاد کا تفصیلی تذکرہ اور تجزیہ موجود ہے، اور ان لوگوں کی گواہیاں ہیں جو خود اس جہاد کا حصہ رہے۔ اور ایک ایسے فرد نے اس تجربے کو مرتب کیا ہے جو ایک زمانے سے نہ صرف خود جہادی تحریک کا راہی ہے، بلکہ اس سے قبل ایک زمانہ اسلامی بیداری کے دھاروں سے بھی وابستہ رہا ہے، جس نے مغرب کو بھی دیکھا ہے اور مشرق کو بھی۔ اگرچہ مرتِّب نے بظاہر خود اپنی تعلیقات درج نہیں کی ہیں یا اگر کی ہیں تو بہت کم، مگر قارئین کو تحت السطور بہت کچھ دیکھنے کو ملے گا اور مرتِّب سے بھی استفادہ کا بھرپور موقع ملے گا۔ اللہ تعالیٰ اس محنت پر انھیں بہترین صلہ دیں اور دنیا وآخرت کی بھلائیاں ان کے لیے مقدر فرمادیں، آمین۔ اللہ تعالیٰ انھیں مزید توفیق دیں کہ وہ مجاہدین اور عام اردو دان مسلمانوں کے لیے اس قسم کی دراسات جاری رکھیں، فجزاه الله عنا خيرا!

ہم آخر میں صرف اتنا درج کرکے اپنی بات ختم کرتے ہیں کہ اس تجربے سے استفادہ میں درج ذیل پہلوؤں کو نظر میں رکھا جائے:

1. جہادی تحریک کی قیادت کی سطح کیا ہونی چاہیے؟
2. مجاہدین کی عمومی تربیت کیسی ہونی چاہیے؟
3. مسلمانوں بالخصوص مجاہدین میں دینِ اسلام کے صحیح فہم کے فروغ کی کیا اہمیت ہے؟

4. جہادی تحریک کا دوستی اور دشمنی کا کیا معیار ہونا چاہیے؟
5. جہادی تحریک کا دشمنانِ اسلام کے ساتھ کیا رویہ ہونا چاہیے اور جنگ کے کیا مراحل ہونے چاہییں؟
6. جہادی تحریک کا عوامِ مسلمین، علماء واہلِ دین اور اسلامی جماعتوں کے ساتھ کیسا رویہ ہونا چاہیے؟

اگر درج بالا پہلوؤں کو نظر میں رکھ کر کتاب کا مطالعہ کیا جائے تو اس تجربے سے استفادہ سہل ہو جائے گا۔ اس کتاب میں تو عبرت اور اسباق کے لیے ناکامی کا ایک تجربہ بیان ہو رہا ہے، ہم استدعا کرتے ہیں کہ جہادی تحریک کی بھرپور کامیابی کا تجربہ بھی کوئی صاحبِ قلم و تلوار مسلمانوں کے سامنے کتابی شکل میں پیش کرے... وہ انتہائی قیمتی اور نادر تجربہ ... جو اکیسویں صدی کی ابتدائی دو دہائیوں پر محیط... سرزمینِ **افغانستان** پر **امارتِ اسلامیہ** کے مجاہدین نے امریکہ و مغرب کے خلاف پوری امت کے سامنے پیش کیا ہے۔ یقیناً یہ تمام مسلمانوں کے لیے لائقِ اقتداء ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی رضا والے اعمال کی توفیق عطا فرمائیں اور دنیا و آخرت کی فوز فلاح سے بہرہ ور فرمائیں، اللہ تعالیٰ اسلام اور مسلمانوں کو عزت مند فرمائیں، اور امریکہ واسرائیل، نیٹو اور دیگر عالمی طاقتوں کو خائب وخاسر فرمائیں، اللہ تعالیٰ دنیا کے مختلف خطوں میں موجود مجاہدین کی مدد و نصرت فرمائیں اور انھیں اپنے دشمنوں کے مقابلے میں ظفر مند فرمائیں، اللہ تعالیٰ امارتِ اسلامیہ افغانستان کو مضبوط و مستحکم فرمائیں اور اسے ساری دنیا کے مسلمانوں کا مرکز بنائیں، آمین۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين، وصلى الله تعالىٰ على نبينا وحبيبا وشفيعنا محمد وعلى آله وصحبه وأمته وعلينا أجمعين، آمين۔

ادارۂ حِطّین

رجب ۱۴۴۲ھ

مقدمہ

مقصدِ تحریر

مقصدِ تحریر ایک جملے میں بیان کیا جائے تو وہ ہے: عصر حاضر میں جہادی تحریک کی حفاظت... اور مجاہدین کو شرعی اور سیاسی غلطیوں سے خبر دار کرنا۔

الجزائر کے جہادی تجربے کو اس لیے چنا گیا ہے کہ:

1- اس میں مجاہدین کی شرعی اور سیاسی غلطیوں کے سبب جہاد کا اپنے ہدف سے منحرف ہونا واضح ترین ہے۔ مجاہدین عبرت حاصل کر کے اپنی جہادی تحریک کو ان غلطیوں سے محفوظ کر سکتے ہیں۔

2- یہ کسی بھی جہادی تحریک کے عروج وزوال کی مختصر ترین روداد ہے، جس میں عروج بھی دیکھنے کو ملتا ہے اور زوال بھی نظر آتا ہے اور دونوں کے اسباب پر روشنی پڑتی ہے۔

3- یہ معاصر جہاد کا تجربہ ہے، جسے مجاہدین اپنے حالات سے قریب تر پاتے ہیں اور آج کل کے جہادی دور میں اس سے استفادہ کر سکتے ہیں۔

4- جہادِ الجزائر کے تجربے میں شریک رہنے والے القاعدہ کے سربراہ شیخ عطیۃ اللہ رحمۃ اللہ علیہ، الجزائر کے مجاہد ابو اکرم ہشام حفظہ اللہ اور شیخ عاصم ابو حیان حفظہ اللہ کی گواہیوں سے ایک مستند اور مفصل تاریخ دستیاب ہو گئی ،جو دیگر محاذوں سے ابھی تک نہیں آئی۔

کاش معاصر جہادِ قبائل (وزیرستان) پر بھی کوئی قلم اٹھائے، اور اسے گمنامی اور اس پر دشمنوں کی طرف سے ڈالے گئے شکوک و شبہات اور منفی پروپیگنڈے کے دبیز پردوں سے نکال کر امتِ مسلمہ کے سامنے رکھے۔

تحریر کے مراجع

یہ دراصل چار تحریرات کا مجموعہ، تلخیص اور استفادہ ہے۔

1) الجزائری مجاہد 'ابو اکرم ہشام حفظہ اللہ'[10] کا جہادِ الجزائر کے حوالے سے انٹرویو۔[11] اس کتاب کا بیشتر مواد انہی کے انٹرویو سے لیا گیا ہے۔

2) الجزائری مجاہد عالم 'شیخ عاصم ابو حیان حفظہ اللہ'[12] کی جہادِ الجزائر کے بارے میں گواہی[13]۔ ان کے مضمون سے لیے گئے تقریباً تمام اقتباسات کو ان ہی کی طرف نسبت کر کے درج کیا گیا ہے۔ البتہ تاریخی تسلسل اور ابواب کی ترتیب کی خاطر تصرف کیا گیا ہے۔

---

[10]- مجاہد ابو اکرم ہشام کا مشرقی جزائر کے علاقہ الأوراس سے تعلق ہے۔ 90ء کی دہائی کی ابتداء میں جہادِ افغانستان کے ساتھ منسلک ہوئے۔ اور روس کے خلاف افغان جہاد کے دوران پشاور میں شیخ عبد اللہ عزام رحمۃ اللہ علیہ کے قائم کردہ ادارے مکتب الخدمات کے تابع معسکر باري کے اس وقت کے امیر شیخ أبو تركية الليبي رحمۃ اللہ علیہ کے زیرِ دست تربیت حاصل کی۔ 1993ء کے اواخر میں افغانستان سے سوڈان کا رخ کیا ، جہاں شیخ اسامہ رحمۃ اللہ علیہ کے مہمان خانے میں مقیم رہے۔ 1995ء کے اواخر میں الجزائر کے جنوب میں واقع ملک نائیجر کے صحراء میں داخل ہوئے، جہاں برادر خالد ابو العباس اور ان کے مجموعے سے ملاقات ہوئی۔ انھی کے ہمراہ اسی سال الجزائر کے المنطقة التاسعة یعنی نویں علاقے میں داخل ہوئے۔ برادر خالد ابو العباس کا تذکرہ آگے آئے گا۔ 1996ء کی ابتداء میں الجماعة الإسلامية المسلحة 'مسلح اسلامی جماعت' کی قیادت کے پاس پہنچنے میں کامیاب ہوئے۔ اس علاقے میں ڈیڑھ ماہ کا عرصہ گزارنے کے بعد دوبارہ نویں علاقے کی طرف لوٹے اور پھر نویں علاقے اور صحرائے نائیجر میں سرگرم رہے۔ 2000ء کے آغاز میں الجزائر واپس گئے اور وہاں کچھ عرصہ گزارا۔ 2001ء کے اواخر میں الجزائر کے جنوب میں ایک اور ملک مالی کے صحرا کی سمت چلے گئے۔ 2002ء کے اواخر کے بعد پھر ایک دفعہ الجزائر واپس چلے گئے۔

[11]- یہ انٹرویو ادارہ أفريقيا المسلمة نے حوار مع أبي أكرم هشام، حقائق وشهادات عن الجهاد في الجزائر کے نام سے شائع کیا۔ 8 شوال 1437ھ بمطابق 13 جولائی 2016ء

[12]- شیخ عاصم ابو حیان کا اصل نام مداني بن عبد القادر لسلوس ہے۔ ربیع الاول 1370ھ بمطابق دسمبر 1950ء میں ولایت المدية کے ضلع قصر البخاري میں پیدا ہوئے۔ جزائر کی معہد عكنون اکیڈمی سے قانون اور منیجمنٹ سائنسز میں بی اے کیا۔ 1972ء سے 1993ء تک دار الحکومت کے پہلے الهواء الجميل محلے اور بعد میں بئر الخادم محلے کی مسجد کے امام اور خطیب رہے۔ فرانس کے غلام جرنیلوں نے جب پکڑ دھکڑ شروع کی تو انہیں بھی گرفتار کر لیا۔ رہائی کے بعد 1994ء کے آغاز میں ولایت المدية میں جبل اللوح کے علاقے میں جیا کے مجاہدین میں شامل ہوئے۔ 1994ء تا 1995ء میں ایک سریے کے کماندان رہے۔ 1996ء تا 1997ء میں ولایت المدية کے

3) لیبی مجاہد عالم اور القاعدہ کے مرکزی رہنما شیخ عطیۃ اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی الجزائر کے بارے تحریرات، جن میں درج ذیل شامل ہیں:

أ) **منتدی الحسبہ** انٹرنیٹ ڈسکشن فورم کو دیے گئے جوابات۔[14]

ب) شیخ عطیۃ اللہ کی تحریرات کا مکمل مجموعہ '**الأعمال الکاملة**'۔[15]

ج) مرتدین کی عورتوں اور بچوں کے بارے میں الجزائری مجاہدین اور شیخ ابو قتادہ کے ایک فتویٰ کا جواب، جو کہ ایک فورم پر بحث کی صورت میں ہے۔[16]

4) شامی بزرگ مجاہد اور مفکر شیخ ابو مصعب سوری فک اللہ أسرہ کی جہادِ الجزائر کے بارے میں گواہی۔[17] ان سے خاص کر بیرونِ الجزائر میں جاری جہادِ الجزائر کی نصرت اور بعد میں شیوخ کی براءت

جبل اللوح میں **الکتیبہ الربانیہ** کے نقیب بنے۔ جیا سے نکلنے کے بعد 1998ء تا 2004ء تک **الجماعة السنیة للدعوة والجہاد** کے امیر **أبو ثمامة عبد القادر صوان** کے نائب رہے۔ پھر **الجماعة السلفیة للدعوة والقتال** میں شامل ہونے کے بعد 2004ء تا 2008ء تک **منطقة الغرب** کے امیر رہے۔ **تنظیم قاعدة الجہاد ببلاد المغرب الإسلامی** کے بننے کے بعد اس کی شرعی لجنہ **الہیئة الشرعیة** کے رکن اور **منطقة الغرب** کے نمائندے رہے۔ پھر 2010ء سے تاحال تنظیم کے قاضی ہیں۔

[13] - یہ انٹرویو ادارہ **أفریقیا المسلمة** نے **حوار مع الشیخ عاصم أبي حیان، قاضي تنظیم قاعدة الجہاد ببلاد المغرب الإسلامي، محطات من تاریخ الجہاد فی الجزائر** کے نام سے شائع کیا۔ ذی الحجہ 1437ھ بمطابق ستمبر 2016ء۔

[14] - **لقاء الشیخ عطیة الله مع منتدی الحسبة، دار الجبہة للنشر والتوزیع، الجبہة الإعلامیة الإسلامیة العالمیة ، جمادی الأولی 1428ھ**۔

[15] - **مجموع الأعمال الکاملة للشیخ عطیة الله اللیبي، أبي عبد الرحمن جمال إبراهیم اشتیوي المصراتي، جمع و ترتیب الزبیر الغزی، المکتبة الجہادیة، دار المجاهدین للنشر وا لتوزیع، الطبعة الأولی 1436ھ-2015م**۔ اس میں کئی تحریریں ہیں جن میں اہم ترین **التجربة الجزائریة** ہے جو آڈیو گفتگو ہے جسے ربیع الاول 1435 میں **مؤسسة التحایا للإعلام** نے نشر کیا۔

[16] - یہ **حکم نساء الجنود المرتدین للشیخ عطیة الله** کے نام سے ایک ڈسکشن فورم پر کی گئی بحث پر مشتمل دستاویز ہے۔ یہ دستاویز شیخ **عزام امریکی (آدم یحییٰ غدن)** رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے القاعدہ کے دیگر مجاہدین کو افادے کے لیے بھیجی گئی۔ دستاویز میں تاریخ 2005ء کی درج ہے۔

کے بارے میں مضامین لیے گئے ہیں۔ شیخ ابو مصعب سوری کا دیگر تینوں حضرات سے فسادات میں الجزائری انٹیلی جنس کے کردار کے بارے میں بنیادی اختلاف تھا۔ میں نے دیگر حضرات کی رائے کو ترجیح دی ہے، کیونکہ ان کی گواہیاں اس حوالے سے زیادہ معتبر ہیں، کہ یہ تینوں جہاد کے دوران الجزائر میں موجود رہے ہیں بر خلاف شیخ ابو مصعب کے۔

جہاں کئی واقعات اور شخصیات کے بارے میں مزید وضاحت درکار تھی وہاں 'وکی پیڈیا' کی طرف رجوع کیا، لیکن جس سے اصل تحریروں کے مضمون پر اثر نہ پڑتا ہو۔

برصغیر کے عوام اور مجاہدین کے فائدے کے لیے جہاں مناسب سمجھا اپنی طرف سے معمولی اضافے کیے ہیں، جس سے اصل تحریرات کے مضمون میں تبدیلی نہ آتی ہو۔

چشم دید گواہی

مجاہد ابو اکرم ہشام حفظہ اللہ اور شیخ عاصم ابو حیان حفظہ اللہ کے انٹرویو کو شیخ ابو مصعب سوری کی درخواست اور خواہش کا ثمرہ کہہ سکتے ہیں۔ اگرچہ شیخ ابو مصعب سوری نے بھی الجزائر کے جہاد کے بارے میں تحریر کیا ہے لیکن وہ خود الجزائر کے اندر موجود نہ تھے، اور ان کی خواہش تھی کہ الجزائر کے جہاد کو اندر سے دیکھنے والوں میں سے کوئی مضمون تحریر کرے۔ شیخ ابو مصعب فرماتے ہیں:

> "میں سمجھتا ہوں کہ الجزائر میں جہادی تجربہ بیسویں صدی کے آخری نصف کے جہادی تجربوں میں سے اہم تجربہ ہے۔ اور اسلامی بیداری کے معاصر تجربوں میں سے، دروس و عبر کے اعتبار سے بھرپور ترین۔ میری شدید خواہش ہے کہ اللہ تعالی ان افراد میں سے، جو اس تجربے سے خود گزرے اور اندر سے مشاہدہ کیا، بعض کو اتنی قابلیت، سچائی اور انصاف عطا فرمائے، اور

[17] - سلسلة القضايا الظاهرين على الحق 6- مختصر شهادتي على الجهاد في الجزائر- (1988ء- 1996ء)- كتبه الفقير إلى رحمة الله عمر عبد الحكيم (أبو مصعب السوري) [يونية 2004ء]

انہیں دھڑے بازی اور بے جا تعصب کی مصیبت سے محفوظ رکھے، کہ وہ اس تجربے کی تاریخ اور زمین پر رونما ہونے والے واقعات کے تسلسل کو قیدِ تحریر میں لائیں۔ تاکہ اسلامی بیداری کے کتب خانے اور معاصر جہادی لٹریچر میں اپنے مواد اور فائدے کے اعتبار سے ایک اہم تاریخی دستاویز کا اضافہ ہو، جس کے اثرات الجزائر کی سرحدوں کو پار کر جائیں اور یہ آنے والی امت کی نسلوں کے لیے ایک ذخیرہ ٹھہرے"۔

شیخ عطیۃ اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا الجزائر میں کردار

شیخ عطیہ اللہ حسبہ فورم کے انٹرویو میں فرماتے ہیں:

"میں اپنی جان بچا کر الجزائر سے نکلا تھا۔ میرے پاس میرے حافظے کے علاوہ کچھ نہیں تھا کہ میں کچھ لکھ سکتا۔ پھر میں نے اپنے حافظے سے الجزائر کے تجربے کے بارے میں 300 صفحات لکھ دیے۔ لیکن افغانستان پر صلیبی حملے کے دوران یہ مجھ سے ضائع ہو گئے۔ ہاں یہ ممکن ہے کہ امریکی خود اسے شائع کر دیں کیونکہ اس تحریر کا ایک نسخہ پاکستان میں ہمارے ایک بھائی کے گھر میں تھا جس پر دشمن نے چھاپہ مارا تھا"۔

الجزائر میں اپنے جہادی تجربے کے حوالے سے شیخ عطیہ کی ایک صوتی گفتگو بھی ریکارڈ ہوئی۔ جس میں انہوں نے اپنے چشم دید واقعات بیان کیے تھے۔ اور جسے بعد میں **التجربة الجزائرية** کے نام سے ان کی مکمل تحریرات کے مجموعے میں شامل کیا گیا۔ اس کے علاوہ انہوں نے رسمی طور پہ کئی تحریرات اور الحسبہ فورم کو دیے گئے جوابات میں بھی الجزائر کے بارے میں کافی گفتگو کی ہے جو ہم نے اس کتاب میں شامل کر دی ہے۔

الجزائر کا تعارف

براعظم افریقہ کے شمال میں بحیرہ روم (Mediterannian Sea) ہے جو اسے براعظم یورپ سے جدا کرتا ہے۔ شمالی افریقہ کے تمام ممالک مسلم اکثریت والے اور عرب شمار ہوتے ہیں۔ شمالی افریقہ کے مشرق

سے شروع کرتے ہوئے مغرب کی سمت جائیں تو سب سے پہلے مصر، پھر لیبیا، پھر الجزائر، پھر مراکش (مغرب)، صحرائی عرب جمہوریت اور مراکش اور صحرائی عرب جمہوریت کے جنوب کی طرف موریتانیہ آتا ہے۔لیبیااور الجزائر کے شمال میں ان دونوں کے بیچ اور ساحل سمندر سے متصل تیونس بھی ہے۔

ان ممالک کے جنوب میں واقع ممالک بھی مسلم اکثریت کے ہیں لیکن ان میں سے بعض عرب اور بعض افریقی شمار ہوتے ہیں۔ مشرق سے شروع کرتے ہوئے مغرب کی سمت جائیں تو بالترتیب سوڈان، چاڈ، نائیجر، مالی اور آخر میں پھر موریتانیہ ہے۔ جبکہ نائجیر کے بھی جنوب میں نائیجریا واقع ہے۔

الجزائر کے محلِ وقوع کی بات کریں تو اس کے شمال مشرق میں تیونس، مشرق میں لیبیا، جنوب مشرق میں نائیجر، جنوب میں مالی، جنوب مغرب میں موریتانیہ اور مغرب میں مراکش ہے۔



الجزائر رقبے کے اعتبار سے سب سے بڑا عربی اور افریقی ملک ہے۔ اور 2014ء کی مردم شماری کے مطابق آبادی 3 کروڑ 87 لاکھ افراد پر مشتمل ہے۔ لوگوں کی اکثریت ساحل سمندر کے قریب شمالی علاقوں میں رہتی ہے۔

الجزائر 99.9 فی صد مسلم ملک ہے جس کی اکثریت سنی ہے، جبکہ ایک انتہائی چھوٹی اقلیت اباضی مذہب کی بھی ہے۔ سنی بھی اکثر امام مالک رحمہ اللہ کے مذہب پر ہیں۔ گزشتہ صدی میں سلفیت کے پھیلنے سے الجزائر میں بھی اس کا اثر نظر آنے لگا، جبکہ اس کے مقابلہ میں حکومت نے صوفی ازم کو رائج کیا۔

عرب کے علاوہ وہاں کے اصل باشندے امازیغ اور طوارق ہیں۔ عربی کے ساتھ امازیغی زبان بھی سرکاری حیثیت کی حامل ہے، لیکن عربی ہی غالب ہے۔

الجزائر کے شمال میں اگر بحیرہ روم (Mediterannian Sea) ہے تو جنوب میں صحرائے اعظم (Sahara) ہے جو دنیا کا سب سے بڑا صحرا ہے۔ یہ صحرا مشرق میں بحیرہ احمر (Red Sea) سے لے کر مغرب میں بحر اوقیانوس (Atlantic Ocean)، اور شمال میں بحیرہ روم (Mediterannian Sea) سے لے کر جنوب میں سوڈان اور دریائے نائیجر کی وادی تک پھیلا ہوا ہے۔ اس طرح یہ صحرا سوڈان، لیبیا، چاڈ، نائیجر، الجزائر، مالی اور موریتانیہ کے ممالک کو آپس میں جوڑتا ہے۔

انتظامی اعتبار سے الجزائر 48 ولایتوں پر مشتمل ہے، جنہیں ہم پاکستان کے اضلاع کہہ سکتے ہیں۔ یہ ولایتیں درج ذیل ہیں:

1. أدرار،
2. شلف،
3. اغواط،
4. أم البواقي،
5. باتنة،
6. بجاية،
7. بسكرة،
8. بشار،
9. بليدة،
10. بويرة،
11. تمنراست،
12. تبسة،
13. تلمسان،
14. تيارت،
15. تيزي وزو،
16. الجزائر دار الحكومت،
17. جلفة،
18. جيجل،
19. سطيف،
20. سعيدة،
21. سكيكدة،
22. سيدي بلعباس،
23. عنابة،
24. قالمة،
25. قسنطينة،
26. مدية،
27. مستغانم،
28. مسيلة،
29. معسكر،
30. ورقلة،
31. وهران،
32. بيض،

33. إليزى،
34. برج بو عريريج،
35. بو مدراس،
36. طارف،
37. تندوف،
38. تيسمسيلت،
39. وادى،
40. خنشلة،
41. سوق أهراس،
42. تيبازة،
43. ميلة،
44. عين الدفلىٰ،
45. نعامة،
46. عين تموشنت،
47. غرداية،
48. غليزان۔



تعارف میں ایک اہم ترین پہلو، یعنی اس کی تاریخ اس لیے نہیں ذکر کی گئی کہ اس کا بڑا حصہ کتاب کے موضوع میں خود بخود واضح ہو رہا ہے۔

جہادِ الجزائر کے تاریخی ادوار

جہادی تحریکات کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے ہم الجزائر میں جہاد کو چار ادوار میں تقسیم کرتے ہیں۔

1- 1830-1963ء فرانسیسی استعمار کے خلاف جہاد۔

2- 1963-1988ء بالواسطہ استعماری دور میں مقامی طاغوتی حکومتوں کے خلاف جہاد۔ جس میں شیخ مصطفی بو یعلی کی اوّلین تحریکِ جہاد **الحركة الإسلامية المسحلة** سب سے نمایاں تھی۔

3- 1988-2002ء اسلامی جمہوری منہج کو دبانے کے بعد جہادی منہج کا عروج۔ اسلام پسندوں کی انتخابات میں زبردست کامیابی اور طاغوتی حکومت کی طرف سے اسے کالعدم قرار دینے اور اسلام پسندوں پر ظلم ڈھانے کے بعد مشہور اور بڑی تحریکِ جہاد، جس کی سب سے بڑی جماعت **الجماعة الإسلامية المسلحة** (GIA جیا) تھی۔ اور یہی اس کتاب کا اصل محور ہے۔

4- 2002ء- تاحال صحیح جہادی منہج کا آغازِ نو۔ جیا میں گمراہی اور اس کے خاتمے کے بعد صحیح جہادی منہج پر قائم رہنے والے افراد کی تحریکِ جہاد۔ جس کی سب سے بڑی جماعت **الجماعة السلفية للدعوة والجهاد** تھی، جو بعد میں القاعدہ سے بیعت ہو کر **تنظيم قاعدة الجهاد في بلاد المغرب الإسلامي** بنی۔

باب اوّل:
فرانسیسی استعمار کے خلاف جہاد

(1546ء)اسلامی خلافت

الجزائر میں اسلام اُموی عہدِ خلافت میں ہی داخل ہو گیا تھا۔ پھر عباسی خلافت کے خاتمے کے بعد جب عالم اسلام کا شیرازہ بکھر گیا، تو دوبارہ سولہویں صدی عیسوی میں جاکر عثمانی خلافت نے عالم اسلام کو دوبارہ اکٹھا کیا۔ اس طرح 1546ء میں الجزائر کو بھی خلافتِ عثمانیہ میں شامل کر لیا گیا۔ عثمانی خلافت کے دوران خلافت کے بحری بیڑے الجزائر کی بندرگاہوں سے نکل کر بحیرہ روم (Mediterannian Sea) میں صلیبی یورپ کے خلاف جہاد اور دیارِ اسلام کا تحفظ کرتے رہے۔ اور یوں الجزائر اسلام کا ایک مضبوط قلعہ بن گیا۔

(1830ء)فرانسیسی استعمار

انیسویں صدی میں عثمانی خلافت کی کمزوری اور مغربی استعمار کے ابھرنے سے الجزائر پر قبضہ، یورپ کے لیے ایک اہم ترین ہدف بن گیا۔ برطانیہ اور فرانس نے اپنے درمیان اسلامی ممالک کو بانٹنا شروع کیا تو الجزائر فرانس کے حصے میں آیا۔ اور 1830ء میں فرانس نے الجزائر پر باقاعدہ قبضہ کر لیا۔

(1832ء)امیر عبدالقادر کا جہاد

الجزائر میں فرانسیسیوں نے اپنے قدم رکھے ہی تھے کہ مساجد اور خانقاہوں سے جہاد اور مزاحمت کی تحریک شروع ہو گئی۔ 1832ء میں الجزائر کے علمائے کرام، صوفی مشائخ اور قبائلی عمائدین نے الجزائر کے

مغربی شہر وہران میں **امیر عبدالقادر الجزائری**[18] کے ہاتھ پر جہاد کی بیعت کی۔

امیر عبد القادر نے جہاد کی قیادت کی اور 1837ء تک مغربی الجزائر کو آزاد کرا لیا جبکہ 1840ء میں دار الحکومت (الجزائر)[19] کا بھی محاصرہ کر لیا۔ تب فرانس نے اپنا پورا زور لگایا اور نہ صرف یہ کہ مجاہدین کے خلاف جنگ لڑی بلکہ عام الجزائری مسلمانوں پر بھی انتہائی درندگی سے مظالم ڈھائے۔ نتیجتاً امیر عبد القادر کو گرفتار کر کے شام میں ملک بدر کر دیا گیا، جہاں ان کی وفات ہوئی۔ اللہ ان پر رحمت فرمائے، آمین۔ اس طرح الجزائر کی تحریکِ جہاد عارضی طور پہ کمزور ہو گئی۔

فرانس نے قبضہ کرتے ہی الجزائر کو فرانسیسی بنانے کی سیاست شروع کر دی۔ ایک طرف الجزائر میں فرانسیسی آباد کاری کی اور دوسری طرف بھرپور طریقے سے عربی زبان اور الجزائریوں کے اسلامی تشخص کو ختم کرنے کے منصوبے رائج کیے۔ اگرچہ جہادی تحریک کا زور ٹوٹ چکا تھا، لیکن عوام میں مزاحمت اور احتجاج کی کئی تحریکیں جاری رہیں، جن کا یہاں تذکرہ کرنا ممکن نہیں۔ محترم قارئین کو یاد دلاتے چلیں کہ برصغیر کی طرح الجزائر میں بھی تحریکِ جہاد یکسر کبھی ختم نہیں ہوئی۔

شیخ بن بادیس اور جمعیۃ العلماء المسلمین (1931ء)

اللہ تعالیٰ نے الجزائر کو ایک منفرد اور نابغہ روزگار شخصیت **شیخ عبد الحمید بن بادیس**[20] سے نوازا۔ انھوں نے 1931 میں الجزائری علماء کی جماعت **جمعية العلماء المسلمين** کی بنیاد رکھی۔ استعمار

---

[18]- امیر عبد القادر بن محی الدین الحسنی مغربی الجزائر کے شہر معسکر کے قریب 1233ھ-1808ء میں پیدا ہوئے۔ مشہور عالم، صوفی شاعر اور سیاسی وعسکری قائد تھے۔ 15 سال تک جہاد کی قیادت کی۔ وفات دمشق میں 1883ء میں ہوئی۔ انہیں جدید الجزائر کا بانی قرار دیا جاتا ہے۔

[19]- ملک الجزائر کے دار الحکومت کا نام بھی الجزائر ہی ہے۔

[20]- امام عبد الحمید بن محمد بن بادیس صنہاجی 1307-1358ھ (1889-1940ء) الجزائر کے شہر قسنطینہ میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد عثمانی خلافت کے دوران اہم سرکاری عہدوں پر فائز تھے۔ جامعہ الزیتونہ سے فارغ التحصیل ہونے کے علاوہ مکہ اور مدینہ میں بھی علم حاصل کیا۔ عربی ممالک میں اسلامی بیداری کے داعی۔ 1931ء میں جمعیۃ العلماء المسلمین الجزائریین کی بنیاد رکھی۔

کے دور میں اسی جمعیت العلماء کی دعوتی، تربیتی اور علمی سرگرمیوں کی بدولت الجزائر کا اسلامی تشخص اور عربیت محفوظ رہے۔ اور الجزائری قوم دوبارہ سر اٹھانے کے قابل ہوئی۔

اقوامِ عالم کا یہی معاملہ ہے کہ جنگی شکست اور زمین کے چھن جانے کے بعد وہی قوم دوبارہ اٹھ سکتی ہے، جو مضبوط عقیدہ، پختہ نظریات، جداگانہ تشخص اور عہد رفتہ کو حاصل کرنے کے لیے عملی میدان میں اترنے کا جذبہ رکھتی ہو۔ گویا زمینی شکست کھانے کا ایک اہم عنصر خود قوم کی نظریاتی کمزوری ہے۔ اور اس نظریاتی کمزوری کو دور کرنا ہی جہاد کا اوّلین مرحلہ ہے۔ گویا نظریاتی تشخص کی حفاظت کی جدوجہد ہی جہادی تحریک کا پہلا ہدف ہے۔ اور الجزائر میں اس کا سہرا الشیخ بن بادیس اور جمعیۃ العلماء المسلمین کو جاتا ہے۔

عظیم انقلابِ آزادی (1954ء)

دوسری جنگِ عظیم کے آغاز پر فرانس نے الجزائر کے عوام سے وعدہ کیا تھا کہ اگر وہ اس کا ساتھ دیں گے تو انہیں جنگ کے بعد آزاد کر دیا جائے گا۔ چنانچہ دوسری جنگِ عظیم کے اختتام پر 8 مئی 1945ء کو الجزائریوں نے فرانس کی طرف سے آزادی کا وعدہ پورا کرنے کے لیے ایک پر امن مظاہرہ کیا، جسے فرانسیسی فوج نے وحشیانہ طریقے سے کچلتے ہوئے 45 ہزار مسلمانوں کو شہید کر دیا۔ اس واقعے سے الجزائریوں کو یقین ہو گیا کہ قوت کے بغیر آزادی نہیں حاصل کی جاسکتی۔ نیز اس وقت تک شیخ بن بادیس کی محنتوں سے ایک ایسی نسل تیار ہو گئی تھی جس نے 1954ء میں (**الثورة الكبرى**) عظیم انقلاب برپا کیا۔ یہ انقلاب دس سال جاری رہا، یہاں تک کہ بالآخر 1963ء میں الجزائر کو آزادی مل گئی۔

برصغیر کی تحریکِ آزادئ ہند اور قیامِ پاکستان کے برخلاف، یہ انقلاب مسلح انقلاب تھا اور الجزائر کے تمام طبقوں نے اسے پر امن تحریکِ آزادی کی بجائے جہاد ہی شمار کیا۔ باوجود اس کے کہ اس انقلاب میں کئی لادین اور وطن پرست عناصر بھی شامل تھے، لیکن آج تک سرکاری سطح پر اسے جہاد کا نام ہی دیا جاتا ہے اور اس میں شریک ہونے والے افراد کو مجاہدین کہا جاتا ہے۔ اس انقلاب میں دس لاکھ (ایک ملین) سے زائد مسلمان شہید ہوئے۔ اور اسی مناسبت سے الجزائر 'ایک ملین شہیدوں کی سرزمین' سے مشہور ہے۔

باب دوم:
بالواسطہ استعمار کے خلاف جہاد

(1963ء) بالواسطہ استعماری دور کا آغاز

اس دس سالہ تحریکِ انقلاب کے دوران جب فرانس کو یقین ہو گیا کہ اب براہِ راست قبضہ بر قرار رکھنا مشکل ہے، تو اس نے ایسی چال چلی کہ انقلاب کے بعد اقتدار دوبارہ ان تنظیموں کے ہاتھ آئے، جن کی تربیت مغربی نظریات پر کی گئی تھی۔ چنانچہ انقلاب میں **جبهة التحرير الوطني** (قومی آزادی محاذ) کے نام سے بھی ایک پارٹی شامل ہو گئی، جس نے بظاہر جہاد اور آزادی کے عوامی نعرے لگائے، لیکن پسِ پردہ پارٹی کے اندر قوم پرستانہ، اشتراکی اور لبرل نظریات پھیلانا شروع کر دیے۔ اس کے نتیجے میں رفتہ رفتہ پارٹی کے اندر اسلام پسندوں کی گرفت کمزور ہوتی گئی۔ عین آزادی کے وقت یہی پارٹی الجزائر کے عوام کی نمائندہ پارٹی کے طور پہ سامنے آئی، جس کے ساتھ فرانس نے شہر ایویان (Evian) میں 1963ء میں آزادی کے بدلے اپنی مرضی کے کئی معاہدوں کا پابند کیا۔ یہ معاہدے در حقیقت الجزائر پر زور اور زبر دستی سے مغربی نظریات مسلط کرنے، یا یوں کہیے کہ استعمار کو بالواسطہ بر قرار رکھنے کے ضامن تھے۔ اسی لیے اس وقت کے فرانسیسی صدر چارلز ڈی گال (Charles de Gaulle) نے کہا تھا: ''الجزائر کو آزاد کرنا چاہتے ہیں کیا؟ ٹھیک ہے۔ ہم انہیں الجزائر دیتے ہیں اور 30 سال بعد واپس لے لیں گے''۔

الجزائر کا پہلا صدر **هواری بو مدين** اشتراکی فکر سے متاثر بائیں بازو کا عرب قوم پرست تھا، جس نے ملک میں حکمران جماعت (قومی آزادی محاذ) کے تحت یک جماعتی نظام نافذ رکھا۔ اس طاغوتی نظام نے عوامی تحریکوں کو دبانے اور مغربی افکار کو مسلط کرنے کے لیے سخت انتہائی شکنجے اور پولیس گردی کی سیاست اختیار کی۔ لیکن دوسری طرف اشتراکی نظریات اور حکومتی ارکان کی لالچ اور فساد کے سبب، الجزائر کی اقتصادی حالت

انتہائی بری رہی، حالانکہ وہ تیل کے ذخائر سے مالا مال ملک اور دنیا میں تیل پیدا کرنے والا پندرہواں بڑا ملک ہے۔

مسلم ممالک کی افواج کا کردار

الجزائر کی فوج، پاکستان سمیت مسلم ممالک کی تمام فوجوں کی طرح، استعماری طاقتوں کے تسلسل اور ان کے اہداف کے تحفظ کے لیے ہی تشکیل دی گئی تھی۔ یہاں تک کہ الجزائر کے بڑے بڑے فوجی افسران فرانسیسی شہریت کے بھی حامل تھے۔ گویا یہ فرانسیسی فوج کی بی ٹیم تھی۔ بالکل جیسے پاکستان قائم ہوا تو اس کا فوجی کمانڈ انگریز جرنیلوں کے ہاتھ میں رہا اور آج تک یہ فوج برطانیہ اور امریکہ کے فوجی اثر ورسوخ کے تحت کام کرتی ہے۔

اور چونکہ مسلم ممالک کی افواج کو بنایا ہی ان ممالک میں استعماری اہداف کے تحفظ کے لیے تھا، اس لیے ان سب افواج کا ملکی سیاست میں عمل دخل رہا ہے۔ الجزائر بھی اس سے مستثنیٰ نہیں ہے، یہاں تک کہ اُس وقت حکمران پارٹی میں بھی فرانسیسی شہریت رکھنے والے فوجی افسران شامل ہو گئے۔

فرانکفونی تحریک

اگرچہ الجزائر کا صدر عرب قوم پرست تھا، لیکن حکمران پارٹی میں فرانسیسی شہریت کے حامل فوجی افسران کی شمولیت سے رفتہ رفتہ **فرانکفونی** تحریک مضبوط ہوتی گئی۔ 'فرانکفونیت' کا لفظی مطلب تو فرانسیسی زبان کی طرف نسبت ہے۔ لیکن دنیا بھر میں بلاواسطہ استعماری دور کے اختتام پر جیسے برطانیہ نے اپنے مفادات کے تحفظ کے لیے، برطانوی راج کے تحت رہنے والے ممالک کے لیے 'دولت مشترکہ' (Common Wealth) نامی تنظیم بنائی تھی، اسی طرح فرانس نے (فرانکفونی عالمی تنظیم) کے نام پر ان ممالک کی تنظیم قائم کی ہوئی ہے جن پر وہ قابض رہا ہے اور جس کے زیر اثر وہاں کی سرکاری زبان کسی نہ کسی مرحلے میں فرانسیسی رہی ہے۔ اس طرح فرانکفونیت کے تقریباً وہی معنی ہیں جو برصغیر میں استعمار کے زمانے میں

انگریزیت کے تھے۔ ممکن ہے کہ برصغیر سے تعلق رکھنے والے آج کے قارئین اپنے آباء واجداد کے زمانے میں لفظ انگریز کے اوّلین استعمال سے واقف نہ ہوں، تاہم اُس وقت برصغیر کے معاشرے میں اسے غاصب اور ظالم کافر کے لیے استعمال کیا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ جب کسی کو گالی دینی ہوتی تھی تو اسے انگریز یا گورا کہا جاتا تھا۔ اور وجہ واضح ہے کہ برصغیر میں اس زمانے کے باشندوں نے ہی انگریز کا حقیقی چہرہ دیکھا تھا، جو ہر قسم کی انسانیت سے عاری، سفاک اور غاصب ہی تھا۔ بس یہی الجزائر میں فرانکفونی کا مطلب ہے۔

فرانکفونی تحریک کا مقصد صرف فرانسیسی تہذیب کا پرچار نہیں تھا بلکہ اسلام دشمنی اور الجزائر سے اسلام پسندوں کا صفایا کرنا بھی تھا۔ اس کا ایک شاخسانہ یہ تھا کہ آزادی کے عظیم راہنما مرحوم شیخ بن بادیس کی قائم کردہ تنظیم جمعیۃ العلماء المسلمین کے بچے کھچے ارکان کی سرگرمیوں پر آزادی کے بعد پابندی لگادی گئی۔

بومدین کے مرجانے کے بعد 1979ء میں **الشاذلی بن جدید** قومی آزادی محاذ پارٹی کے تحت ہی صدر بنا۔ البتہ بومدین کی اشتراکی، عرب قوم پرست اور نسبتاً فرانس مخالف سیاست کے برعکس، فرانکفونیت کے زیرِ اثر صدر شاذلی نے الجزائر کو دوبارہ فرانسیسی سیاست کے مکمل تابع کر دیا۔ اس طرح فرانکفونی تحریک اور فرانسیسی شہریت کے حامل بڑے جرنیلوں کا اثر و نفوذ اور بڑھ گیا۔ لیکن اقتدار میں بیٹھے لُٹیروں کے سبب الجزائر کی اقتصادی صورت حال میں بہتری کی بجائے مزید تنزلی آئی۔

الجزائر میں جب سے مسلمانوں کو احساس ہوا کہ ان کے ساتھ آزادی کے نام پر دھوکہ ہوا ہے، تب سے حکومتی جبر کے باوجود مختلف مخلص مصلحین نے، جو فرانس کے خلاف جہاد میں بھی شامل رہے تھے، ملک کی دینی اور ثقافتی شناخت کے تحفظ کی دعوت دی اور معاشی وسیاسی حالات درست کرنے کا مطالبہ کیا۔ لیکن حکومت نے ایسی آوازوں کو ظلم اور جبر سے دبانے کی کوشش کی۔ ظلم و ستم کے ان حالات میں کسی بھی ملک میں خفیہ تنظیموں اور مسلح تحریکوں کا ابھرنا کوئی تعجب کی بات نہیں۔ جب کہ الجزائر جیسے ملک میں، جہاں کے غیور عوام کے لیے جہاد کا لفظ کوئی نیا نہیں تھا، وہاں جہاد کا دوبارہ سے زور پکڑنا ایک نظر آنے والی حقیقت تھی، جس سے حکومت ہمیشہ خوف زدہ رہی۔

اسلامی بیداری اور مسلح جہاد

50ء اور 60ء کی دہائی میں قوم پرستانہ اور بائیں بازو کی تحریکوں کے عروج اور زوال کے مقابلے میں 70ء کی دہائی کے وسط سے ہی پورے عالمِ اسلام میں مختلف اسلامی تحریکوں میں تیزی آئی جسے **الصحوة الإسلامية** یا (اسلامی بیداری) کہا جاتا ہے۔ اگرچہ اس وقت یہ بیداری عالمِ اسلام کی طاغوتی حکومتوں کے شدید ظلم و ستم کے مقابلے میں انتہائی دباؤ کے اندر رہی۔

الجهاد ماض الى يوم القيامة

شدید ظلم اور جبر کے باوجود اس عرصے میں بھی اللہ کے ایسے بندے رہے ہیں جنہوں نے حکومتی طاقت کا جواب طاقت سے دیا۔ کیونکہ انھیں اس حقیقت کا پورا ادراک تھا کہ لوہا صرف آگ سے پگھلتا ہے۔ اور جب ظلم و جبر کے ساتھ کفر بھی شامل ہو جائے، تب تو مسلح جدوجہد ایک دینی فرض بن جاتا ہے، جسے مسلمانوں کا عقیدہ زبردست جذبے سے ادا کرنے پر ابھارتا ہے۔ اور جسے اسلام میں فرضِ جہاد سے یاد کیا جاتا ہے۔

چنانچہ الجزائر میں بھی اللہ کے ایک ولی شیخ **مصطفیٰ بو یعلی** رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت میں الجزائر پر قابض کفریہ طاقتوں کے غلام طاغوتی حکمرانوں کے خلاف الجزائر کی پہلی **جدید جہادی تحریک** کی بنیاد رکھی۔

اس تحریک جہاد کو **جدید** اس تناظر میں کہا جا رہا ہے کہ الجزائر میں جہادی تحریکیں تو سقوطِ خلافت سے جاری رہی تھیں۔ اور **پہلی** اس تناظر میں کہا جا رہا ہے کہ بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ الجزائر میں طاغوتی حکمرانوں کے خلاف جہاد 1991ء کی مشہور ہڑتال اور 1992ء میں فوجی انقلاب کے بعد شروع ہوا۔ اگرچہ 1991ء کی تحریکِ جہاد کے مقابلے میں شیخ مصطفیٰ کی تحریک اپنے حجم کے لحاظ سے چھوٹی تھی، لیکن اس کے اثرات خود 1991ء کی تحریک تک پھیلے ہوئے ہیں، جیسا کہ قارئین کو اس کتاب کے مطالعے سے بخوبی اندازہ ہو جائے گا۔ یہ بھی یاد دلاتے چلیں کہ شیخ مصطفیٰ تنہا جہادی سوچ کے حامل نہ تھے، معاشرے میں بے شمار افراد ان کے حامی تھے جن میں مشہور افغان الجزائری مجاہد 'قاری سعید' بھی شامل ہیں۔

یہاں یہ حقیقت دوبارہ دہراتے ہیں کہ بر صغیر سمیت عالمِ اسلام میں کہیں بھی جہاد رکا نہیں۔ ہاں جہاد مختلف مراحل سے گزرتا ہے۔ کمزوری کے مرحلے میں جہاندیدہ شخصیات دعوت اور تربیت کے ذریعے امت کے عقیدے اور نظریات کی اصلاح کرتی رہی ہیں، تاکہ امت کو آئندہ آنے والے عملی میدان میں اتارا جا سکے۔ لہٰذا جہادی عمل حقیقت میں کبھی بھی نہیں رکا اور حدیثِ نبوی ﷺ کے مطابق قیامت تک نہ رک سکے گا۔

(1978ء) قاری سعید رحمۃ اللہ علیہ

قاری سعید کا اصل نام **وہابی بن نصر الدین** تھا۔ اوران کا تعلق الجزائر کی جنوب مغربی ولایت **بشار** سے تھا۔ وہ فرانس کے خلاف لڑنے والے الجزائری مجاہدین میں شمار ہوتے ہیں۔ اور 1978ء سے ہی طاغوتی حکمرانوں کے خلاف جہاد کی تیاریوں میں مصروف ہو گئے۔ ان کے ساتھ فرانس کے خلاف جہاد میں شامل بعض فوجی افسران اور سپاہی اور بعض داعی اور علماء بھی شامل ہو گئے۔

لیکن عملی میدان میں قدم رکھتے ہی قاری سعید پر واضح ہوا کہ الجزائر کی عوام اُس وقت جہاد کے اسباب اور مقاصد سمجھنے سے کافی دور تھی۔ حتی کہ الجزائر کے طاغوتی نظامِ حکومت کے بارے میں شرعی موقف، عوام کیا اکثر داعیوں پر بھی واضح نہیں تھا۔ اس لیے انہوں نے فیصلہ کیا کہ جہاد شروع کرنے کے لیے پہلے وہ خود علمِ شرعی حاصل کریں۔ پس وہ اس غرض کے لیے سرزمینِ حجاز گئے اور وہاں 6 سال تک علمِ دین کے حصول میں مگن رہے۔ وہاں ان کا تعلق مجددِ جہاد شیخ عبد اللہ عزام شہید رحمۃ اللہ علیہ سے ہوا، جس کے نتیجے میں وہ حجاز سے افغانستان گئے اور روس کے خلاف جہاد میں شریک ہو گئے۔ 1991ء میں قاری سعید الجزائر میں جہاد کرنے کے لیے دوبارہ آئے۔ اور بھرپور شرکت کے بعد 1994ء میں ولایت **قسنطینة** کے علاقے **جبل الوحش** میں الجزائری فوج کے ساتھ جھڑپ میں شہید ہو گئے۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ ان کا تذکرہ آگے بھی آئے گا۔

الحركة الإسلامية المسلحة (1979ء)

شیخ **مصطفیٰ بُويَعْلِي** 1940ء میں دارالحکومت کے نواحی علاقے **دراریۃ** میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے فرانسیسی استعمار کے خلاف جہادِ انقلابِ آزادی میں تب شرکت کی جب ان کی عمر 17 سال سے زائد نہ تھی۔ وہ انقلابِ آزادی کے مشہور مجاہدین میں شمار ہوتے تھے۔

شیخ مصطفیٰ بویعلی اور ان کے ساتھیوں کو اسلامی بیداری کے آغاز میں ہی یقین ہو گیا تھا کہ ایسے نظام کے مقابلے میں، جسے طاقت کی زبان کے علاوہ کچھ سمجھ نہیں آتا، اسلامی مملکت کا قیام ایک مسلح انقلابی منہج کے بغیر ممکن ہی نہیں۔ اس لیے فرزندانِ الجزائر کے اس مبارک گروہ نے کافر حکام کے خلاف خروج اور جہاد کی تیاری 1979ء سے ہی شروع کر دی تھی۔ شیخ مصطفیٰ نے اپنی قیادت میں الجزائر کی سب سے پہلی مسلح جماعت **الحركة الإسلامية المسلحة** (مسلح اسلامی تحریک)[21] تشکیل دی۔ شیخ مصطفیٰ ملک کے مختلف صوبوں میں نوجوانوں کے کئی گروہوں کو منظم کرنے میں کامیاب ہوئے۔ لیکن باقاعدہ مسلح سرگرمیاں 80ء کی دہائی کی ابتداء سے پہلے شروع نہ ہو سکیں۔

شیخ مصطفیٰ بویعلی کی تحریک

الجزائری حکومت کی انقلابِ آزادی کے مقاصد سے روگردانی پر شیخ مصطفیٰ بویعلی نے اس دور کے دیگر علماء اور مسلم قائدین کی طرح مطالبہ کیا کہ 1954ء کے ملک کے اسلامی تشخص کو انقلاب کے اصولوں کے

---

[21]۔ شیخ ابو مصعب نے لکھا ہے کہ شیخ مصطفیٰ بویعلی نے جہاد کا اعلان کیا اور **حركة الدولة الإسلامية** کی بنیاد رکھی۔ جبکہ مجاہد ابو اکرم کے مطابق شیخ مصطفیٰ کی تحریک کا نام وہی ہے جو متن میں درج ہے۔ دوسرے مقام پر شیخ ابو مصعب خود لکھتے ہیں کہ **حركة الدولة الإسلامية** شیخ مصطفیٰ کے ساتھیوں کی رہائی کے بعد ان کے ایک رفیق کار **شیخ سعید مخلوفی** کی قیادت میں بنی۔ نیز مجاہد ابو اکرم اور شیخ عاصم ابو حیان نے شیخ مخلوفی کو ہی **حركة الدولة الإسلامية** کا قائد ذکر کیا ہے۔ لیکن واضح اشارہ نہیں دیا کہ آیا وہ شیخ مصطفیٰ کی جماعت کے ارکان میں سے ہی تھے یا نہیں۔

مطابق بحال کیا جائے، وہ انقلاب جس کا نعرہ ہی اسلام اور جہاد تھا۔ نیز حکومت کی کرپشن کے خلاف بھی آواز اٹھائی۔

اس غرض کے لیے شیخ مصطفیٰ بویعلی نے جمعیۃ العلماء سے وابستہ علماء اور داعیوں کے ساتھ رابطے استوار کیے، جن میں شیخ **احمد سحنون**، شیخ **عبد اللطیف سلطانی** اور شیخ **العرباوی** قابل ذکر ہیں۔ شیخ مصطفیٰ انہیں ریاست پر تنقید کرنے اور نظام کے خلاف بولنے پر ابھارتے اور خود بھی عام مسلمانوں کو ابھارنے کی خاطر مسجد **العاشور** میں خطبے دیا کرتے تھے۔

(1982ء)نفاذِ شریعت کا مطالبہ

70ء کی دہائی سے ہی عالم اسلام کی طرح الجزائر کا معاشرہ بھی اسلامی بیداری کی اندرونی اور بیرونی لہروں کی لپیٹ میں آ گیا تھا۔ معاشرے میں یہ بیداری تدریجاً بڑھتی گئی اور مختلف شکلوں میں ظاہر ہوتی رہی۔ آغاز میں اسلام پسندوں کی طرف سے شراب خانوں کے خلاف مہمیں چلیں۔ رفتہ رفتہ مساجد بھرنے لگیں اور خواتین میں حجاب کا رجحان بڑھ گیا۔ اور بالآخر 1982ء میں جمعیۃ العلماء المسلمین سے تعلق رکھنے والے کئی داعی اور چند آزاد مبلغین نے مل کر 14 نکات پر مشتمل مطالبات کی ایک فہرست حکومت کو پیش کی، جس میں بنیادی ہدف اسلامی حکومت کا قیام اور شریعت کے نفاذ تھا۔ ان مطالبات میں اسلامی قیدیوں کی رہائی اور سرکاری اداروں سے دین دشمن افراد کو نکالنے جیسے مطالبات بھی شامل تھے۔ بیداری کے ان قائدین میں شیخ احمد سحنون، شیخ عبد اللطیف سلطانی، شیخ العرباوی اور ڈاکٹر عباسی مدنی بھی شامل تھے۔ آخر الذکر بعد میں الجزائر میں قائم ہونے والی سب سے بڑی سیاسی جمہوری پارٹی کے قائد بھی بنے، جن کا ذکر آگے آنے کو ہے۔

ان مطالبات کے نتیجے میں حکومت نے گرفتاریوں کا ایک سلسلہ شروع کیا، جس کی زد میں تقریباً 400 سرگرم کارکن اور قائدین آئے۔ ان میں علما، داعی، جامعات اور شعبہ تعلیم سے وابستہ اساتذہ سمیت مختلف پیشوں سے تعلق رکھنے والے الجزائر کے مخلص افراد شامل تھے۔ انھی میں سے ایک خود جمعیۃ العلماء کے شیخ عبد اللطیف سلطانی بھی تھے۔

استعمار کی تمام کٹھ پتلی حکومتوں کی طرح الجزائری حکومت نے بھی ایسی تمام آوازوں کو دبانے کے لیے پولیس اور سیکیورٹی اداروں کے ذریعے جبر و تشدد کا طریقہ اپنایا۔ جبر و تشدد کے ساتھ ساتھ عوام الناس کو دھوکہ دینے کے لیے چند نمائشی اقدامات بھی کیے جن میں 1984ء میں ولایت **قسنطینہ** میں ایک بڑی اسلامی یونیورسٹی کا قیام اور عائلی قوانین کو اسلامی شریعت کے قریب لانا شامل تھا۔

برصغیر کے قارئین اسے پاکستان میں نفاذ شریعت کے لیے ہونے والے مطالبے اور ان کے نتائج سے موازنہ کر سکتے ہیں۔

(1986ء) الصومعہ کی کارروائی

شیخ مصطفیٰ بویعلی کے ساتھیوں نے 80ء کی دہائی کے آغاز سے ہی وقفے وقفے سے مختلف علاقوں میں مسلح جدوجہد کا آغاز کر دیا تھا۔ شیخ عسکری کارروائیوں سے پہلے تحریری اور آڈیو بیانات کے ذریعے حکومت کو خبردار کرتے اور ظلم روکنے اور اسلامی نظام نافذ کرنے کی دعوت دیتے۔

شیخ بویعلی کی جماعت کے افراد میں اضافے کے بعد، جن کی تعداد تقریباً ۲۰ ارکان سے بڑھتے بڑھتے 500 سے زائد تک پہنچ گئی تھی، اسلحہ کی شدید قلت کا سامنا تھا۔ اس صورتِ حال میں جماعت نے فیصلہ کیا کہ اسلحہ حاصل کرنے کے لیے صوبہ بلیدہ میں واقع **صومعہ** پولیس ٹریننگ سینٹر پر حملہ کیا جائے۔

یہ شیخ بویعلی کی آخری، اہم ترین اور سب سے نمایاں کارروائی تھی۔ 26 اگست 1986ء کو سنٹر پر حملہ ہوا، جس میں چھوٹے اسلحے اور ذخائر کی ایک مناسب مقدار غنیمت ہوئی[22]۔

---

[22]- اس کارروائی کی غنیمت کی تفصیل کچھ یوں ہے: ۱۰ بندوقیں (ماڈل ماس ۴۵۶)، ۱۲۰ عمومی بندوقیں، ۳۵ مشین گنیں (ماڈل میٹ ۴۹)، ۲۷ پستول (ماڈل سمتھ اینڈ ویسن)، موزر مشین گن، ۱۴۰ مختلف اقسام کے پستول، ۱ راکٹ لانچر، ۲ بھاری مشین گنیں، ۲ کاربائن بندوقیں، ۱۵ گرنیڈ، ۱۲ ہزار پستول کی گولیاں (سمتھ اینڈ ویسن)، ۶ ہزار گولیاں (میٹ ۴۹) مشین گن، مشین گنوں کی گولیوں کے ۱۴۰ ڈبے۔ اور بھاری بندوقوں کی 180 گولیاں۔

اس کارروائی کے بعد حکومت اپنی جملہ مشینری سمیت جماعت بویعلی کے تعاقب میں لگ گئی۔ تعاقب کو 6 ماہ سے زائد نہ ہوئے تھے کہ تنظیم کے اکثر افراد گرفتار ہو گئے۔ جبکہ شیخ مصطفیٰ بویعلی اپنے بعض ساتھیوں کے ہمراہ فرار ہونے میں کامیاب ہو گئے۔

(1987ء) شیخ ابو یعلی کی شہادت

یہاں تک کہ 3 جنوری 1987ء کو دار الحکومت کے نواحی علاقے **الأربعاء** میں سکیورٹی فورس نے شیخ اور ان کے پانچ ساتھیوں پر کمین لگائی، جس میں فائرنگ کے تبادلے کے بعد شیخ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ شہید ہو گئے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

(1988ء) سیاہ انقلاب

80ء کی دہائی کے آخر تک پولیس گردی اور ریاستی ظلم اور جبر کے ساتھ ساتھ الجزائر کی گرتی ہوئی اقتصادی صورت حال اپنی انتہا کو پہنچ گئی تھی۔ ان حالات میں دارالحکومت کے تعلیم یافتہ نوجوان 15 کتوبر 1988ء کو ہزاروں کی تعداد میں سڑکوں پر آ گئے، اور شدید احتجاج اور مظاہروں کا انعقاد کیا جو (روٹی کے مظاہروں) سے بھی مشہور ہوئے۔ ظاہر ہے کہ عام معاشرے کے ساتھ ساتھ اسلامی بیداری کے مختلف دھاروں کا ان مظاہروں میں بھرپور کردار تھا۔

مظاہرین اور پولیس والوں کے درمیان تصادم ہوئے اور آخر کار فوج نے مداخلت کرتے ہوئے 500 سے زائد جوانوں کو ہلاک کر دیا اور لگ بھگ 3500 لوگ گرفتار کیے۔ یہ الجزائری معاشرے میں گویا ایک دھماکہ تھا، جسے بعض لوگ 'کالے اکتوبر' کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

اتنے وسیع اور شدید مظاہروں کو دیکھ کر صدر اور حکومت کو یقین ہو گیا کہ بنیادی تبدیلیاں لائے بغیر محض جبر و تشدد سے حالات پر قابو پانا مشکل ہے، یہاں تک کہ گمان تھا کہ مظاہرین جمہوری محل پر قبضہ کر لیں گے۔ چنانچہ صدر شاذلی ٹی وی پر روتے ہوئے آیا اور لوگوں سے واپس جانے کی التجا کرتے ہوئے ہمہ پہلو اصلاحات کا

اعلان کیا، جن میں یک جماعتی نظام کا خاتمہ، جمہوریت کا فروغ اور سیاسی پارٹیاں بنانے کی آزادی کے ساتھ ساتھ 1989ء میں بلدیاتی انتخابات اور 1991ء میں پارلیمانی انتخابات کا انعقاد شامل تھا۔ اس طرح الجزائر میں ایک نئے دور کا آغاز ہوا۔

باب سوم:
اسلامی جمہوری تحریک

اگلے تاریخی واقعات بیان کرنے سے پہلے مناسب ہے کہ ہم الجزائر میں اسلامی بیداری کے اہم دھاروں، مکاتبِ فکر اور معاشرے میں اسلامی جمہوری پارٹیوں سمیت دیگر لادین پارٹیوں کا ذکر کریں، کیونکہ جہاد کے اگلے دور میں ان سب کا بڑا اہم کردار ہے۔

فصل اوّل: اسلامی بیداری کے دھارے

1988ء کے انقلاب کے بعد جیسے ہی الجزائری معاشرے نے آزادی کے سانس لیے، 70ء کی دہائی سے سرگرمِ عمل لیکن دبی ہوئی اسلامی تحریکیں بھی منظر عام پر آنا شروع ہو گئیں۔ اور ان کے ساتھ ساتھ ان کے باہمی اختلافات بھی ظاہر ہونے لگے۔ ان تحریکوں میں عالمِ اسلام میں پائے جانے والے تقریباً تمام جہادی، اخوانی، سلفی، تبلیغی اور دعوتی رجحانات سمیت محدود پیمانے پر تکفیری رجحانات بھی شامل تھے۔

ان مختلف رجحانات کے باوجود ان تحریکوں کے مجموعی اثر کے طور پر معاشرے میں نفاذِ شریعت کی اہمیت اور طواغیت کے کفر اور ظلم کے مسائل عام ہوئے۔ اور رفتہ رفتہ عوام الناس کی طرف سے نفاذِ شریعت کا مطالبہ زور پکڑنے لگا۔

سیاسی پارٹیوں سے پہلے ہم اسلامی مکاتبِ فکر پر نظر ڈالتے ہیں، کیونکہ اسلامی جمہوری سیاست اور جہادی تحریک پر ان مختلف مکاتب فکر کا بہت گہرا اثر رہا ہے۔

اخوانی نظریات

صدر بومدین کی تمام برائیوں کے باوجود اس نے عرب قوم پرستی میں جو ایک مثبت کام کیا وہ الجزائر کے عربی تشخص کی حفاظت اور تعلیم کو عربی زبان میں رائج کرنا تھا۔ تعلیمی شعبے میں اساتذہ کی کمی پوری کرنے کے لیے اس نے عرب ممالک خاص کر مصر اور شام سے بڑی تعداد میں عربی زبان کے اساتذہ منگوائے۔ ان اساتذہ میں شہید حسن البنا رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھوں مصر میں قائم کی گئی تنظیم **الإخوان المسلمون** سے تعلق رکھنے والے افراد بھی شامل تھے۔ اس طرح باقی عرب دنیا کی طرح الجزائر میں بھی اخوانی سوچ پھیلنا شروع ہوئی۔

اخوانی فکر میں اتنی لچک ہے کہ وہ مختلف قسم کے دیگر نظریات کو بھی اپنے اندر سمو لیتی ہے۔ اس لیے اس ایک ہی جماعت میں سلفی، صوفی، جہادی اور اسلامی جمہوری، ہر قسم کے افراد شامل تھے۔ اور ایک ہی جماعت میں جہاں کئی لوگ جمہوریت پر اندھا اعتماد کرتے تو دوسری طرف دیگر افراد حکمرانوں کو طاغوت اور جمہوریت کو کفر قرار دیتے تھے۔

عموماً حاکمیت اور خروج کے حوالے سے پختہ نظریات کے حامل اخوانیوں کو قطبی کہا جاتا ہے۔ قطبی لوگوں کا دیا ہوا نام ہے، جس کی نسبت اخوان کے ایک راہنما اور اسلام کے مایہ ناز مفکر سید قطب شہید رحمۃ اللہ علیہ کی طرف ہے۔ قطبیوں کا یہ خاصہ ہے کہ وہ نوجوانوں کی ہمہ گیر تربیت پر توجہ دیتے ہیں۔ ہم اسے افراد کی شخصیت کو 'ٹھوس بنیادوں پر استوار کرنے' کا نظریہ کہہ سکتے ہیں۔ اس کے سبب قطبیوں میں بہت سے افرادِ کار پیدا ہوئے۔ جب الجزائر میں جہاد شروع ہوا تو یہ بھی دو گروہوں میں تقسیم ہو گئے، جن میں سے ایک مجاہدین کے ساتھ مل گیا اور مختلف تنظیمی شکلوں میں عسکری کام کو مہمیز دی۔

مالک بن نبی کے نظریات اور الجزأرة

مالک بن نبی رحمۃ اللہ علیہ جن کی وفات 1973ء میں ہوئی تھی الجزائر کے مشہور اسلامی مفکر تھے، البتہ معروف معنی میں عالمِ دین نہ تھے۔ وہ اپنی دعوت میں اسلامی معاشرے کی تمدنی تشکیل پر زور دیتے تھے۔ الجزائر میں اسلام پسندوں پر جبر کے دور میں وہ اپنے گھر میں ہی اپنے پیروکاروں کو درس دیا کرتے تھے۔ ان کے اکثر

پیروکار جدید یونیورسٹیوں کے طلبہ ہوتے تھے۔ اسی وجہ سے ان کی جماعت **جماعة الطلبة** سے مشہور ہوئی۔ مالک بن نبی نے الجزائر کی جدید مرکزی یونیورسٹی میں اسلام پسندوں کے لیے مسجد تعمیر کرنے میں مرکزی کردار ادا کیا۔ عصری علوم کے طلبہ اور عصری جامعات پر توجہ دینے کے سبب جامعات کے اساتذہ، پروفیسر، اسلامی اسکالر اور مختلف علوم وفنون کے جدید تعلیم یافتہ افراد ان کے نظریات سے متاثر ہوئے۔ اس جماعت کے نظریات میں مالک بن نبی کے مخصوص نظریات کے علاوہ جمعیۃ العلماء المسلمین اور اخوان المسلمون کے نظریات بھی شامل تھے۔

چونکہ مالک بن نبی الجزائر کے مسائل کے حل کے لیے الجزائری معاشرے کی خصوصیات کو مد نظر رکھنے پر زور دیتے تھے، اس لیے ان کے مخالف اخوانی رہنما 'محفوظ نحناح' نے سب سے پہلے انہیں **الجزأرة** کا لقب دیا جس کا مطلب الجزائری بنانا ہے۔ ان کی جماعت بعد میں اسی لقب سے مشہور ہوئی، لیکن جماعت کے افراد خود اس لقب کو قبول نہیں کرتے تھے۔

آج کل استاذ **الطیب برغوث** کی سربراہی میں **الجمعية الإسلامية للبناء الحضاري** (اسلامی جمیعت برائے تمدنی تعمیر) ان تنظیموں میں اہم ترین ہے، جو مالک بن نبی کی فکر کی عکاسی کرتی ہے۔

اس تحریک نے آگے جاکر نہ صرف یہ کہ الجزائر کی سب سے بڑی اسلامی سیاسی پارٹی **الجبهة الإسلامية للإنقاذ** کی تشکیل میں ایک اہم کردار ادا کیا، بلکہ ان کے راہنما شیخ محمد السعید 1992ء میں فوجی انقلاب کے بعد **الجماعة الإسلامية المسلحة** کے بھی بڑے راہنما بنے۔ انھیں بعد میں انھی نظریات کے سبب مجاہدین میں سے غالی گمراہ افراد نے قتل کر دیا۔

شیخ عطیۃ اللہ فرماتے ہیں:

”ان پر سلفی الزام لگاتے تھے کہ یہ لوگ فکری، عقل پرست، اخوانی، قطبی اور بدعتی ہیں۔ یہ تمام الزامات صحیح نہیں تھے۔ ان میں بہت سے صالح افراد تھے۔ ان کی اکثریت تعلیم یافتہ

ہوتی تھی۔ اس جماعت میں صحیح باتیں بھی تھیں اور غلط بھی تھیں۔ میں نے ان میں سے کئی شخصیات کو قریب سے دیکھا۔

ان میں ایسے افراد بھی تھے جو داڑھیاں منڈواتے تھے اور روایتی **دشداش**[23] کے بغیر پتلون پہنتے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ اس [سختی کے] مرحلے میں یہی لازمی ہے۔ اور ان کے ہاں فتویٰ بھی تھا کہ داڑھی نہ ظاہر کی جائے۔ اس لیے انہیں **جماعة الحذر** (احتیاط کی جماعت) بھی کہا جاتا تھا۔

لیکن ان کی اکثر قیادت صالح اور دیندار تھی، جو اعلیٰ اسلامی اقدار کی حامل اور انتہائی سمجھدار تھی۔ نیز مردانگی میں بھی کمی نہیں تھی، جس کے سبب انہوں نے جہاد میں بھی اپنا لوہا منوایا۔ مجھے ان کی چند قیادتوں سے ملنے کا اتفاق ہوا"۔

سلفی نظریات

خلافتِ عثمانیہ کے دوران جزیرۂ عرب کے شیخ محمد بن عبد الوھاب رحمۃ اللہ علیہ نے جس تحریک کو برپا کیا، اسے جدید دور میں 'سلفی تحریک' کہا جانے لگا۔ دنیائے اسلام کے دل میں واقع ہونے کے سبب اس تحریک نے عالم اسلام کی بے شمار دیگر تحریکوں پر بھی اپنے اثرات مرتب کیے اور خود بھی وسعت اختیار کرتی گئی۔

نیز سعودی مملکت کے آغاز سے ہی طاغوتی سعودی بادشاہ اپنے مفادات کے تحفظ کے لیے دین کا لبادہ اوڑھنے پر مجبور ہوئے اور پھر دین کو اپنے تابع رکھنے کے لیے 80ء کی دہائی سے ہی سلفی نظریات کی سرکاری سرپرستی کرنا شروع کر دی۔ سعودی بادشاہوں نے اپنی دولت اور عرب دنیا کے 70ء فی صد ذرائع ابلاغ پر قبضے کے ذریعے سلفی نظریات کا خوب پرچار کیا۔ لیکن انجانے میں سعودی فرعونی حکمرانوں نے گویا خود اپنے محل میں موسیٰ کی پرورش کی۔

[23] الجزائر اور دیگر مغربِ اسلامی کے ممالک میں پہنے جانے والا جبہ نما لباس

یہاں یہ واضح کرنا انتہائی اہم ہے کہ خالص سلفی فکر اور سعودیت آلودہ سلفی فکر لازم و ملزوم نہیں ہیں۔ سلفیت کی بڑی چھتری کے تحت مختلف اور بسا اوقات باہم مخالف مکاتبِ فکر نے جنم لیا۔ جیسے **سروری** سلفی اور **جامی مدخلی** سلفی مکاتب ایک دوسرے کی ضد نظر آتے ہیں۔ چنانچہ دیگر اسلامی ممالک کی طرح الجزائر کے نوجوان بھی اپنے اختلافات سمیت سلفی تحریک سے متاثر ہوئے۔

سروری سلفی

سروری مکتبہ فکر کے بانی شام سے تعلق رکھنے والے محمد سرور زین العابدین ہیں (پیدائش 1938ء)۔ شروع میں یہ اخوانی تھے لیکن جب شام میں اخوانیوں پر سختی ہوئی تو شیخ سرور سعودی عرب چلے گئے، جہاں انہوں نے اخوان المسلمون سے تعلق توڑ دیا۔ سعودی عرب میں انہوں نے امام محمد بن عبد الوہاب اور سید محمد قطب کے نظریات کو آپس میں جوڑ دیا اور اپنے پیروکاروں میں ان نظریات کو اخوان کے تحریکی انداز میں پیش کیا جو اس وقت سعودی جوانوں کے لیے انتہائی پر کشش تھے۔ سعودی عرب کی سخت حکومتی گرفت کے تحت ظاہر ہے وہ اپنی کوئی علیحدہ جماعت نہیں تشکیل دے سکتے تھے، اس لیے ان کی فکر کو انہی کے نام سے منسوب کیا گیا۔ اس فکر کو اخوانی سلفی فکر بھی کہا جاتا ہے۔ پہلی خلیجی جنگ کے بعد انہیں اپنے ان نظریات کے سبب سعودی عرب چھوڑنا پڑا۔ وہاں سے وہ لندن گئے اور اپنا مشہور رسالہ نکالنا شروع کیا، جس کا ایک حصہ سعودی حکام کے خلاف ہوتا تھا۔ عجیب بات یہ تھی کہ کسی زمانے میں جمہوریت کو کفر قرار دینے والے اب لندن میں بیٹھ کر خود الجزائر میں اسلامی جمہوریت کی تائید اور مجاہدین کی مخالفت کر رہے تھے۔

جامی مدخلی فکر

اس مکتبۂ فکر کے بانی ایتھوپیا کے عالم محمد امان الجامی (وفات 1416ھ) تھے اور ان کے بعد اس فکر کا پرچار ان کے نمایاں شاگرد سعودی عالمِ دین ربیع المدخلی (پیدائش 1932ء) نے کیا۔ یہ مکتبہ فکر پہلی خلیجی جنگ کے بعد وجود میں آیا اور غالباً سروری مکتبہ کا ردّ عمل تھا۔ مدخلی فکر میں کسی بھی مسلم حکومت کے خلاف بغاوت گویا

اسلام سے بغاوت ہے۔ نیز تمام اسلامی ممالک میں کسی بھی قسم کی پارٹی تشکیل دینا، خاص کر سیاسی پارٹی، اسلام کے منافی ہے۔ کیونکہ ان کے نزدیک اسلام کی ایک ہی پارٹی ہو سکتی ہے اور وہ ملک کے حکمرانوں کی پارٹی ہے۔ ایسے سلفی حضرات نے ہمیشہ الجزائر کی طاغوتی حکومت کا ہی ساتھ دیا اور خروج اور جہاد کی مخالفت کی۔

تکفیریت مائل سلفی فکر

مصر میں حکام کی شریعت سے روگردانی اور اخوان المسلمون پر سربریت کے نتیجے میں طاغوتی جیلوں کے اندر چند جاہل اسلام پسندوں نے تکفیر کے باب میں بغیر ضابطے کے توسع اختیار کیا۔ یہاں تک کہ جو حکمرانوں کی عمومی تکفیر کے قائل نہیں تھے، انہیں بھی کافر قرار دینا شروع کر دیا۔ اور اس حد تک چلے گئے کہ ان میں سے بعض کے ہاں عوام الناس کا جب تک عقیدہ واضح نہ ہو جائے، انہیں کافر نہیں تو مسلمان بھی نہیں قرار دیا جا سکتا تھا۔ نیز ایسے جوانوں میں عمومی تنگ نظری کے سبب دین اور دنیا کے بارے میں غلط تصورات بن بیٹھے۔

الجزائر میں ان افکار سے متاثر جوان اکثر دار الحکومت اور دیگر وسطی علاقوں میں پائے جاتے تھے۔ ان میں سے کئی کا تعلق دار الحکومت میں قائم سلفی جماعت **جماعة الأمر بالمعروف والنہی عن المنكر** سے تھا[24]۔ لوگ ایسے افراد کو 'دار الحکومت کے سلفی' بھی کہتے تھے۔ جہادِ الجزائر میں بڑی گمراہی انھی افراد کے ہاتھوں پھیلی۔

سلفی جہادی فکر

ان انتہاؤں کے مقابلے میں معتدل روایتی سلفی فکر بھی موجود تھی، جو طاغوتی حکام کے خلاف خروج اور جہاد کو جائز سمجھتی تھی اور جمہوری منہج کو غلط قرار دیتی تھی۔ لیکن تکفیر کے معاملے میں شریعت کے مطابق احتیاط سے کام لیتی تھی۔ ان میں مشہور داعی اور شیخ **علی بلحاج** سر فہرست تھے۔ شیخ علی بلحاج کی تحریریں،

---

[24] - شیخ ابو مصعب سوری کا کہنا ہے کہ یہ پوری جماعت ہی تکفیریت اور تنگ نظری میں مبتلا تھی۔ لیکن دیگر حضرات اس صراحت سے اس جماعت سے تکفیری سوچ کی نسبت نہیں کرتے۔ اگرچہ وہ اس پر متفق ہیں کہ دار الحکومت اور دیگر وسطی ولایتوں میں تکفیریت زیادہ تھی۔

دروس اور مجالس کا مرکز اور محور نفاذِ شریعت ہوتا تھا۔ نیز شیخ مصطفیٰ بویعلی کی تحریک کے باقی ماندہ افراد جو جیلوں سے رہا ہوئے، خاص کر شیخ **سعید مخلوفی** بھی سلفی جہادی فکر کے حامل تھے۔

افغان جہاد کے نظریات

80ء کی دہائی کے نصف سے اسلامی بیداری کے ساتھ ساتھ افغان جہاد کی آواز بھی زور پکڑنے لگی تھی۔ روس مخالف امریکی سیاست کی تابعداری میں غلام عرب حکومتوں نے جہاد میں شرکت پر آمادہ نوجوانوں کو چھوٹ دے رکھی تھی۔ الحمدللہ مجاہدین نے اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے روس کے بعد خود امریکہ کے خلاف بھی جہاد کا اعلان کیا جو اب تک جاری ہے۔ اس طرح سینکڑوں الجزائری جوان بھی جہادِ افغانستان میں شریک ہوئے، جنہیں 'الجزائری عرب افغان' کہا جانے لگا۔

روس کے جانے کے بعد افغانی جہادی جماعتوں کی اندرونی چپقلش اور خانہ جنگی پیدا ہوئی، تو بہت سے الجزائری مجاہدین الجزائر میں طاغوتی حکمرانوں کے خلاف جہاد کی تیاری کرنے لگے۔ ان میں سب سے نمایاں قاری سعید تھے، جن کا پہلے بھی ذکر گزر چکا ہے اور آگے بھی آئے گا۔ نوّے کی دہائی کے آغاز سے ہی الجزائر کے ہر شہر اور علاقے کے افغان پلٹ مجاہدین اپنے اپنے گروپ تشکیل دینے لگے، جن کا کام عوامی خدمت، مہمان خانوں کا قیام اور عسکری تدریب تھا۔

یہ ذہن میں رہے کہ اس زمانے میں جہادِ افغانستان میں شرکت کے لیے ترتیبات اکثر اخوان المسلمون کی سرپرستی میں ہوتی تھیں۔ لیکن افغانستان جانے والے الجزائری مجاہدین مختلف فکری اور تنظیمی پس منظروں سے ہونے کے باوجود، مصر اور لیبیا سے تعلق رکھنے والے مجاہدین کے برعکس، اکثر انفرادی حیثیت میں جاتے تھے نہ کہ جماعتی حیثیت میں۔ اور سب الجزائری مجاہدین پشاور میں **مضافة المهاجرين** نامی ایک ہی مہمان خانے میں ٹھہرتے تھے۔ اس وقت افغانستان میں الجزائری مجاہدین کی تعداد ایک ہزار سے زیادہ ہو گی۔ افغان جہاد میں شامل افراد کے نظریات سلفی، اخوانی اور جہادی افکار کا مجموعہ تھے۔ ان میں سے بعض اخوان کی طرف

مائل ہوتے تو بعض سلفیت کی طرف۔ لیکن سب جہاد پر متفق تھے۔ اس حوالے سے یہ گروہ دیگر نظریات کے مقابلے میں جدا نظر آتا تھا۔

دیگر اسلامی دھارے

ان کے علاوہ الجزائری معاشرے میں روایتی طور پہ صوفی، اصلاحی اور تبلیغ و دعوت کے دھارے بھی شامل تھے۔ یوں 80ء کی دہائی میں سیاسی آزادی کے ساتھ ایک ہی معاشرے میں عالم اسلام میں پھیلی ہوئی مختلف اقسام و انواع کی اسلامی بیداری کی تحریکیں ظاہر ہونے لگیں۔

فصل دوم: سیاسی پارٹیاں

اوپر مختلف اسلامی مکاتبِ فکر کا ذکر ہوا۔ لیکن اگلے دور کے واقعات بیان کرنے کے لیے 1988ء کے انقلاب کے بعد الجزائر کے سیاسی میدان میں ابھرنے والی دینی اور لادینی سیاسی پارٹیوں کا تذکرہ بے حد ضروری ہے۔ کیونکہ جہادِ الجزائر کے تیسرے دور میں مسلم ممالک میں جمہوری سیاست اور اس کے نتائج کا اہم کردار ہے۔

الجزائر کے سیاسی نقشے پر اس وقت بنیادی طور پہ تین قوتیں کام کر رہی تھیں:

1- فوج کے اثر ورسوخ کے تحت چلنی والی لادین آمرانہ حکومت۔
2- حزبِ مخالف کی لادینی جماعتیں، جن میں ہر قسم کے مغربی نظریات کی حامل جماعتیں پائی جاتی تھیں۔
3- اسلامی بیداری کے مختلف و متنوع دھارے۔ جن میں اسلامی جمہوری جماعتوں سے لے کر حکومت کے حامی سلطانی درباری قسم کے افراد بھی تھے۔

الجبهة الإسلامية للإنقاذ

1982ء میں جمعیۃ العلماء المسلمین کی طرف سے نفاذِ شریعت کے مطالبے کی کڑیاں ظلم و جبر کے نتیجے میں جہاں سے ٹوٹی تھیں، 1988ء کی آزادیوں کے بعد وہیں سے جڑ گئیں۔ چنانچہ سیاسی آزادی ملتے ہی جمعیۃ العلماء المسلمین سے تعلق رکھنے والے بزرگ شیخ احمد سحنون کی صدارت میں **رابطة الدعوة** نامی کونسل تشکیل پائی تاکہ تمام دینی جماعتوں کے لیے ایک چھتری کا کردار ادا کرے۔ آغاز میں اس کونسل میں درج ذیل شخصیات اور تنظیمیں نمایاں تھیں:

1- **جمعية العلماء المسلمين** سے تعلق رکھنے والے ڈاکٹر عباسی مدنی
2- سلفی افکار کے حامل آزاد مبلغ شیخ علی بلحاج

3- اخوانی افکار کے حامل محفوظ نخناح کی **حركة المجتمع الإسلامي** اور عبد اللہ جاب اللہ کی **حزب النهضة الإسلامية**

4- مالک بن نبی کے افکار کے حامل شیخ محمد السعید اور عبد الرزاق رجام، **جماعة البناء الحضاري**

5- شیخ مصطفیٰ بویعلی کی تحریک سے تعلق رکھنے والے شیخ عبد القادر شبوطی اور شیخ سعید مخلوفی، **حركة الدولة الإسلامية** جسے **الحركة الإسلامية** بھی کہا جاتا ہے۔

6- ان کے علاوہ دیگر دھاروں سے تعلق رکھنے والی شخصیات بھی شامل تھیں۔

شروع میں اس کونسل کا مقصد افکار، عقائد اور اخلاق کی اصلاح اور معاشی صورتِ حال میں بہتری لانا تھا۔ پھر اسی پلیٹ فارم سے شیخ ڈاکٹر عباسی مدنی نے ایک وسیع المشرب اسلامی سیاسی محاذ بنانے کی دعوت دی، تاکہ اسلامیانِ الجزائر ایک مضبوط اور متحد قومی صورت میں انتخابات میں حصہ لیں۔ اس دعوت میں ان کے ساتھ سلفی شیخ علی بلحاج بھی شامل ہو گئے۔ جبکہ شیخ محمد السعید نے پہلے انکار کیا، البتہ بلدیاتی انتخابات میں کامیابی کے بعد وہ بھی شامل ہو گئے۔ لیکن اخوانی رہنما محفوظ نخناح اور عبد اللہ جاب اللہ نے شروع سے ہی اس سوچ کی مخالفت کی اور اپنی اپنی علیحدہ پارٹیاں تشکیل دیں۔

اس طرح مختلف اسلامی دھاروں اور شخصیات سے مل کر **الجبهة الإسلامية للإنقاذ** (اسلامک سالویشن فرنٹ یا اسلامی محاذ برائے نجات) کے نام سے الجزائر کی تاریخ کی سب سے بڑی سیاسی اسلامی پارٹی تشکیل پائی۔

اس جماعت نے معاشرے میں دعوت اور دینداری پھیلانے میں بڑا کردار ادا کیا۔ چونکہ اس میں اسلامی بیداری کے مختلف مکاتبِ فکر اور انفرادی شخصیات نے شرکت کی تھی، اس لیے عوام الناس کو ان کے اسلامی، سیاسی اور اصلاحی پروگرام پر اطمینان تھا اور عوام الناس کا جمِ غفیر بھی اس پارٹی میں شریک ہوا۔

جبہہ انقاذ صرف سیاسی میدان میں ہی آگے نہیں تھی بلکہ اس کے پاس معاشرتی، معاشی اور دیگر میدانوں میں بھی کافی اصلاحی پروگرام تھے۔ پھر مزید یہ کہ جبہہ انقاذ نے عوام کو دعوت دینے کے لیے اسلامی حکومت کے عمومی خاکے کو جذباتی انداز میں پیش کیا۔ اور یہ بھی حقیقت ہے کہ الجزائر میں مسلمانوں کی اکثریت، تمام

مسلم ممالک کے عوام کی طرح اسلام پسندوں پر اعتماد کرتے تھے۔ اس طرح جبہہ انقاذ الجزائر میں سب سے بڑی سیاسی پارٹی بن کر ابھری۔

شیخ عطیۃ اللہ فرماتے ہیں:

”جبہہ انقاذ کا نام ہی انقلابی تھا اور تھے بھی انقلابی۔ ان کا منہج کافی حد تک درست اور واضح تھا۔ حاکمیت کے مسئلے کے بارے میں وہ انتہائی واضح تھے کہ موجودہ حکومت کافر اور مرتد ہے۔ جبہہ انقاذ اگرچہ کسی خاص مدرسے یا تحریک کے تابع نہ تھی، لیکن سلفی طرز غالب تھا اور کچھ تحریکی طرز بھی تھا، کیونکہ اس نے اخوانی اور کئی مقامی الجزائری جماعتوں کے تجربوں سے فائدہ اٹھایا تھا۔ جبہہ انقاذ بکھری ہوئی شخصیات سے بنا تھا جو ایک سیاسی پارٹی کی صورت میں کام کرنے کے لیے جمع ہوئے تھے“۔

ڈاکٹر عباسی مدنی

جبہہ کا جمہوریت کے حوالے سے منہج بہت منفرد رہا۔ ایک طرف شیخ ڈاکٹر عباسی مدنی تھے جو یونیورسٹی کے پروفیسر اور مشہور داعی تھے۔ شیخ عباسی مدنی فرانس کے خلاف جہادِ آزادی میں بھی شریک رہے تھے۔ اور انہوں نے آمرانہ حکومت کے دوران بھی دعوتی سرگرمیاں جاری رکھی تھیں۔ چنانچہ 1982ء میں نفاذِ شریعت کے مطالبے میں ان کا نام بھی آتا ہے۔ البتہ انہیں معتدل دینی راہنماؤں میں شمار کیا جاتا تھا اور ان کا انداز بیان بھی اپنے ساتھی شیخ علی بلحاج سے زیادہ نرم ہوتا تھا۔ جبہہ انقاذ میں ان کی شمولیت سے اسلامی بیداری کی تحریک، الجزائری آزادی کی تحریک کا تسلسل بن کر سامنے آئی۔

شیخ عطیۃ اللہ فرماتے ہیں:

”عباسی مدنی اپنے تمام خطبوں اور تقاریر میں مسئلہ حاکمیت پر زور دیتے تھے اور حکومت کا کفر واضح کرتے تھے۔ اس بارے میں انہیں کوئی شک نہیں تھا۔ بات یہ تھی کہ انہیں عوامی تائید کا اتنا یقین تھا کہ وہ سمجھتے تھے کہ سیاسی موقع سے فائدہ اٹھانا چاہیے“۔

شیخ علی بلحاج

شیخ عباسی مدنی کے مقابلے میں ان سے عمر میں چھوٹے اور ان سے زیادہ اصول پسند نظریات کے حامل شیخ علی بلحاج تھے۔ شیخ علی بلحاج قرآن وسنت کو قانون سازی کا واحد ماخذ تسلیم کرتے تھے اور شریعت کے خلاف قانون کو کفر والحاد قرار دیتے تھے، چاہے وہ عوامی اکثریت سے ہی کیوں نہ بنا ہو۔ شیخ علی بلحاج برملا اعلان کرتے تھے کہ وہ جمہوریت کو محض ایک تکنیک کے طور پہ استعمال کر رہے ہیں اور در حقیقت جمہوریت اپنی اصل میں کفر ہے۔ جمہوریت کو وہ ایک سے زائد مرتبہ کفر قرار دے چکے تھے۔

حکمرانوں کے خلاف بغاوت کے بارے میں بھی انہوں نے مشہور فقہی مقالہ **فصل الکلام فی الخروج علی الحکام** لکھا تھا۔ یہ مقالہ اس دور میں بڑے پیمانے پر تقسیم کیا گیا۔ ان کا موقف تھا کہ انہوں نے جمہوریت کو محض اس لیے اپنایا ہے کہ انہیں یقین ہے کہ جبہہ کو زبردست عوامی حمایت حاصل ہے اور وہ انتخابات میں اتنی بھاری اکثریت سے منتخب ہوں گے کہ ان کی پارٹی کا پارلیمنٹ میں بھی راج ہو گا اور وہی آئندہ ملک کے صدر کو منتخب کرے گی۔ پھر وہ ایوانوں میں ہی جمہوریت کو کالعدم قرار دے کر اسلامی شریعت نافذ کر دے گی۔

اسی بنا پر الجزائر کے تمام اسلام پسندوں نے انہیں قبول کیا، سلفیوں میں سے مائل بہ تکفیر نے بھی اور اخوانیوں میں سے مائل بہ جمہوریت نے بھی۔

اب تک اسلام پسندوں میں سے جن حضرات نے بھی جمہوریت میں شرکت کا جواز پیش کیا ہے، ان میں شیخ علی بلحاج کا موقف شریعت کے نزدیک ترین نظر آتا ہے۔ لیکن یہی جبہہ انقاذ کی مخالفت کرنے والی جمہوریت پرست دینی اور لادینی پارٹیوں کی قوی ترین دلیل بھی تھی اور اسی کے سبب ان سب نے مل کر جبہہ انقاذ کی کامیابی پر احتجاج کیا اور فوجی انقلاب کی تائید کی۔ ان کا موقف تھا کہ جبہہ انقاذ تو جمہوریت پر صرف اس لیے راضی ہوئی ہے تاکہ اسے ختم کر دے۔

شیخ عطیۃ اللہ شیخ علی بلحاج کے بارے میں فرماتے ہیں:

"مشہور عالم اور مقرر ہیں۔ ہزاروں افراد ان سے عقیدت رکھتے تھے اور ان کی تقریریں سننے کے لیے دیوانہ وار جمع ہوتے تھے۔ وہ شہروں میں گھومتے پھرتے اور بڑی مسجدوں میں تقریریں کرتے تھے۔ میں انہیں نیک اور صالح سمجھتا ہوں۔ ان میں برکت، سچائی، اخلاص اور دین کی غیرت ہے۔ وہ جبہہ کے روح رواں تھے، اگر وہ جبہہ میں نہ ہوتے تو جبہہ کچھ نہ کر سکتی تھی"۔

شیخ محمد السعید

شیخ **محمد السعید بلقاسم الوناس** کا تعلق قبائل کے علاقے سے تھا۔ وہ یونیورسٹی میں پروفیسر تھے اور شروع سے ہی دینداری میں مشہور تھے۔ انہوں نے دعوتی میدان میں بہت سرگرمی دکھائی۔ 1988ء کے انقلاب کے وقت وہ **جماعۃ البناء الحضاری** کے سربراہ تھے۔ ان کا جبہہ انقاذ کی تشکیل میں اہم کردار رہا اور جبہہ کے قائدین ڈاکٹر عباسی مدنی اور شیخ علی بلحاج کی گرفتاری کے بعد جبہہ کے تیسرے بڑے رہنما کے طور پہ سامنے آئے۔

جب الجزائر میں جہاد بھرپور انداز میں شروع ہوا تو شیخ محمد السعید اپنی تحریک سے وابستہ بہت سے افراد سمیت شیخ ابو عبد اللہ کے زیر امارت مجاہدین کے درمیان اتحاد میں ضم ہو گئے۔ انہیں 1995ء میں غالی اور گمراہ مجاہدین نے ان کے نظریات کے سبب دھوکہ دے کر قتل کر دیا۔ اللہ ان پہ رحم فرمائے اور اللہ امت کو غالی تکفیریوں کے شر سے نجات دے، آمین۔

شیخ عطیۃ اللہ فرماتے ہیں: "شیخ محمد سعید کو میں نیک، صالح، تعلیم یافتہ، عالم اور داعی سمجھتا ہوں"۔

شیخ عبد القادر شبوطی

شیخ عطیۃ اللہ فرماتے ہیں:

"شیخ مصطفی بویعلی کے ساتھ فرانس کے خلاف جہاد میں شامل مشہور مجاہدین میں سے تھے۔ اور شیخ مصطفی بویعلی کے ساتھ ان کی تحریک میں شامل تھے۔ شیخ مصطفی بویعلی کی گرفتاری کے بعد بھاگ نکلے تھے، اور لمبے عرصے تک حکومت سے چھپ کر پہاڑوں اور دیہاتوں میں ہی رہے۔ بعد میں حکومت ان کا قصہ بھول گئی"۔

اخوانی تنظیمیں

جبہہ انقاذ کے علاوہ جمہوری اسلامی تحریکوں میں سے اخوانیوں نے ہی اپنی علیحدہ سیاسی پارٹیاں بنائی تھیں۔ 1988ء کی سیاسی آزادی کے وقت الجزائر میں اخوان المسلمون کی دو تنظیمیں فعال تھیں۔ عالمی اخوان المسلمون کی الجزائری شاخ کے صدر محفوظ نحناح نے **حركة المجتمع الإسلامی**[25] (اسلامی معاشرہ کی تحریک) کے نام سے پارٹی تشکیل دی تھی۔ انھوں نے جبہہ انقاذ کی تشکیل کے وقت نہ صرف شمولیت سے انکار کیا تھا بلکہ جبہہ کو پیش آنے والی شدید آزمائشوں کے باوجود، پوری زندگی جبہہ کی مخالفت کرتے رہے۔ نیز وہ مجاہدین کے بھی سخت ترین مخالفین میں سے تھے۔ ان کا انتقال 2002ء میں ہوا۔

جبکہ مقامی اخوانیوں کے راہنما عبد اللہ جاب اللہ نے **حزب النهضة الإسلامية** (اسلامی ترقی پارٹی) کے نام سے پارٹی تشکیل دی تھی۔ ان کے نظریات اخوانی اور مقامی الجزائری اسلامی بیداری کے افکار کا مرکب تھے۔ لیکن وہ بھی جبہہ انقاذ اور مجاہدین کے مخالف تھے، البتہ براہِ راست مخالفت کی بجائے ڈھکے چھپے الفاظ میں

[25] - شیخ ابو مصعب سوری نے اس کا نام **حركة مجتمع السلم** (پر امن معاشرے کی تحریک) ذکر کیا ہے۔ جبکہ ویکی پیڈیا میں متن میں درج شدہ نام ہے۔

کرتے تھے۔ وقت کے گزرنے اور دباؤ بڑھنے کے ساتھ ساتھ ان کے نظریات **مکمل** طور پر قومی جمہوری نظریات میں تبدیل ہو گئے۔

اخوان کے یہ دونوں قائدین آخری وقت تک الجزائر میں ہونے والے تمام خون خرابے کا الزام ڈاکٹر عباسی، شیخ بلحاج اور جبہہ پر لگاتے رہے۔

اہم لادینی پارٹیاں

لادین پارٹیوں میں سب سے بڑی حکمران پارٹی **جبہة التحرير الوطني** خود تھی، جس نے 40سال سے زیادہ مدت کے لیے الجزائر میں آہنی قبضے سے اکیلے حکمرانی کی تھی۔ اس کے علاوہ مندرجہ ذیل لادین پارٹیاں تھیں:

جبہة القوى الاشتراكية (اشتراکی قوتوں کا محاذ)، جس کی قیادت 'آیت احمد' کرتا تھا۔ انتخابات میں اسلامیوں کی کامیابی کے بعد اس نے جبہہ کے خلاف مظاہرے کیے، جس میں حکومت اور مغربی طاقتوں کو اسلامی بنیاد پرستی کے خطرے سے ڈراتا رہا۔

حزب التجمع من أجل الثقافة والديموقراطية (جمعیت برائے تہذیب وجمہوریت)، یہ اسلام پسندوں کے خلاف سخت ترین پارٹی تھی جو الجزائری معاشرے سے اسلام پسندوں کا صفایا اور سیاسی کردار پر مکمل پابندی کی دعوت دیتی رہی۔ اس کا سربراہ 'سعید سعدی' تھا۔

اشتراکی پارٹی، جس کی سربراہ خاتون 'لویزا حنون' تھی۔

فصل سوم: انتخابات اور فوجی انقلاب

اسلامی بیداری کے دھارے اور سیاسی پارٹیوں کا تذکرہ کرنے کے بعد دوبارہ تاریخی واقعات کی طرف لوٹتے ہیں۔

(1989ء) بلدیاتی انتخابات

1988ء کے انقلاب کے بعد حسبِ وعدہ 1989ء میں بلدیاتی انتخابات ہوئے۔ بلدیاتی انتخابات کے نتیجے سے ظاہر ہوا کہ جبہہ انقاذ نے حکومتی پارٹی سمیت تمام دیگر دینی اور لادینی پارٹیوں پر زبردست کامیابی حاصل کی ہے۔ الجزائر کی 48 ولایتوں میں سے 32 ولایتوں میں جبہہ جیتی۔ بلدیاتی نظام سنبھالتے ہی جبہہ کے ارکان نے اخلاص سے عوام کی خدمت شروع کر دی، جس کا الجزائر میں عرصے سے فقدان تھا۔ اس سے جبہہ کو مزید عوامی تائید حاصل ہوئی۔ بلدیاتی کامیابی اور عوامی حمایت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے جبہہ نے پارلیمانی انتخابات کے لیے انتھک محنت شروع کر دی۔

(1990ء) اسلام پسندوں کی رہائی

اپنی تاسیس کے وقت سے ہی جبہہ کو بھرپور عوامی حمایت حاصل تھی اور وہ قوم کے مختلف طبقوں کو اپنے ایجنڈے پر چلانے میں کامیاب ہو چکی تھی۔ اس بنا پر اس کے مطالبات میں سے ایک اہم ترین مطالبہ یہ تھا کہ ان اسلام پسند قیدیوں کو رہا کیا جائے جنہیں 80ء کی دہائی میں اسلامی نظام کے مطالبے پر سزائیں سنائی گئی تھیں۔ چنانچہ عوامی دباؤ کے تحت صدر شاذلی نے صدارتی معافی نامہ جاری کر دیا۔ اس معافی نامے کے تحت جولائی 1990ء میں بہت سے اسلام پسندوں سمیت شیخ مصطفی بویعلی کی جماعت سے تعلق رکھنے والے قیدیوں کو بھی رہا کر دیا گیا، جن میں نمایاں ترین شیخ **منصوری الملیانی** تھے۔

جیل سے نکلنے کے بعد جماعت بویعلی کے ارکان چاہتے تھے کہ وہ آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ ترتیب بنا کر کے عسکری کارروائیاں شروع کریں۔ لیکن اسلامی سیاسی عمل کے دوران یہ ممکن نہ رہا۔

(مئی 1991ء) جبہہ کی عام ہڑتال

سابقہ حالات میں ملک بھر میں اسلامی سرگرمیاں عروج پر پہنچ چکی تھیں۔ بلدیاتی انتخابات میں جبہہ کی زبردست کامیابی سے جب حکومت کو شدید خطرہ لاحق ہوا تو اس نے جبہہ کے خلاف مختلف ہتھکنڈے استعمال کرنا شروع کیے، جن میں قائدین تک کو نشانہ بنایا جانے لگا۔ اس کے نتیجے میں جبہہ نے بھی جلسے جلوس اور ہڑتالوں اور مظاہروں کا سلسلہ شروع کر دیا۔ کئی مظاہروں میں لاکھوں کی تعداد میں افراد شریک ہوئے۔ ان سب میں بڑا احتجاج جبہہ کی طرف سے اعلان کردہ 25 مئی 1991ء کی عام ہڑتال تھی۔ عوام نے دھرنے شروع کر دیے۔ عوام دار الحکومت کے میدان **ساحة الشہداء**، **ساحة اول نوفمبر** اور دیگر علاقوں میں خیمے لگا کر دھرنے میں بیٹھ گئے۔ اس طرح ملک بھر میں ہڑتال ہو گئی۔ یہ ہڑتال سول نافرمانی کے قریب قریب تھی۔ فوج نے عوام پر گولیاں برسائیں اور ہزاروں شہید ہوئے۔

جبہہ کے قائدین کی گرفتاریاں

اس کے بعد جبہہ کا حکومت کے ساتھ تصادم ہوا اور حکومت نے حالات پر قابو پانے کے لیے گرفتاریاں شروع کر دیں۔ جبہہ کے دونوں بڑے شیوخ ڈاکٹر عباسی مدنی اور علی بلحاج کو حکومت نے... کارکنان کی طرف سے بغیر کسی مزاحمت کے... کئی ہزار مظاہرین کے جلسے سے گرفتار کر لیا۔ کئی لوگوں کا خیال ہے کہ جبہہ کی شوریٰ نے شیخ عباسی مدنی کے تصادم اور مقابلے کے حکم پر عمل نہیں ہونے دیا۔

شیخ عباسی مدنی کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ گرفتاری کے وقت جب ان کے حامیوں نے تجویز دی کہ آپ بھاگ نکلیں تو انہوں نے انکار کیا اور کہا کہ میں چوروں کی طرح نہیں بھاگوں گا، میں امت کا نمائندہ ہوں۔ جبکہ ان کے نائب شیخ علی بلحاج نے اس سے بھی مزید حیران کن انداز میں ٹی وی اسٹیشن کا رخ کرنا چاہا، تا کہ فوج کے ساتھ اپنی گرفتاری اور انتخاب کے حوالے سے مناظرہ کریں۔ اس حسنِ ظن کے مقابلے میں حکومت نے ان پر 14 سال قید کی سزا لگا دی۔ اس سے مجاہدین کے موقف کی مزید تائید ہوئی کہ تبدیلی طاقت سے ہی آئے گی۔

جبہہ انقاذ کی قیادت کے بعض افراد... جنہیں حکومت کی چالوں کا اندازہ تھا... پہلے ہی بھاگ نکلے تھے، جن میں شیخ محمد السعید اور شیخ عبد القادر شبوطی بھی شامل تھے۔

(نومبر 1991ء) قمار کی کارروائی

ان گرفتاریوں کے بعد سے ہی مسلح جدوجہد کا آغاز ہو گیا تھا، اگرچہ بڑے پیمانے پر جہاد کا آغاز 1992ء میں فوجی انقلاب کے بعد ہوا۔ فوجی انقلاب سے پہلے مشہور ترین کارروائی قمار کی تھی۔

21 نومبر 1991ء میں وادی **سوف** میں واقع شہر **قمار** کے فوجی کیمپ پر افغان پلٹ الجزائری مجاہد 'ابو سہام افغانی' کی کمانڈ میں مجاہدین نے حملہ کیا۔ مجاہد **عبد الرحمن قماری** مئی 2000ء میں اپنے ریکارڈ کیے گئے بیان میں قمار کی کارروائی کے بارے میں کہتے ہیں:

> "جب ہمارے پاس ابو سہام آئے اور انہوں نے جہاد کے لیے بے تاب جوانوں کو پایا، تو ہم نے کارروائی کے لیے لیبیا سے تیاری اور اسلحہ کی خریداری شروع کر دی۔ لیکن جب سرحد کے قریب فوجی کیمپ قمار پر حملہ کرنے کا عین وقت آن پڑا، تو شیخ **عمر لزعر** رحمۃ اللہ علیہ نے... جو جبہہ انقاذ کی طرف سے قمار بلدیہ کے چیئرمین تھے... رابطہ کیا اور کارروائی روکنے کا مطالبہ کیا۔ وہ 15 دن قبل ابو الحسین قماری کے گھر میں کئی دیگر مجموعوں کے سربراہوں کے ساتھ کارروائی شروع کرنے کے لیے اجلاس منعقد کر چکے ہیں۔ اور انہوں نے خود کارروائی انجام دینے کا عہد و پیمان اور بیعت دے رکھی ہے۔

قمار کی یہ کارروائی دیگر 13 کارروائیوں میں سے ایک تھی جو کہ قریب قریب ایک ہی وقت میں ہونی تھیں۔ دیگر کارروائیوں میں سے چند حسب ذیل ہیں:

- ابو انس کی قیادت میں ولایت **تلمسان** میں۔
- ابو ساریہ کی قیادت میں ولایت **تیارت**، **معسکر** اور دار الحکومت میں۔

- **احمد الود** کی قیادت میں ولایت **ورقلة**، **حاسی مسعود** کے شہر اور ولایت **تبسة** میں۔
- اسی طرح دیگر علاقوں میں بھی جن میں سے بعض میں بھول گیا ہوں۔

بہر حال ہم نے قمار کی کارروائی کی اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں کامیابی بھی دی۔ ہمیں 50 کلاشنکوف اور گولیوں کی بڑی مقدار غنیمت ہوئی۔ ہمارے تین ساتھی زخمی ہوئے۔ آپ کے علم میں رہے کہ ہدایت یہ تھی کہ کیمپ میں کسی بھی فوجی کو قتل نہیں کرنا۔ کیونکہ یہ پہلی کارروائی تھی اور الجزائری فوج کے اکثر اہلکاروں کو جہاد کی حقیقت کے بارے کوئی علم نہیں تھا۔ اس کے باوجود ان 6 سپاہیوں کو قتل کرنا پڑا جو ساتھیوں کو قتل کرنے کے درپے تھے"۔

حکومت نے اس کارروائی کی ذمہ داری جبہہ انقاذ پر ڈالی، جب کہ دوسری طرف جبہہ نے واضح انکار کر دیا۔

(دسمبر 1991ء) پارلیمانی انتخابات

بلدیاتی انتخابات میں جب حکومت کو خطرہ محسوس ہوا تھا تو اس نے جبہہ کے سرگرم ارکان کی گرفتاریوں کے ساتھ ساتھ ایسا انتخابی قانون بنایا جس سے جبہہ ان ولایتوں میں عوامی تائید سے محروم رہے جن میں ان کی حمایت سب سے زیادہ تھی۔

لیکن گرفتاریوں، قانونی چالبازیوں اور قمار کی کارروائی کے الزام کے باوجود 26 دسمبر 1991ء میں ہونے والے پارلیمانی انتخابات کے پہلے دور میں جبہہ انقاذ کو 53 لاکھ (5.3 ملین) سے زائد ووٹ اور 231 سیٹوں میں سے 188 سیٹوں پر کامیابی حاصل ہوئی، یعنی 82 فی صد۔ اس تاریخی کامیابی سے جہاں دوسرے دور میں بھی جبہہ کی کامیابی اور صدارت تک پہنچے کا راستہ یقینی ہو گیا، وہیں حکومت اور لادین جماعتوں نے مشرق و مغرب میں خطرے کی گھنٹیاں بجادیں۔ اور فرانس کے صدر فرانسواں میتراں نے یہاں تک اعلان کر دیا کہ "فرانس اسلام پسندوں کو اقتدار تک پہنچے سے روکنے کے لیے اپنی فوجیں میدان میں اتار سکتا ہے"۔ ان حالات میں جبہہ کو روکنے کے لیے مغربی طاقتوں کے سامنے واحد راستہ فوجی انقلاب تھا۔

(جنوری 1992ء) فوجی انقلاب

فوج کو جبہہ انقاذ کی جیت کی توقع تھی اور انہوں نے پہلے سے ہی اس کے لیے تیاری کر رکھی تھی۔ فوج کے پاس آخری حل یہی تھا کہ سڑکوں پر ٹینک لے آئیں، یعنی انتخابات پر انقلاب... اور ہوا بھی یہی۔ جنوری 1992ء میں الجزائری فوج کے دباؤ میں آ کر صدر شاذلی نے سابقہ اسمبلی تحلیل کرنے اور خود استعفیٰ دینے کا اعلان کیا، کیونکہ وہ ذاتی طور پہ سیاسی عمل کو معطل کرنے کے حق میں نہیں تھے۔ جس کے بعد فوج کے تابع ادارے **المجلس الأعلى للأمن** (سپریم سیکیورٹی کونسل) نے انتخابات کو کالعدم قرار دے دیا اور آئین کے بر خلاف ملک کے لیے ایک 5 رکنی **المجلس الأعلى للدولة** (سپریم سٹیٹ کونسل) تشکیل دینے کا اعلان کیا۔ اس کونسل میں وزیرِ دفاع جنرل خالد نزار بھی شامل تھا۔ جنوری میں ہی اس کونسل کے ایک دوسرے رکن اور سابق جنرل محمد بوضیاف کو بیرون ملک سے بلا کر عوام سے رائے لیے بغیر مسندِ صدارت پر بٹھا دیا گیا۔ جنرل بوضیاف نے آتے ہی فروری میں ایمرجنسی نافذ کر دی اور تمام سیاسی پارٹیوں کو تحلیل کر دیا۔ اور مارچ میں جبہہ انقاذ کو تحلیل کرنے کے علاوہ انہیں کالعدم قرار دے دیا۔ آئندہ آنے والی تمام سیاسی تبدیلیوں کے باوجود جبہہ کے بارے میں یہ حکم تاحال نافذ ہے۔

صحرائی جیل

ایمرجنسی کے ذریعے مظاہروں اور جلسے جلوسوں کو بھی زور سے روک دیا گیا۔ اور ملک بھر میں جبہہ انقاذ کی قیادتوں اور اسلام پسندوں کو بڑے پیمانے پر گرفتار کرنے کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ یہاں تک کہ چند دنوں میں اسلام پسندوں سمیت 50 ہزار افراد کو گرفتار کر لیا گیا، جن میں بہت سے عام شہری بھی تھے۔ مغرب کی تائید یافتہ اور جمہوریت کو پامال کرنے والی فوجی حکومت نے ان ہزاروں اسلامی قیدیوں کو الجزائر کے صحرائے اعظم میں واقع **رقان** اور **عین امقل** جیسے جیل خانوں میں دھکیل دیا اور ایسے مظالم ڈھائے کہ حقوقِ انسانی کی مغربی تنظیمیں بھی چیخ اٹھیں۔ پھر یہی واقعہ الجزائر میں جہاد کے ایک نئے دور کا ایک بڑا سبب بنا۔ ایسا دور جس کی

ابتداء خوشگوار لیکن اختتام انتہائی خوفناک خونی واقعات سے ہوا، جن کی نذر کئی ہزار بے گناہ مسلمان شہریوں کی جانیں بھی ہو گئیں۔[26]

فرانس اور مغربی طاقتوں نے فوجی اقتدار کو خوش آمدید کہہ کر خود ہی اپنی اعلیٰ ترین اقدار کی نفی کر دی اور ثابت کر دیا کہ مغربی طاقتیں کسی بھی صورت میں اسلامی اقتدار اور شریعت کا نفاذ نہیں برداشت کر سکتیں، چاہے اس کی خاطر انہیں اپنے ہی بنائے گئے جمہوری اصولوں کو پامال کرنا پڑے۔

[26] - شیخ ابو مصعب نے اڑھائی لاکھ (چوتھائی ملین) بے گناہ مسلمانوں کا قتل لکھا ہے۔ ممکن ہے کہ یہ کل تعداد مجاہدین، مرتد دشمن اور عوام الناس سب کی ہو، نہ کہ صرف بے گناہوں کی۔ لیکن پھر بھی بہت مبالغہ نظر آتا ہے۔ جبکہ 1997ء میں جیا کے ہاتھوں تمام قتلِ عام کے واقعات میں ہلاک ہونے والے افراد کی تعداد وکی پیڈیا کے مطابق 2900 ہے، جیسا کہ آگے آئے گا۔

باب چہارم: (1992ء) مزاحمت اور جہاد کا دوسرا دور

قمار کی کارروائی سے واضح ہے کہ اس دور میں جہاد کا آغاز عام ہڑتال کے بعد نومبر 1991 میں ہی ہو چکا تھا۔ پھر آگے قاری سعید رحمۃ اللہ علیہ اور افغان پلٹ مجاہدین کے کردار سے یہ حقیقت اور بھی واضح ہو جائے گی کہ شیخ مصطفی رحمۃ اللہ علیہ کی تحریک کے بعد سے اگرچہ الجزائر میں مسلح کارروائیاں نہ ہوئی ہوں، لیکن الجزائر میں جہاد کے ذریعے نظام ظلم کے خاتمے اور شریعت کے نفاذ کی سوچ کبھی ختم نہیں ہوئی تھی۔

البتہ لڑائی میں شدت جنوری 1992ء میں اس وقت آئی جب انتخابات کو کالعدم قرار دینے کے بعد فوجی انقلاب مسلط کر دیا گیا۔ گویا انتخابات کو کالعدم قرار دے کر فوجی حکومت مسلط کرنے سے عوامی سطح پر جہاد کے جواز پر طاغوت نے خود مہر لگا دی۔ اس لڑائی کی شدت آخرِ کار 2002ء میں ٹوٹی جب گمراہ مجاہدین کے مشہور امیر عنتر زوابری کو قتل کر دیا گیا۔ ہم اس باب میں انہی دس سالوں کی تاریخ درج کر رہے ہیں۔

فصل اول: جبہہ انقاذ سے جیش انقاذ تک

حکومت نے جیسے ہی جبہہ انقاذ کو کالعدم قرار دے دیا تو اسی وقت جبہہ انقاذ دو گروہوں میں بٹ گئی۔ جمہوری عمل پر یقین رکھنے والے ایک گروہ نے بیرونِ ملک پناہ لے لی اور **الہيئة التنفيذية لجبهة الإنقاذ في الخارج** (بیرونِ ملک جبہہ انقاذ کی انتظامی کونسل) کے نام سے جمہوری انداز میں سیاسی سرگرمیاں شروع کر دیں، اور وہ حکومت کے ساتھ مذاکرات میں لگے رہے۔ حالانکہ اس گروہ کا رابطہ گرفتار قائدین ڈاکٹر عباسی مدنی اور شیخ بلحاج کے ساتھ ٹوٹ چکا تھا، لیکن پھر بھی وہ ان کے نام پر بیانات جاری کرتا رہا۔

اس کے برعکس اندرون ملک رہ جانے والا گروہ دو حصوں میں تقسیم ہو گیا۔ ایک گرفتار افراد جن کی اکثریت بیرونی گروہ کے برخلاف احتجاج اور مزاحمت کے قائل تھے اور اسی وجہ سے وہ گرفتار ہی رہے۔ اور

دوسرا گروہ گرفتاری سے بچ نکلنے والے افراد پر مشتمل تھا، جو اب عملاً اندرون ملک جبہہ کی قیادت کا تسلسل تھے۔ ان میں شیخ محمد السعید، شیخ عبد القادر شبوطی، شیخ سعید مخلوفی اور شیخ عبد الرزاق رجام شامل تھے۔ اندرون ملک حکومت کی قید سے آزاد قیادت کی موجودگی میں اب نہ تو گرفتار قیادت کی عملی حیثیت تسلیم کی جاسکتی تھی اور نہ ہی بیرون ملک بھاگی ہوئی قیادت کی، کیونکہ اس کا الجزائر سے زمینی رابطہ نہیں تھا۔

شیخ عطیۃ اللہ الحسبہ فورم میں فرماتے ہیں:

> "علی بلحاج اور عباسی مدنی کی گرفتاری کے بعد **عبد القادر حشانی** جبہہ کے امیر بنے لیکن وہ بھی گرفتار ہوگئے۔ پھر جبہہ کی قیادتوں میں بے اتفاقی اور افراتفری پھیلی۔ جو لوگ حکومت کے ساتھ مقابلے پر متفق تھے انہوں نے **خلیة الأزمة** (مشکل وقت کا خلیہ) تشکیل دیا۔ یہ عارضی قیادت تھی جس کے سربراہ شیخ محمد السعید تھے۔ شیخ محمد السعید ہی تھے جنہوں نے مقابلے کو ترجیح دی، کیونکہ انہیں یقین ہوگیا تھا کہ جہاد کے علاوہ چارہ نہیں اور وہ پیچھے ہٹنے پر راضی نہ تھے۔ جبہہ کے سربراہ ہونے کے ساتھ ساتھ وہ اپنی خاص جماعت کے بھی سربراہ تھے جو **الجزأرہ** سے مشہور تھی، اور جس نے بعد میں وحدت کے بعد **کتیبة الفداء** تشکیل دیا"۔

شیخ محمد السعید کی قیادت میں جبہہ انقاذ کی اندرونی آزاد قیادت نے **الجیش الإسلامی للإنقاذ** (اسلامی فوج برائے نجات) کے نام سے ایک عسکری محاذ تشکیل دیا، اور جبہہ کے ہی **مدانی مرزاق** کو اس کا صدر مقرر کیا۔ جیش الإنقاذ کی تشکیل کے وقت ان کے افکار سلفی جہادی نظریات کے قریب تھے اور انہوں نے جمہوریت کو ایک ایسی غلطی قرار دیا جو دوسری دفعہ نہیں دہرائی جاسکتی۔

شیخ عطیۃ اللہ آگے فرماتے ہیں:

> "جب مجاہدین کے درمیان **الجماعة الإسلامیة المسلحة** کے نام سے شیخ ابو عبد اللہ کی قیادت میں وحدت ہوئی تو شیخ محمد السعید نے وحدت کے عہد پر جبہہ انقاذ کے نام سے ہی دستخط کیے تھے کیونکہ وہ عملاً اس جبہہ کے سربراہ تھے۔

لیکن جبہہ میں ان کی اپنی جماعت الجزأرہ کے افراد سمیت چند دیگر افراد نے اس وقت نہ صرف وحدت سے انکار کیا بلکہ اس سے بھی مکر گئے کہ شیخ سعید ان کی نمائندگی کرتے ہیں۔ ان کا دعوی تھا کہ وہ صرف اپنی نمائندگی کرتے ہیں، جبہہ کی نہیں"۔

اس طرح مدانی بومرزاق کی قیادت میں جیش الإنقاذ، جبہہ انقاذ کے آخری امیر شیخ محمد السعید کی سربراہی اور الجماعة الإسلامية المسلحة، دونوں سے علیحدہ ہو گیا اور یہ موقف اختیار کیا کہ قتال فقط دوبارہ انتخابی عمل بحال کرنے کے لیے ہے۔ گویا جیش الانقاذ جبہہ کی بیرونی قیادت کے تحت ایک قسم کا عسکری ونگ بن گیا تھا۔ مدانی بومرزاق کے علاوہ جیش الانقاذ میں نمایاں فرد مصطفی کبیر تھا، جو بیرونی قیادت کے سربراہ رابح کبیر کا بھائی تھا۔ شیخ عطیۃ اللہ فرماتے ہیں: "کئی لوگوں کا گمان ہے کہ رابح کبیر کا وحدت سے انکار میں بڑا ہاتھ تھا"۔ جیش الانقاذ کا زیادہ اثر و نفوذ الجزائر کے مشرقی علاقوں میں تھا۔

بہر حال جیسے جیسے صحرائی جیلوں میں اسلام پسندوں کی تعداد بڑھتی گئی، ویسے ہی پہاڑوں میں مزاحمت کاروں کی بھی تعداد بڑھنے لگی، یہاں تک کہ کئی ہزار تک پہنچ گئی۔ پہاڑوں میں پناہ لینے والے افراد نے اسلحہ ڈھونڈ کر حکومت کے خلاف جہاد کی تیاریاں شروع کر دیں۔ ان میں ایسے افراد بھی تھے جو پہلے سے ہی الجزائر کی طاغوتی حکومت کے خلاف جہاد پر یکسو تھے، اور وہ بھی تھے جنہیں بامر مجبوری اسلحہ اٹھانا پڑا، تاکہ حکومت کو انتخابی نتائج تسلیم کرنے پر مجبور کیا جا سکے۔ اس طرح پورے ملک میں جہاں سیاسی افراتفری پھیل گئی، وہیں مسلح کارروائیوں کا بھی آغاز ہو گیا۔

فصل دوم: افغان پلٹ مجاہدین

80ء کی دہائی میں جن الجزائری جوانوں میں شوقِ جہاد تھا، انہوں نے افغانستان کا رخ کیا۔ اور وہاں افغان قوم کے ساتھ شانہ بشانہ لڑتے لڑتے الجزائر میں جہاد برپا کرنے کی بھرپور تیاری کی۔ اگرچہ یہ کسی ایک تنظیم میں منسلک افراد نہیں تھے، لیکن مل کر یہ ایک منفرد فکر کی نمائندگی کرتے تھے۔ اور درحقیقت شیخ مصطفی بو یعلی رحمۃ اللہ علیہ کی تحریک کے بعد الجزائر میں انتخابات سے بھی پہلے جہاد کو شروع کرنے والے یہی افراد تھے۔ ان میں کچھ کا تعلق افغانستان میں الجزائری مجاہدین کے لیے شیخ اسامہ بن لادن رحمۃ اللہ علیہ کے مضافے سے تھا اور کئی دیگر مجموعے اور افراد بھی تھے، جو الجزائر میں جہاد شروع کرنے کے لیے تیاریوں میں مصروف تھے۔ ان میں درج ذیل شخصیات اور مجموعے قابل ذکر ہیں:

- جنوبی الجزائر میں **ابو سهام الأفغاني** رحمۃ اللہ علیہ کا مجموعہ۔ ابوسہام افغانی کا اصل نام **عبد الرحمن دهان** تھا۔ وہ ولایت **بسكرة** کے ضلع **اولاد جلال** سے تعلق رکھتے تھے۔ الجزائری فوج میں سپیشل کمانڈو فورس میں 7 سال تک رہے۔ پھر افغانستان پہنچ کر گرم ایجنسی میں واقع شیخ عبد اللہ عزام رحمۃ اللہ علیہ کے **معسكر صدى** میں ملٹری تکنیکات کے استاد بن گئے۔ وہ انتخابات سے پہلے ہی نومبر 1991ء میں ہونے والی مشہور کارروائی **قمار** کے کمانڈر تھے جس کا ذکر پہلے گزر چکا ہے۔ اور اس کارروائی کے کچھ عرصے بعد ایک جھڑپ میں شہید ہو گئے۔
- مغربی علاقے **تلسمان** میں **ابو انس** رحمۃ اللہ علیہ کا مجموعہ جو کہ 1994ء میں شہید ہوئے۔
- مغربی الجزائر کے علاقے **بلعباس** کے برادر عبد المجید رحمۃ اللہ علیہ جو دار الحکومت[27] میں شہید ہوئے۔

---

[27] ۔مجاہد ابو اکرم حفظہ اللہ نے لکھا ہے کہ (الجزائر میں شہید ہوئے) چونکہ جزائر کے دار الحکومت کا نام بھی جزائر ہے، اس لیے میں نے یہاں دار الحکومت لکھا ہے۔ بصورتِ دیگر یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ افغانستان کی بجائے الجزائر میں آکر شہید ہوئے، لیکن سیاق وسباق سے یہ معنی بعید ہے۔

- مغربی الجزائر کے علاقے **البیض** کے برادر ابو عوف رحمۃ اللہ علیہ، یہ بھی دار الحکومت میں شہید ہوئے۔
- وسطی علاقے **مسیلة** میں **صلاح الدین** رحمۃ اللہ علیہ اور **شیخ عمر** رحمۃ اللہ علیہ کا مجموعہ۔ یہ دونوں حضرات **الجماعة الإسلامية المسلحة** کی شوری کے رکن اور بڑے رہنماؤں میں سے تھے۔ صلاح الدین جماعت میں ورکشاپ کے ذمہ دار بھی تھے۔ جبکہ شیخ عمر علاقہ **مسیلة** اور مضافات کے امیر تھے۔ یہ دونوں 1996ء میں شہید کر دیے گئے۔
- وسطی الجزائر کے علاقے **المسيلة** سے تعلق رکھنے والے برادر ابو اللیث رحمۃ اللہ علیہ، جو 1997ء میں اہل غلو کے ہاتھوں قتل کیے گئے۔
- دار الحکومت کے برادر عبد اللہ بن مسعود رحمۃ اللہ علیہ، مرتد حکومت کے ہاتھوں قید ہوئے اور بعد میں انہیں **سرکاجی** جیل کے قتلِ عام میں مرتدین نے شہید کیا۔
- اور ان سب میں نمایاں ترین **قاری سعید** رحمۃ اللہ علیہ تھے، جو 1987ء میں شیخ مصطفی بویعلی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی پہلے جہاد کی تیاری میں مصروف تھے۔

قاری سعید رحمۃ اللہ علیہ کا کردار

شیخ قاری سعید رحمۃ اللہ علیہ کا مختصر تذکرہ شیخ مصطفی بویعلی رحمۃ اللہ علیہ کی تحریک کے تذکرے کے ساتھ گزر چکا ہے۔ وہاں ذکر کیا گیا تھا کہ انہوں نے جب الجزائری معاشرے کو جہاد کے لیے تیار نہ پایا، تب وہ جہاد کی تیاری کی نیت سے طلبِ علم حاصل کرنے سر زمین حجاز چلے گئے، جہاں ان کا تعارف شیخ المجاہدین شیخ عبد اللہ عزام شہید رحمۃ اللہ علیہ سے ہوا۔ تحصیلِ علم کے بعد قاری سعید رحمۃ اللہ علیہ خود تقریباً 1985ء میں جہاد کے لیے افغانستان گئے، اور وہاں شیخ عبد اللہ عزام رحمۃ اللہ علیہ کی مجلسِ شوری کے رکن بھی رہے۔

قاری سعید رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ عطیۃ اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا تعلق

شیخ عطیۃ اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی الجزائری تجربے کی آڈیو سے معلوم ہوتا ہے کہ شیخ 1994ء کے اواخر میں جب دوسری دفعہ الجزائر میں داخل ہوئے تو اس وقت تک قاری سعید رحمۃ اللہ علیہ حیات تھے، لیکن تب وہ ان سے نہ مل سکے، کیونکہ وہ مشرقی علاقوں میں ہوتے تھے جبکہ شیخ عطیۃ اللہ رحمۃ اللہ علیہ دار الحکومت میں ہوتے تھے۔ ان کی تمنا بہت تھی کہ ان سے ملاقات ہو جائے۔

قاری سعید رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں ان کے آڈیو اور الحسبہ فورم کے جوابات کا خلاصہ کچھ یوں ہے:

"قاری سعید بشاری رحمۃ اللہ علیہ مدینہ کی **الجامعة الإسلامية** سے فاضل تھے۔ بہترین قائد اور جلیل القدر عالم تھے۔ میرے شیوخ میں سے ہیں۔ جب میں افغانستان آیا تو میں نے خود ان کے سامنے زانوے تلمذ تہہ کیا۔ عالم ہونے کے ساتھ ساتھ انتہائی نیک اور صالح انسان تھے۔ میں نے ان جیسا کوئی الجزائری نہیں دیکھا۔ شیخ اسامہ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ بھی رہے ہیں۔ **الجماعة الإسلامية المسلحه** کے امیر شیخ ابو عبد اللہ احمد رحمۃ اللہ علیہ نے جیل سے نکلتے ہی انہیں بلایا تاکہ وہ ان سے قریب وسطی علاقے میں ہوں۔ بلکہ ابو عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے بعض قریبی ساتھیوں کی یہ بات مجھ تک پہنچی ہے کہ ابو عبد اللہ احمد رحمۃ اللہ علیہ کا ارادہ تھا کہ جہاد کی قیادت ان کے سپرد کریں، لیکن وہ پہلے ہی شہید ہو گئے۔ یہ دونوں حضرات اللہ والے تھے"۔

شیخ اسامہ بن لادن رحمۃ اللہ علیہ کی معاونت

قاری سعید رحمۃ اللہ علیہ نے جہادِ افغانستان کے دوران شیخ اسامہ بن لادن رحمۃ اللہ علیہ سے بھی رابطہ قائم کیا، تاکہ وہ الجزائر میں جہادی محاذ کھولنے کے لیے ان کی مدد کریں۔ شیخ اسامہ رحمۃ اللہ علیہ ان کی مدد پر آمادہ ہو گئے اور پشاور

میں ان کے لیے **مضافة المجاہدین**[28] نامی مہمان خانہ کھولا، جس کا مقصد الجزائر سے آنے والے مجاہدین کو وصول کرنا، ان کی تربیت کا اہتمام کرنا اور واپس انہیں الجزائر میں جہاد کے لیے بھیجنے کا انتظام کرنا تھا۔ یہ مضافہ تدریب اور اعداد کے لیے القاعدہ کے معسکرات (کیمپوں) سے فائدہ اٹھاتا تھا۔

عام طور پہ تدریب **معسکر الفاروق** میں ہوتی تھی، جس کے اس وقت امیر **الزبیر الجزائری** تھے۔ ان کا تعلق مشرقی الجزائر کی ولایت **سوق أهراس** کے شہر **أمداوروش** سے تھا۔ الزبیر بھی 1993ء میں الجزائر واپس لوٹے اور اپنے بھائیوں کے ساتھ جہاد میں شریک رہے یہاں تک کہ 2002ء میں اپنے ہی شہر میں شہید ہوئے۔

اسی طرح جلال آباد میں القاعدہ کے تابع **معسکر بدر** میں بھی تدریب ہوا کرتی تھی۔ وہاں کے امیر دار الحکومت سے تعلق رکھنے والے **عبد المجید الجزائری** رحمۃ اللہ علیہ تھے۔

جبہہ انقاذ میں مجاہدین کی بھرتی

قاری سعید رحمۃ اللہ علیہ اپنے ایک بیان میں فرماتے ہیں:

> "ہم بعض مجاہدین کو افغانستان سے الجزائر بھیجتے تھے۔ اور انہیں ہدایت دیتے تھے کہ جہادی فکر کی ترویج کے لیے جبہہ انقاذ میں شامل ہو جائیں اور ان کی انتظامیہ میں اثر و نفوذ پیدا کریں۔ اس وقت تک جبہہ انقاذ پر امن مطالبے اور اکثریت حاصل کرنے کی سیاست پر گامزن تھی، لیکن اس تنظیم کو جہاد کے لیے استعمال کیا جا سکتا ہے۔ لہٰذا ہم جبہہ انقاذ کے دور کو جہاد کے قدم جمانے کا دور گردانتے ہیں۔ جبہہ کے قائدین کے بیانات جہاد کے تذکروں سے خالی نہ ہوتے تھے

[28] ۔ خیال رہے کہ مجاہد ابو اکرم ہشام نے پہلے مضافے کا نام مضافۃ المهاجرین ذکر کیا تھا، اور یہ بھی ذکر کیا تھا کہ جزائر سے آنے والے تمام مجاہدین اپنے مختلف نظریاتی پس منظروں کے باوجود اسی ایک مہمان خانے میں ٹھہرتے تھے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ وہی مضافہ تھا جس کا اوپر ذکر ہو رہا ہے۔

اور ان کا اعلیٰ ترین مطالبہ وہی تھا جو مجاہدین کا تھا؛ یعنی ایسی اسلامی حکومت کا قیام جو ملک میں شریعت نافذ کرے"۔

(1991ء) الجزائر میں جہاد کی دعوت

1991ء میں ہونے والی عام ہڑتال کے بعد قاری سعید رحمۃ اللہ علیہ الجزائر واپس آئے، اور الجزائر کی مختلف بڑی اسلامی شخصیات کو طاغوتی نظام کے خلاف جہاد پر آمادہ کرنے کے لیے ملاقاتوں کا سلسلہ شروع کیا۔ لیکن اکثر شخصیات اسی سال کے دسمبر میں ہونے والے انتخابات کے نتائج کے منتظر تھے۔ قاری سعید رحمۃ اللہ علیہ 1994ء میں قسنطینۃ شہر میں اپنی شہادت سے کچھ ہی عرصہ پہلے ریکارڈ کیے گئے اپنے بیان میں فرماتے ہیں:

"1991ء کے موسمِ گرما کے بعد پشاور میں ہمارے ہاں قمر الدین خربان نامی ایک شخص آیا اور دعویٰ کیا کہ جبہہ انقاذ نے اسے بھیجا ہے، تاکہ الجزائری مجاہدین کو واپس الجزائر بھیجیں۔ حالانکہ مجھے اس بات میں شک تھا، خاص کر جب سے ہماری ملاقات شیخ ابو عبیدہ پنجشیری رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھیوں سے ہوئی۔ اس کے باوجود جیسے ہی مجھے موقع ملا، میں مراکش کے خفیہ راستوں کے ذریعے الجزائر واپس چلا گیا۔

نومبر 1991ء میں جب الجزائر پہنچا تو دیکھا کہ الجزائر کا سیاسی میدان گرم ہے اور پارلیمنٹ کے انتخابات عروج پر ہیں۔ لیکن جبہہ انقاذ کے قائدین جہاد کے بارے میں یکسر خاموش ہیں۔ تب میں نے شیخ عبد القادر شبوطی [جو کہ شیخ مصطفی بویعلی رحمۃ اللہ علیہ کے تحریکی ساتھی تھے] سے رابطہ کیا اور انہیں بتایا کہ قمر الدین کیا پیغام لے کر آیا تھا۔ شیخ شبوطی نے اس پیغام کی تردید کی اور بتایا کہ قمر الدین کو ہم میں سے کسی نے نہیں بھیجا۔ میں نے ان سے کہا کہ خیر، لیکن ہم الجزائر میں جہاد کے لیے آنے کو تیار ہیں۔ تو ان کا جواب تھا: ہم کیوں لڑیں جبکہ ہمارے پاس جبہہ انقاذ موجود ہے جس کے ذریعے ہم اپنا ہدف پالیں گے۔ اسلامی ریاست کا قیام اب کچھ ہی دور ہے۔

پھر میں شیخ سعید مخلوفی کے پاس گیا جن کے ساتھ میری رشتہ داری تھی۔ میں نے دیکھا کہ وہ مفروریت کی حالت میں [سیاسی عمل سے] علیحدہ ہو گئے ہیں، کیونکہ انہوں نے **العصيان المدني** 'سول نافرمانی' نامی ایک کتابچہ شائع کیا تھا۔ اور اوپر سے جبہہ انقاذ کی کئی شخصیات کی طرف سے ان پر جھوٹا الزام لگایا گیا تھا کہ وہ انٹیلی جنس کے آلہ کار ہیں۔ ان کے پاس اس وقت میٹ 49 ماڈل کی ایک پرانی گن تھی۔ میں نے ان سے کہا: ہم افغان الجزائری پشاور میں تیار بیٹھے ہیں۔ اگر آپ چاہیں تو ہم الجزائر میں داخل ہوں گے اور آپ کے ساتھ مل کر لڑیں گے۔ انہوں نے بھی اس سے انکار کیا اور کہا: ابھی اس کا وقت نہیں آیا۔

بہر حال مجھے محسوس ہوا کہ جن سے بھی میں ملا ہوں، ان کے ذہنوں میں ابھی تک تصویر واضح نہیں ہے۔ اور وہ سب انتخابات کے نتائج پر نظر لگائے بیٹھے ہیں، کہ شاید انتخابات کے بعد اسلامی ریاست قائم ہو جائے۔ وہ بزبانِ حال یہ کہہ رہے تھے: ان شاء اللہ اسلامی ریاست ان سردیوں میں قائم ہو جائے گی تو پھر اتنی محنت کیوں؟ اور اتنا خون کیوں؟

اس حالت میں میرے سامنے صرف شیخ منصوری الملیانی رحمۃ اللہ علیہ رہ گئے تھے [یہ بھی شیخ مصطفی بویعلی رحمۃ اللہ علیہ کی تحریک کے ساتھی تھے]۔ میں ان کے پاس گیا اور ان کے سامنے بھی یہی پیشکش کی۔ انہوں نے باقیوں کے برعکس اسے قبول کیا اور ہمارے آنے کی تائید کی اور اس پیش کش کی بھرپور حمایت کی۔ تب میں واپس پشاور گیا تا کہ ساتھیوں کو بتاؤں اور تیاریاں شروع کر دوں۔ ہم نے اپنی تیاری اور سفری دستاویزات مکمل کر لیں اور الجزائر پہنچنا شروع کر دیا۔

الجزائر پہنچ کر ہم نے چیدہ چیدہ کارروائیوں کا آغاز کر دیا، جیسے کہ وزیرِ دفاع جنرل **خالد نزار** کے قافلے کو ہدف بنانا تھا۔ لیکن ہماری اہم ترین کارروائیوں میں دار الحکومت میں واقع بحری افواج کے مرکز **أميرالية** پر حملہ تھا"۔

شیخ ابو مصعب سوری کی ملاقات قاری سعید رحمۃ اللہ علیہ سے افغانستان میں ہوئی تھی۔ شیخ ابو مصعب بتاتے ہیں کہ:

> ”قاری سعید عام ہڑتال کے فورا بعد الجزائر گئے اور وہاں ایک مہینہ رہے۔ اور واپس آ کر ہمیں بتایا کہ عرب افغان، مصطفی بویعلی رحمۃ اللہ علیہ کی جماعت کے افراد اور چند سلفی جماعتیں مل کر ایک جہادی جماعت کی تشکیل کرنے لگی ہیں۔ پھر قاری سعید پشاور میں اپنے ساتھیوں کی ترتیبات لگا کر واپس الجزائر چلے گئے۔ اور وہاں پہنچ کر پشاور میں اپنے نائب کو فون کیا کہ جس کے لیے وہ کوشش کر رہے تھے، وہ **الجماعة الإسلامية المسلحة** کی شکل میں وجود میں آ گئی ہے“۔

ذہن میں رہے کہ الجماعة الإسلامية المسلحة کا قیام اگست 1992ء سے پہلے نہیں ہوا تھا، جیسے کہ آگے آ رہا ہے۔

(1992ء)امیرالیہ پر حملہ

مثبت جواب نہ ملنے پر قاری سعید رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے طور پہ عسکری عمل کا آغاز کر دیا۔ یہاں تک کہ مارچ 1992ء میں انہیں دار الحکومت کی بندر گاہ میں واقع بحری افواج کے فوجی اڈے **أميرالية** پر تعارض کے دوران گرفتار کر لیا گیا۔ اسے **عملية الميناء** (بندر گاہ آپریشن) بھی کہا جاتا ہے۔ شیخ عطیۃ اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے مطابق ان کی کوشش تھی کہ بندر گاہ پر قبضہ کر لیں۔

(1994ء)شہادت

تقریبا 27 رمضان 1413ھ بمطابق 10 مارچ 1994ء میں ولایت **باتنة** کے **تازولت** جیل پر بڑی کارروائی ہوئی، جس میں رہا ہونے والے 1200 قیدیوں میں سے ایک قاری سعید رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے۔ بلکہ قاری سعید رحمۃ اللہ علیہ خود ہی اس کارروائی کی اندر سے کمانڈ کر رہے تھے۔ شیخ عطیۃ اللہ رحمۃ اللہ علیہ اس جیل کا نام جیل **لومبیز** بتاتے ہیں جو کہ فرانسیسی نام ہے۔ قاری سعید رحمۃ اللہ علیہ جب نکلے تو مجاہدین کے درمیان وحدت ہو چکی تھی۔ قاری

سعید وہاں سے مشرقی ولایت **قسنطینة** کی سمت چلے گئے، جہاں وہ **جبل الوحش** کے علاقے میں الجزائری فوج کے ساتھ جھڑپ میں اسی سال تقریباً رہائی کے 4 مہینے بعد شہید ہو گئے۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔

فصل سوم:الجماعة الإسلامية المسلحة

ظاہر ہے کہ انتخابات میں حصہ لینے والی سیاسی پارٹی ہونے کے ناطے جبہہ انقاذ کے قائدین کی توجہ دعوتی اور سیاسی عمل پر مرکوز رہی تھی۔ فوجی انقلاب سے پہلے ان کا عسکری عمل کی طرف کوئی خاص میلان نہ تھا۔ اس وجہ سے جب جہاد شروع ہوا تو وہ سیاسی میدان میں کامیابی کے برعکس عسکری میدان میں **جيش الإنقاذ** بنانے کے باوجود کمزور رہے۔ اس طرح **الجماعة الإسلامية المسلحة** کی تاسیس کی راہ ہموار ہوئی، جو کہ الجزائر کی سب سے بڑی جہادی تنظیم کے طور پر ابھری اور اس کی تاریخ کا تذکرہ اس کتاب کا لب لباب ہے۔ بعد میں یہ جماعت اپنے فرانسیسی مخفف GIA[29] کے عربی نطق **جیا** سے مشہور ہوئی۔ الجزائر میں اس کا آغاز بنیادی طور پہ مجاہدین کی دو اقسام سے ہوا؛ وہ الجزائری مجاہدین جو افغانستان سے واپس آئے تھے اور وہ مجاہدین جنہوں نے الجزائر کے اندر رہی رہتے ہوئے جہاد کیا۔

داخلی مجموعے

افغان پلٹ مجاہدین کا ذکر پہلے گزر چکا ہے۔ یہاں ہم الجزائر کے اندر رہتے ہوئے جہاد میں شامل مجاہدین کا تذکرہ کریں گے۔ جبہہ کی عام ہڑتال اور فوجی انقلاب کے بعد سے جبہہ سے تعلق رکھنے والی مختلف شخصیات سمیت کئی دیگر اسلامی تحاریک میں یہ سوچ پختہ ہو گئی کہ جہاد کے بغیر الجزائر کے مسلمان اپنا ہدف نہیں پاسکتے۔ چنانچہ مختلف علاقوں میں چھوٹے چھوٹے عسکری مجموعے تشکیل پانے لگے جن میں درج ذیل اہم ہیں:

- ابو سہام اور ابو انس کے مجموعوں کے علاوہ قمار کی کارروائی میں شامل دیگر مجموعے جن کا ذکر اوپر گزر چکا ہے۔

---

[29] Groupe Islamique Armé

- مغربی علاقوں میں **عبد الرحیم بن خالد** کا متشدد سلفی مجموعہ۔ جس کا ذکر جیا کی گمراہی کے تذکرے کے ضمن میں آئے گا۔
- شیخ محمد السعید رحمۃ اللہ علیہ کا مجموعہ جن کا تعارف آگے آئے گا۔
- مصطفی بویعلی رحمۃ اللہ علیہ کی تحریک کے ساتھی شیخ منصوری الملیانی رحمۃ اللہ علیہ کا مجموعہ۔
- تنظیم جماعۃ العاصمۃ سے تعلق رکھنے والے محمد علال کا مجموعہ۔

ان دو آخر الذکر کا ہم یہاں مختصر تعارف پیش کرتے ہیں جن کے اتحاد سے ہی جیا کی بنیاد کی پہلی اینٹ رکھی گئی تھی۔

(اپریل1992ء) شیخ منصوری الملیانی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ مصطفی بویعلی رحمۃ اللہ علیہ کی تحریک سے تعلق رکھنے والے **شیخ منصوری الملیانی** رحمۃ اللہ علیہ کا مجموعہ دار الحکومت اور مشرقی علاقوں میں سرگرم تھا۔ یہ وہی واحد شیخ ہیں جنہوں نے انتخابات سے پہلے ہی قاری سعید رحمۃ اللہ علیہ کی پیشکش قبول کی، اور الجزائر میں جہاد شروع کرنے پر آمادہ ہوئے۔ انہوں نے اپریل 1992ء میں عسکری کارروائیوں کا آغاز کیا۔ لیکن اسی سال جولائی میں انہیں گرفتار کر لیا گیا اور انہیں سزائے موت سنائی گی اور دے بھی دی گئی۔ رحمہ اللہ تعالی۔

(جولائی1992ء) محمد علال رحمۃ اللہ علیہ

ان کے علاوہ میدان میں سرگرم اہم مجموعوں میں **محمد علال** عرف **موح لیفیی** کا مجموعہ تھا، جو دار الحکومت اور مضافات میں سب سے زیادہ سرگرم مجموعہ تھا۔ وہ دار الحکومت میں **جماعۃ الأمر بالمعروف والنہی عن المنکر بالعاصمۃ (تنظیم جماعۃ العاصمۃ)** کے رکن تھے۔ اس تنظیم کے امیر **نور الدین سلامنۃ** کی شہادت کے بعد اس کے امیر بن گئے۔ اسلامی بیداری کے دھاروں کے بیان میں پہلے گزر چکا ہے کہ اسی تنظیم کے بعض ارکان میں غلو اور تنگ نظری پائی جاتی تھی۔

اکتوبر 1992ءء میں تیمزقیدة کے علاقے میں سیکیورٹی فورسز کے ہاتھوں محمد علال کی شہادت کے بعد أبو عدلان عبد الحق لعيايدة(پیدائش 1959ء)اس مجموعے کے امیر بنے۔

(اگست 1992ء)عبد الحق لعيايدة پہلے امیر

شروع میں ابو عدلان عبد الحق لعيايدة کی قیادت میں یہ دونوں مجموعے الجماعة الإسلامية المسلحة(جیا)کے نام سے متحد ہوئے۔

یہ وحدت کئی اجلاسوں کے بعد عمل میں آئی، جن میں اہم ترین اجلاس تیمزقیدة کا تھا۔ پھر دار الحکومت کے مضافاتی علاقے براقي کا اجلاس ہوا جس میں شیخ منصوری الملیانی کے بعد مقرر ہونے والے ان کے مجموعے کے امیر احمد الود نے تنظیم جماعة العاصمة کے امیر عبد الحق لعيايدة کے ساتھ ملاقات کی۔ یہ 1992ء کے اگست کے اواخر اور ستمبر کے شروعات کی بات ہے۔ یہ دونوں حضرات الجزائر بھر میں جہاد کے لیے اپنی صفوں کو متحد کرنے پر آمادہ ہوگئے۔ چنانچہ عبد الحق لیعایدہ اور احمد الود نے آپس میں ایک معاہدے پر دستخط کیے جو جیا کے رسالے کے پہلے شمارے میں الشہادة کے نام سے شائع ہوا۔

اس اتحاد میں کئی مشہور داعیوں کا اہم کردار رہا۔ ان میں شیخ عبد الناصر علمی اور ان کے بھائی شیخ عمر علمی شامل تھے، جو النقابة الإسلامية للعمل کے صدر بھی تھے۔

اس کے بعد سے جیا عسکریت اور تنظیم کے اعتبار سے سب سے بڑی جہادی قوت بن کر ابھری۔ اور اس نے اس مرحلے میں اہم عسکری کارروائیوں کی ذمہ داری بھی قبول کی۔

(مئی 1993ء)عبد الحق لعیایدہ کی گرفتاری

اس وقت مجاہدین اور اسلحے کو الجزائر کے اندر مراکش کے خفیہ راستوں کے ذریعے سے داخل کیا جاتا تھا۔ جیا کے امیر عبد الحق لعیایدہ بیرونی کاموں کی ترتیب اور اسلحہ کی خریداری کی خاطر مئی 1993ء میں خود مراکش گئے، جہاں سے وہ کئی دیگر رہنماؤں سمیت گرفتار ہوگئے۔ انہیں ستمبر میں مراکشی حکومت نے الجزائر

کے حوالے کر دیا، جہاں **سرکاجی** جیل میں وہ 13 سال تک قید رہے۔ اور آخر کار قومی مصالحت کے قانون کے مطابق مارچ 2006ء میں رہا کر دیے گئے۔

عبد الحق لعيايدة کی گرفتاری کے بعد **عيسى بن عمار** رحمۃ اللہ علیہ امیر بنے جنہیں اگست 1993ء میں امیر بننے کے چند ہی ہفتوں بعد سیکیورٹی فورسز نے شہید کر دیا۔

ان کے بعد **جعفر الأفغانی** رحمۃ اللہ علیہ جن کا اصل نام **سيد أحمد مراد** (**ياسيد على مراد**) تھا، امیر بنے۔ ان کی پیدائش 1964ء میں ہوئی اور تعلق دار الحکومت کے علاقے **بو زريعة** سے تھا۔ 26 مارچ 1994ء میں الجزائری فوج نے **البليدة** کی پہاڑیوں میں انہیں 9 ساتھیوں سمیت شہید کر دیا۔ جعفر افغانی نے مختلف مسلح گروہوں کو جمع کرنے میں اہم کردار ادا کیا تھا۔

شیخ ابو عبد اللہ احمد رحمۃ اللہ علیہ (مارچ 1994ء)

جعفر افغانی کی شہادت کے بعد شیخ **ابو عبد الله أحمد** جن کا اصل نام **الشريف قوسمى** تھا، **جيا** کے امیر مقرر ہوئے۔ امیر بننے سے پہلے وہ جماعت کے شرعی مسئول تھے۔ ان کی پیدائش 1966ء میں ہوئی تھی۔ قبل ازاں وہ دار الحکومت کی ایک مسجد میں امام تھے اور دعوتی سرگرمیوں میں مصروف رہتے تھے۔ امیر بننے کے بعد ان کے دور میں ہی مجاہدین کے درمیان عظیم وحدت قائم ہوئی۔

شیخ ابو عاصم حیان حفظہ اللہ شیخ ابو عبد اللہ احمد رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

> "شہر **بئر الخادم** میں چونکہ میں ان کے پڑوس میں رہتا تھا۔ اس لیے کئی سالوں تک میری ان کے ساتھ اچھی جان پہچان رہی۔ وہ دیندار، با اخلاق، راست باز، صحیح عقیدہ اور مضبوط شخصیت کے مالک تھے۔ عقلمندی اور بردباری سے کام لیتے تھے۔ سکول کی ثانوی تعلیم سے فارغ التحصیل تھے اور مناسب حد تک شرعی علوم پر بھی دسترس رکھتے تھے۔ اسی لیے وہ دعوت کے میدان میں بھی سرگرم تھے، اور بئر الخادم میں مجالس اور مساجد میں وعظ و نصیحت اور شرعی تعلیم کے حلقوں کی نگرانی کرتے تھے۔

بئر الخادم میں میرے محلے کے قریب **زونکا** محلے کی مسجد میں امام اور خطیب کے لیے میں نے ہی مسجد کمیٹی کو ان کا تزکیہ دیا۔ اس طرح وہ وہاں امام اور خطیب مقرر ہوئے۔

جب جبہہ انقاذ کے سیاسی شعبے میں حکمتِ عملی کی غلطیاں اور معاشرتی اسکینڈل رونما ہوئے، تو میں نے ترغیب دی کہ وہ مصلحین کے ساتھ مل کر ان غلطیوں کو درست کرنے کی کوشش کریں، جو کہ محض پارٹی کا مسئلہ نہیں تھیں بلکہ اسلام کو بدنام کر رہی تھیں۔ لیکن **شریف قوسی** کبھی بھی جبہہ میں شامل نہیں رہے۔ اور نہ ہی کبھی اس کے بلدیاتی سیاسی دفتر کے سربراہ رہے جیسا کہ بعض نے لکھا ہے۔

البتہ گرفتاریوں کے دور میں انٹیلی جنس کو مطلوب رہے اور اسی لیے وہ اپنے کسی جاننے والے کے ہاں ایک عرصے تک چھپے رہے۔ پھر جب جہاد شروع ہوا تو وہ محلے کے مجاہدین کے ساتھ **بساتين السحاولة** اور بئر الخادم کے ایک عسکری سریہ **الموقعون بالدم** میں شامل ہو گئے اور اس کے امیر بھی مقرر ہوئے۔ بئر الخادم کے مغرب میں السحاولہ شہر کی گشتی پولیس کے لیے انہوں نے کمین لگائی، جس میں 9 پولیس اہلکار قتل ہوئے اور ان کا اسلحہ غنیمت ہوا۔ اس کمین کے بعد جیا کے ہاں ان کی شہرت ہوئی اور انہیں جیا کے مرکز بلا لیا گیا۔ پھر **جعفر الأفغانی** کی شہادت کے بعد انہیں جیا کا امیر بنا دیا گیا"۔

شیخ عطیۃ اللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"میں ان سے نہیں ملا۔ لیکن ان کے تذکرے اور لوگوں کی گواہیوں سے سمجھتا ہوں کہ وہ صالح انسان تھے۔ مخالف اور موافق سب ان پر متفق تھے"۔

(مئی1994ء) عظیم وحدت

جہادی کارروائیوں کے آغاز اور عسکری مجموعات میں اضافے کے بعد آپس میں وحدت کی کوششیں ہونے لگیں۔ یہ وحدت کئی مرحلوں سے گزری یہاں تک کہ اللہ تعالی نے 13 مئی 1994ء میں مجاہدین کو

الوحدة الكبرى (عظیم وحدت) سے نوازا۔ **الجماعة الإسلامية المسلحة** کے جھنڈے تلے اس وحدت کو**وحدة الاعتصام بالكتاب والسنة** کا نام دیا گیا۔ اس وحدت میں جیش الإنقاذ کے بڑے مشائخ بھی شامل ہو گئے۔ وحدت کے آخری اجلاس کی ویڈیو بھی شائع ہوئی جو کہ انتہائی مؤثر تھی۔ اس میں محمد السعید، عبد الرزاق رجام، عبد القادر شبوطی اور سعید مخلوفی جیسے شیوخ اپنے بیٹوں کی عمر کے ایک جوان مجاہد ابو عبد اللہ احمد کو امیر مقرر کر رہے تھے۔ اس وحدت سے مجاہدین میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔

البتہ جیش الإنقاذ کے امیر مدنی مرزاق نے اسی وقت اس وحدت کی مخالفت کی۔ اور اعلان کیا کہ وہ صرف عباسی مدنی اور علی بلحاج کے فیصلہ کو تسلیم کریں گے حالانکہ وہ اس وقت گرفتار تھے۔ اور ساتھ ہی یہ منہج اپنایا کہ ہماری لڑائی تو فقط انتخابات کے نتائج کو تسلیم کرانے کے لیے ہے۔

شیخ عطیۃ اللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

> ”بہت سے مجموعے اپنے عام مجاہدین اور عوامی دباؤ میں آکر وحدت میں داخل ہوئے۔ یہ وحدت جہاد اور سلفی منہج پر ہوئی اور اس کی عمومی شقیں اچھی تھیں“۔

شیخ ابو عبد اللہ احمد رحمۃ اللہ علیہ کا دور

شیخ ابو عبد اللہ احمد رحمۃ اللہ علیہ انتہائی جامع شخصیت تھے۔ وہ فتنے اور جھگڑوں کے سامنے ایک بند دروازہ تھے۔ وحدت کے فقط 6 مہینے بعد 26 ستمبر 1994ء میں دار الحکومت کے ایک مضافاتی علاقے میں سیکیورٹی فورسز کے ساتھ ایک جھڑپ میں شہید ہو گئے[30]۔ اتنی مختصر مدت کی امارت کے سبب وہ وحدت کے لیے درکار اصولی منہج پر اتفاق اور ہم آہنگی نہ پیدا کر سکے، اور بہت سے مسائل لاینحل رہ گئے۔ نیز ان کے دور میں اختلافات کم ہونے کا سبب یہ بھی تھا کہ عسکری سرگرمیاں عروج پر تھیں۔

[30]- جبکہ شیخ عطیۃ اللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”انہیں دار الحکومت اور بلیدہ کے درمیان شاہراہ پر ایک گاڑی نے ان کی گاڑی کے قریب آکر ان پر فائر کھول دیا۔ کئی لوگ کہتے ہیں کہ اندرونی سازش تھی، لیکن یقینی طور پر کچھ نہیں کہا جا سکتا“۔

شیخ محمد السعید رحمۃ اللہ علیہ کا مجموعہ

اگرچہ یہ علیحدہ سے مجموعہ نہیں تھا بلکہ جبہہ انقاذ کے طور پر ہی جیا میں شامل ہوا تھا، لیکن چونکہ پہلے ان کی ایک مستقل جماعت تھی اس لیے اس پر مشتمل افراد نے دار الحکومت میں **سرية الفداء** تشکیل دیا تھا۔ ان کے کردار کی وضاحت اس لیے ضروری ہے کہ بعد میں شیخ محمد السعید اور ان کی جماعت کے افراد پر الجزأرۃ اور بدعتی ہونے کا الزام لگا کر جیا کی قیادت نے انھیں نشانہ بنانا شروع کر دیا تھا۔

شیخ عطیۃ اللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

> ”سریۃ الفداء بعد میں **كتيبة الفداء** بنا۔ یہ کتیبہ ممتاز اور انتہائی تعلیم یافتہ افراد پر مشتمل تھا۔ اس میں یونیورسٹی کے اساتذہ، ڈاکٹر، انجنیئر وغیرہ شامل تھے۔ کتیبہ میں شیخ محمد السعید کے ساتھ **سعيد عاصي** نامی ان کے ساتھی بھی تھے۔ جہاد میں اس کتیبے نے اپنا لوہا منوایا۔
>
> كتيبة الفداء بڑی شخصیات کے اغوا اور ٹارگٹ کلنگ اور چیدہ کارروائیوں میں ماہر تھا۔ انہوں نے ہی الجزائر کے ایک بڑے زندیق **عبد الحق بن حموده** کو قتل کیا تھا، جو کہ **الاتحاد العالم للعمال الجزائريين** (الجزائری ورکرز جنرل یونین) کا صدر تھا اور الجزائر میں صدر کے بعد دوسرا اہم فرد گردانا جاتا تھا۔ اس کے علاوہ بہت سے جرنیلوں کو قتل کیا۔
>
> وہ فرضی **بارجات** (چیک پوسٹ) بنا کر لوگوں کی تفتیش کے دوران بڑی شخصیات کو گرفتار یا قتل کر دیتے تھے۔ چونکہ ان میں سے بعض بڑی کمپنیوں اور حکومت میں کام کرتے تھے، اس لیے ان کے لیے یونیفارم اور اچھے اسلحے کا بندوبست کرنا مشکل نہ تھا۔ پہلے وہ دار الحکومت کا جائزہ لیتے اور پھر مناسب جگہ پر چیک پوسٹ قائم کر لیتے۔
>
> ان کا کام منظم اور خفیہ ہوتا تھا۔ ان کی اکثریت باقی مجاہدین کے برخلاف پہاڑوں کی بجائے دار الحکومت میں رہتی تھی اور وہیں لڑتی تھی۔ یہ ایک نایاب تجربہ تھا جسے میرے خیال میں لکھا جانا چاہیے۔

میں اس کتیبے کی بعض قیادتوں سے ملا ہوں، جن میں **عبد الوہاب عمارہ** بھی شامل ہیں جن سے **جیا** نے اعتراف کرواکے انھیں قتل کر دیا تھا۔ اسی طرح **ابو صالح** بھی تھے جو کہ عبدالوہاب عمارہ کے قتل کیے جانے کے بعد کتیبہ کے امیر مقرر ہوئے"۔

فصل چہارم: (1992-1995ء) جہاد کا عروج

یہاں سے ہم مجاہدین کے غلو میں مبتلا ہونے سے پہلے 1992ء میں جہاد کے آغاز سے 1995ء کی گرمیوں تک کی عسکری کارروائیوں اور کامیابیوں کا تذکرہ کریں گے، تاکہ معلوم ہو کہ الجزائر میں جہاد اتنے مختصر عرصے میں کتنا پھیلا اور کس طرح کامیابی کی طرف بڑھا، اور موازنہ کیا جاسکے کہ بعد میں جب غلو کا شکار ہوا تو اس کے کتنے بھیانک اثرات مرتب ہوئے۔

گوریلا جنگ

علاقے اور تنظیم

الجزائر کے زیادہ تر علاقوں میں جہادی تشکیلات پھیل گئیں۔ ملک بھر کے شہری اور دیہی علاقوں میں عوام کی اکثریت مجاہدین کی تائید کرتی تھی اور ان سے ہمدردی رکھتی تھی، خاص کر شمالی علاقے اور اس کے پہاڑی سلسلوں میں، اور شمال کے بھی خاص کر وسطی علاقوں میں۔ وسطی علاقوں سے مراد دار الحکومت **الجزائر**، **المدیة** اور **البليدة** کی ولایتیں اور ان کے مضافات ہیں۔ اور یہی **جیا** کی قیادت کا مرکز تھے۔ جماعت کے گمراہی میں مبتلا ہونے کے بعد یہی علاقے سب زیادہ متاثر بھی ہوئے۔

آغاز میں عوامی حمایت کے سبب مجاہدین کے لیے عسکری کارروائیاں انتہائی آسان تھیں کیونکہ انہیں لوجسٹکس (logistics) پر توجہ دینے کی ضرورت نہیں پڑتی تھی۔ عوامی حمایت اور لوجسٹکس کی فراہمی ہی گوریلا جنگ کے اہم عناصر ہیں۔ لیکن افسوس کہ 'جیا' نے اپنے ہی ہاتھوں، اپنی گمراہیوں اور غیر حکیمانہ سیاست کی وجہ سے یہ عناصر گنوائے جو کہ ان کے زوال کا سبب بنا۔

شیخ عطیۃ اللہ رحمۃ اللہ علیہ جیا کے عسکری ڈھانچے کے بارے میں فرماتے ہیں:

"ہر منطقہ میں جند یا اجناد ہوتے تھے، اجناد میں کتائب، کتائب میں سرایا اور سرایا میں رمز"۔

ہمارے پاس جو دستیاب مصادر تھے، ان میں جیا کی تقسیم کے بعض علاقے معلوم ہوتے ہیں، جبکہ بعض کا ذکر نہ ہونے کی وجہ سے ہماری نظروں سے اوجھل ہیں، جو علاقے معلوم ہوئے، وہ درج ذیل ہیں:

- وسطی پہلا منطقہ: دارالحکومت الجزائر، المدیة اور البلیدة
- وسطی مشرق دوسرا منطقہ: بو مدراس
- وسطی مغرب تیسرا منطقہ: تیارت
- مغربی چوتھا منطقہ: بلعباس، تلمسان، وهران، سعیدة، عین تیمونشنت۔
- مشرقی پانچواں
- مشرقی چھٹا: باتنه
- جنوبی نواں منطقہ: ولایت الجلفة، الأغواط، غرادیة، البیض، بشّار، ورقلة اور مالی، موریتانیہ اور نائیجر کی سرحدوں تک صحرائی علاقہ۔

سنہری دور

شیخ عطیۃ اللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"وحدت یعنی 1994ء کے آخر سے لے کر 1995ء کے آخر تک مجاہدین کا سنہری دور تھا۔ مجاہدین تقریباً سو فی صد علاقوں پر قابض تھے، اور مکمل آزادی سے نقل و حرکت کرتے تھے۔ جبکہ فوج اپنے علاقوں سے نکل نہیں سکتی تھی۔

اس وقت حکومت کے پاس چار ہی امن قائم کرنے والے مسلح ادارے تھے: پولیس، درک (ملیشیا)، فوج اور انٹیلی جنس۔ لیکن بعد میں دہشت گردی کے خلاف کئی خصوصی ادارے بھی قائم ہوئے"۔

چھوٹے فوجی آپریشن

”فوج صرف چپہ چپہ تلاشی (Combing) کے آپریشن کے لیے نکلا کرتی تھی۔ آغاز میں مجاہدین کے خلاف فوجی آپریشن میں صرف پیٹرول یا نیسان ماڈل کی ایک یا دو گاڑیاں ہوتی تھیں، جنہیں وہ (دہشت گردوں) کا پیچھا کرتے ہوئے پہاڑوں پر چڑھا دوڑتے تھے۔ لیکن جنگلوں اور پہاڑی گھاٹیوں کے اندر راستے نہ ہونے کے سبب مجاہدین کا پیچھا نہیں کر سکتے تھے۔ جبکہ مجاہدین پیدل پگڈنڈیوں پر نکل جاتے تھے۔ الجزائر میں فرانسیسیوں سے بھی پہلے، جو بھی حکومت سے فرار ہونا چاہتا، گھنے جنگلات والے پہاڑوں میں پناہ لیتا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے **وجعل لکم من الجبال اکنانا**۔[31] (النحل 81)

جہاد شروع ہوتے ہی جہادی ٹولیاں بننا شروع ہو گئیں تھیں، جنہیں عامی زبان میں **کلیکات** کہا جاتا تھا۔ اس وقت تک مجاہدین بہت مضبوط نہیں ہوئے تھے۔ پھر مجاہدین نے ان گاڑیوں کو ہدف بنانا شروع کر دیا اور ہر کارروائی میں اسلحہ غنیمت کر لیتے تھے۔ تب فوج اس کام کے لیے ایک یا دو گاڑیاں نہیں، بلکہ ہیلی کاپٹر کی حفاظت میں پورا ایک قافلہ بھیجتی تھی“۔

خندقیں

”مجاہدین پہاڑوں میں اکثر خندقیں بناتے تھے، لیکن کہیں کہیں خیمے بھی استعمال کرتے تھے۔ بسا اوقات آدھی زمین کو کھود کر اس پر خیمہ لگا دیتے تھے۔ اور کبھی انتہائی فنکاری کے ساتھ درختوں کی ٹہنیوں اور زراعت میں استعمال ہونے والے کالے پلاسٹک کے استعمال سے خیمے بنا لیتے تھے۔

[31] ”اور اللہ ہی نے پہاڑوں میں تمہارے لیے پناہ گاہیں بنائیں...“ (النحل 81)

الجزائریوں کے ہاں زیرِ زمین کمرے بنانے کا رجحان بہت پرانا تھا جسے وہ **کازمہ** کہتے ہیں۔ اس میں چھت صرف ٹہنیوں اور پتوں پر پلاسٹک ڈال کر بناتے تھے، باقی پورا کمرہ پہاڑ کا ہوتا تھا۔ اسی طرح الجزائر میں کئی غار بھی تھے، جو فرانسیسیوں کے خلاف جہاد کے زمانے میں بھی استعمال ہوتے تھے۔ جبکہ کئی غار مجاہدین خود کھودتے تھے"۔

جنگلات

"جنگلات کئی قسم کے تھے۔ لیکن صنوبر کے جنگلات جہاد کے لیے اچھے نہیں تھے کیونکہ صنوبر کا درخت ماچس کی طرح آگ پکڑتا ہے۔ فوج صنوبر کے درخت کو ہی نشانہ بناتی تھی اور ظاہر ہے کہ ہر جگہ طاغوت کا کام جنگلات کو جلانا ہے۔ آج تک ہر حکومت یہی کرتی آرہی ہے۔ چونکہ سردیوں میں آگ نہیں لگتی تھی، اس لیے مجاہدین نسبتاً سکون میں ہوتے تھے۔ جبکہ گرمیوں کے موسم میں ہر وقت ڈر لگا رہتا تھا کہ ہوائی جہاز آکر جنگلات کو جلانے کے لیے بمباری کرے گا۔ اور یاد رہے کہ جنگل اور صحرا میں کبھی یہ نہ کہنا میں تو خوب واقف ہوں نہیں، گموں گا"۔

بڑے فوجی آپریشن

"بعد میں تلاشی کے آپریشن میں فوج کسی خاص علاقے کو چن کر وہاں تقریباً 5 سے 10 ہزار تک فوجیوں کو ٹینک، بکتر بند گاڑیوں اور ہیلی کاپٹر کی حفاظت میں بھیجتی تھی۔ ایسے میں مجاہدین کیا کرتے؟ اپنا سامان جمع کر کے چھپا دیتے تھے اور خود غائب ہو جاتے تھے"۔

پروپیگنڈہ کا استعمال

"فوج کو کچھ بھی نہ ملتا تھا لیکن میڈیا پر آ کر کہتے کہ ہم نے اتنے مرکز جلا دیے اور اتنے دہشت گرد مار دیے۔ اللہ کی قسم یہ سب جھوٹ ہوتا تھا۔ ہم خود ان علاقوں میں ہوتے تھے جس وقت حکومت یہ اعلان کرتی تھی کہ ہم نے 50 دہشت گرد قتل کر دیے۔ ویسے یہ ناممکن تھا کہ ایک ہی تلاشی کے آپریشن میں اتنی تعداد میں مارے جائیں"۔

"فوج کے اس آپریشن کے مقابلے میں مجاہدین ان پر کمین لگاتے تھے اور اکثر میں دس بارہ فوجی گرفتار اور باقی بھاگ نکلتے تھے۔ یہ ہمیشہ اسی طرح ہوتا تھا۔ پھر جیٹ آتے اور پہاڑیوں پر بمباری کر کے جنگلات جلا ڈالتے تھے۔ انہیں جب کسی مرکز کے آثار نظر آ جاتے تو خوش ہوتے تھے، حالانکہ مجاہدین وہ مرکز چھوڑ چکے ہوتے تھے"۔

گوریلا جنگ

"ہم نے گوریلا جنگ اور ماؤزے تنگ کی کتابیں پڑھی تھیں۔ گوریلا جنگ والوں نے جو لکھا ہے، اسے آپ ہمیشہ ویسے ہی دیکھیں گے۔ یہاں تک کہ آپ کو گمان ہو گا کہ حرف بحرف، ہوبہو وہی ہو رہا ہے۔ مجھے حیرت ہوتی تھی کہ سبحان اللہ! حرف بحرف وہی ہوتا ہے۔ دشمن بھی وہی کرتا ہے اور گوریلا والے بھی۔ حالانکہ الجزائری مجاہدین کو گوریلا جنگ کا علم نہ تھا، لیکن قدرتی تدبیر یہی تھی۔ کام کی نوعیت ہی آپ پر فرض کر دیتی ہے کہ کام کیسے ہو"۔

توازن کا مرحلہ

"اس طرح گوریلا مجاہدین اس مرحلے میں داخل ہو گئے، جسے گوریلا جنگ میں توازن کا مرحلہ کہا جاتا ہے۔ پہلے وہ دو تین گاڑیاں نہیں لا سکتا تھا اور اب وہ پورا قافلہ لانے کے باوجود مجاہدین کو نقصان نہیں پہنچا سکتا تھا"۔

عوام پر حکومتی مظالم

"اس طرح میرے ہوتے ہوئے چپہ چپہ تلاشی کی سب سے لمبی کارروائی **بومرداس** کے علاقے میں ہوئی تھی، لیکن وہ مجاہدین تک نہیں پہنچ سکے، بلکہ عوام کی تفتیش تک ان کا کام محدود رہا۔ فوج عوام کی تلاشی کی مجاز نہیں تھی، اس لیے اپنے ساتھ وزارت داخلہ کے تحت کام کرنے والی پولیس اور درک لاتی تھی تاکہ عوام کی تلاشی لی جا سکے۔ اس تفتیش کے دوران علاقے کا محاصرہ کر کے گھر گھر تلاشی لی جاتی تھی، بالکل جیسے یہودی فلسطینیوں کے ساتھ کرتے ہیں۔ کیونکہ جوانوں کو مجاہدین کے شبہ میں اٹھالیا جاتا تھا، اس لیے جب آپریشن میں مجاہدین بھاگتے تو اکثر مقامی جوان بھی مجاہدین کے ساتھ بھاگ نکلتے۔ صرف بوڑھے، بچے اور خواتین گھروں میں رہ جاتے تھے۔ جب ان سے جوانوں کے بارے میں پوچھا جاتا تو گھر والے کام پر جانے کا بہانہ کرتے تھے۔ اس پر امن قائم کرنے والے ادارے لوگوں کو اذیت دیتے تھے۔ جس میں کم سے کم یہ تھی کہ انہیں ذلیل کرتے، مار پیٹ کرتے، ان کے گھروں کی تلاشی لیتے اور چادر اور چار دیواری کا تقدس پامال کرتے۔ اس دوران خواتین کے ساتھ زیادتی بھی ہوتی تھی۔

جیسے جیسے عوام کا نقصان زیادہ ہوتا گیا وہ فوج کے بھی مزید خلاف ہوتے گئے۔ جبکہ دوسری طرف عوام ہماری ویسے ہی نصرت کرتے تھے، جیسے وزیرستان کے قبائل۔ ہمارے لیے سامان خریدتے، ہمارے لیے روٹی پکاتے وغیرہ"۔

بڑی کارروائیاں

جہاں ایک طرف پہاڑوں میں جنگ جاری تھی، وہیں مجاہدین نے شہری علاقوں اور فوجی کیمپوں پر بھی بڑی کارروائیاں کیں جن میں سے اہم درج ذیل ہیں۔

(جون 1992ء) صدر بوضیاف کا قتل

29 جون 1992ء میں صدر جنرل بوضیاف کو اس کے ذاتی محافظ **الطیب بو معرافی لمبارک** نے قتل کر دیا۔ اگرچہ یہ کارروائی جہادی مجموعوں کی براہ راست منصوبہ بندی کا نتیجہ نہ تھی، بلکہ مجاہدین سے ہمدردی رکھنے والے **بو معرافی** کا انفرادی عمل تھا، اللہ اسے رہائی عطا فرمائے، لیکن اس کی وجہ سے حکومت بوکھلا گئی اور ملکی حالات مزید سنگین ہو گئے۔ بوضیاف کی جگہ فوج کے زیرِ اثر کام کرنے والی سپریم سٹیٹ کونسل نے اپنے ایک دوسرے رکن جنرل **علی کافی** کو صدر مقرر کیا۔ حکومت نے قتل کا الزام جبہہ پر لگاتے ہوئے جبہہ کے گرفتار قائدین شیخ عباسی مدنی اور علی بلحاج کو 13 سالہ قید کی سزا سنا دی۔ اگرچہ جبہہ نے اس کارروائی سے برملا انکار کیا۔

(اکتوبر 1993ء) فرانسیسی سفارت کاروں کا اغوا

24 اکتوبر 1993ء کو مجاہدین نے تین فرانسیسی سفارت کاروں کو اغوا کیا اور پھر رہا بھی کر دیا، تاکہ وہ فرانس کی حکومت کو جماعت کے مطالبوں سے آگاہ کر سکیں۔ یہ مطالبے دو شقوں پر مشتمل تھے؛ اول یہ کہ فرانس الجزائر کے طاغوتی نظام کی مدد کرنے سے باز آئے، اور دوم یہ کہ الجزائر میں اپنے تمام ثقافتی، سیاسی اور تجارتی ادارے بند کر دے۔ ان مطالبوں کے لیے فرانس کی حکومت کو ایک ماہ کی مہلت دی گئی، یعنی یکم دسمبر 1993ء کے آخر تک۔ بصورتِ دیگر الجزائر کی سرزمین پر کہیں بھی فرانس اور مغربی یورپ کے باشندوں کو نشانہ بنانے کی دھمکی دی گئی۔ مطالبہ پر غور کرنے کی بجائے فرانس کے وزیر داخلہ **چارل باسکوا** نے دہشت گردی کے بہانے فرانس میں مقیم الجزائری جوانوں کی پکڑ دھکڑ کا سلسلہ شروع کر دیا۔ اس کے فوراً بعد الجزائر میں مجاہدین نے بھی یورپی ممالک کے افراد کو نشانہ بنانا شروع کر دیا، نتیجتاً 70 کافر ہلاک ہوئے جن کی اکثریت فرانسیسیوں کی تھی۔

(اکتوبر 1993ء) فوجی کیمپوں پر قبضے

الجزائر کے طول و عرض میں دھاووے، کمین اور بڑی سرکاری شخصیات کی ٹارگٹ کلنگ کے ساتھ ساتھ مجاہدین کئی فوجی کیمپوں پر بھی قبضہ کرنے میں کامیاب ہوئے۔ ان میں اہم درج ذیل ہیں:

- ولایت **جیجل** کے شہر **الطاهير** کے فوجی کیمپ پر اکتوبر 1993ء میں۔
- مئی 1994ء میں **سیدی بلعباس** ولایت کے **اتلاغ** شہر میں فوجی کیمپ۔
- **تلمسان** ولایت کے **سبدو** شہر کے فوجی کیمپ۔
- **بنی مَرّاد** کے علاقے کے فوجی کیمپ۔
- دارالحکومت کے مضافاتی شہر **الرغاية** کے فوجی کیمپ۔

نیز اس کے علاوہ بھی مختلف عسکری کارروائیاں ہوتی رہیں۔

(مارچ 1994ء) تازولت جیل کی کارروائی

اس مرحلے میں عظیم ترین کامیابیوں میں شیخ **ابو إبراهيم مصطفى** رحمۃ اللہ علیہ[32] کی زیرِ قیادت ہونے والی کارروائی تھی، جس کے نتیجے میں 27 رمضان 1414ھ بمطابق 10 مارچ 1994ء کو **تازولت** جیل سے 1200 قیدی رہا ہوئے۔

یہ ذہن میں رہے کہ بعض کا یہ کہنا کہ یہ کارروائی طاغوتی حکومت کی منصوبہ بندی سے ہوئی، بالکل غلط ہے۔ ایسے افراد زمینی صورتِ حال سے قطعاً واقف نہیں ہیں۔ یہ کارروائی مجاہدین ہی کی منصوبہ بندی اور انہی

---

[32] ۔ شیخ ابو ابراہیم مصطفی کا اصل نام **نبیل صحراوی** تھا۔ ان کی پیدائش 25 دسمبر 1966ء میں شہر **باتنة** میں ہوئی۔ اور وہیں کے کالج سے تھرمل انرجی میں انجینئرنگ کی تھی۔ اپنے علاقے میں 1992ء میں جہاد شروع کرنے والوں میں سے تھے۔ پھر انہیں پانچویں علاقے کی امارت ملی۔ جمادی الثانیہ 1424ھ بمطابق اگست 2003ء میں **الجماعة السلفية للدعوة والقتال** کی مجلس اعیان کے صدر مقرر ہوئے۔ اور پھر سال 2003ء کے خزاں میں **الجماعة السلفية** کے امیر مقرر ہوئے۔ جون 2004ء میں ولایت **بجاية** کے وادی **قصور** میں شہید ہوئے۔

کی عملی تنفیذ سے ہوئی۔ قاری سعید رحمۃ اللہ علیہ خود جیل کے اندر سے اس کارروائی میں شریک رہے اور جیل کے 7 پہرہ دار خفیہ طور پہ مجاہدین کے ساتھ کام کر رہے تھے۔

(1994ء)فرانسیسی فوجیوں پر کمین

1994ء میں فرانس کے قونصل خانے کے تابع فرانسیسی سپاہیوں پر دار الحکومت کے وسط **دالی إبراهيم** کے علاقے میں کمین لگائی گئی، جس میں 5 ہلاک ہوئے اور ان کا اسلحہ غنیمت ہوا۔ اس کارروائی کی قیادت **ابو عبد الرحمن أمين** یعنی **جمال زيتوني** نے کی، جبکہ وہ **الموقعون بالدم** نامی ایک سریے کے امیر تھے۔ یہ شیخ ابو عبد اللہ احمد رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت کے بعد جیا کے امیر بنے۔

فرانس کے اندر حملے

چونکہ فرانس الجزائر کے طاغوتی نظام کی مدد کرتا تھا، اس لیے الجزائری مجاہدین نے فرانس کی سرزمین پر حملے کی منصوبہ بندی کی۔ شیخ **ابو عبد الله احمد** رحمۃ اللہ علیہ نے بیرونی محاذ کے لیے کئی ساتھیوں کی ذمہ داری لگائی تھی، جن میں سرِ فہرست برادر **المہدی** تھے۔ المہدی نے فرانس میں زیرِ زمین میٹرو میں دھماکے سمیت کئی کارروائیاں انجام دیں۔ اگرچہ یہ کارروائیاں عسکری لحاظ سے کمزور تھیں، لیکن ان کا میڈیا پر بہت چرچا ہوا جس سے فرانسیسی سیاست پر اثر پڑا اور فرانس مجبور ہوا کہ وہ اپنی انٹیلی جنس کے افسروں کے ذریعے براہِ راست جیا سے مذاکرات کرے۔ اس عمل سے الجزائر کی حکومت بے چین ہوئی لیکن یہ کارروائیاں زیادہ دیر تک جاری نہ رہ سکیں، کیونکہ یہ ساتھی گرفتار ہوگئے اور اب تک وہ فرانس کی جیلوں میں ہیں۔

(1994ء)بحری جہازوں پر حملے

1994ء میں دار الحکومت کے ساحل پر موجود الجزائری فوجی بحری جہاز پر اس وقت حملہ کیا گیا، جب بحیرہ روم کے یورپی اور افریقی جانب کے پانچ پانچ ممالک کے درمیان الجزائر سے یورپ منتقل ہونے والی دہشت

گردی کی روک تھام کے لیے 5 جمع 5 گروپ کا اجلاس ہو رہا تھا۔ اس اجلاس میں اٹلی ایک سرگرم رکن تھا، نیز اٹلی نے بغیر کسی ثبوت کے اپنی سرزمین پر الجزائری نوجوانوں کو گرفتار کرنے کا سلسلہ شروع کر رکھا تھا۔ اس کے جواب میں مجاہدین نے شہر **جیجل** کے ساحل پر موجود اطالوی بحری جہاز پر 7 جولائی 1994ء کو حملہ کیا اور اس کے ساتوں پہرہ داروں کو قتل کر کے جہاز کا ساز و سامان غنیمت کر لیا۔

(دسمبر 1994ء) فرانسیسی ایئر لائنز کے ہوائی جہاز کا اغوا

24 دسمبر 1994ء کو یہ کارروائی ہوئی اور کوشش یہ تھی کہ اگر مطالبے تسلیم نہ کیے گئے تو اسے **الإلیزی** محل میں مار کر اڑا دیا جائے گا۔

(1994ء) حکومت مذاکرات پر مجبور

اس عرصے میں کارروائیوں کا مجموعی نتیجہ یہ تھا کہ فوج، پولیس اور دیگر امن قائم کرنے والے مرتد اداروں کے 300 اہلکار ہر ہفتے ہلاک ہو رہے تھے۔ اسی وجہ سے فوج مجبور ہوئی کہ جنوری 1994ء میں صدر علی کافی کی جگہ ایسی شخصیت کو صدر بنائے جسے عوام میں کچھ مقبولیت حاصل ہو اور وہ مجاہدین کے ساتھ **شدت پسندی** کی کارروائیوں کو روکنے کے لیے مذاکرات کر سکے۔ چنانچہ جنرل الیمین زروال کو صدر مقرر کیا جو فرانسیسیوں کے خلاف آزادئ الجزائر کے جہاد میں 16 سال کی عمر میں شریک رہ چکا تھا اور بعد میں فوج کے ساتھ منسلک ہو گیا۔

الیمین زروال نے 1994ء کی بہار میں جبہہ انقاذ کے جیل میں گرفتار قائدین کے ساتھ مذاکرات شروع کیے، لیکن 1994ء کے آخر میں مذاکرات کی ناکامی کے ساتھ ساتھ 1995ء میں انتخابات کروانے کا اعلان کیا۔

(1995ء) پولیس ہیڈ کوارٹر پر فدائی

دار الحکومت کے وسط میں واقع سنٹرل پولیس کے مرکزی ہیڈ کوارٹر کو 1995ء میں فدائی حملے کے ذریعے تباہ کر دیا گیا۔ یہ الجزائر کی پہلی فدائی کارروائی تھی۔

فصل پنجم: یورپ سے جہادِ الجزائر کی نصرت

جہاں ایک طرف الجزائر کے اندر جہادی کارروائیاں زور و شور سے جاری تھی، وہاں بیرونِ ملک بھی مختلف اطراف سے مجاہدین کی مدد اور نصرت کے لیے مسلمان لپک پڑے۔ **شیخ اسامہ** رحمۃ اللہ علیہ نے الجزائر میں حالات جاننے اور وہاں کے مجاہدین کے ساتھ مدد کے لیے خصوصی ایلچی بھیجا جس کا تذکرہ آگے آرہا ہے۔ اسی طرح مصر کی **جماعة الجہاد** کے امیر ڈاکٹر **ایمن الظواہری** حفظہ اللہ نے بھی اس وقت **جیا** کے امیر زیتونی کے ساتھ جہاد کی حمایت کے لیے مراسلت کی۔ جبکہ لیبیا کی **الجماعة المقاتلة** نے تو اپنے دسیوں بہترین مجاہدین کو جہادِ الجزائر میں شرکت کے لیے الجزائر بھیجا۔ اسی طرح الجزائر کے مشرق میں تیونس اور مغرب میں مراکش کے مجاہدین نے بھی اہم لوجسٹک مدد فراہم کی۔ افریقہ کے بعد جہادِ الجزائر کی نصرت کا اہم ترین علاقہ خود یورپ تھا! یہاں پہلے ہم یورپ کا تذکرہ کریں گے۔

یورپ میں جہاد کی نصرت

افغانستان میں روس کے انخلا کے بعد جب افغان مجاہد گروپوں کے درمیان خانہ جنگی شروع ہوئی، تو عرب مجاہدین افغانستان سے نکلنے لگے۔ لیکن اپنے ممالک کی لادین حکومتوں کے ظلم سے بچنے کے لیے بے شمار افراد یورپی ممالک کی طرف ہجرت کرنے پر مجبور ہوئے۔ اس طرح مختلف جہادی نظریات یورپی ممالک میں بھی پھیلنا شروع ہو گئے جہاں پہلے سے ہی اسلامی بیداری کے مختلف مکاتبِ فکر نے اپنے اپنے مراکز قائم کر رکھے تھے۔ اس وقت پورے یورپ میں تقریباً 4 کروڑ (40 ملین) مسلمان موجود تھے۔ اس طرح اس دور میں یورپ اور خاص کر لندن اسلام پسندوں کی سرگرمیوں کا ایک اہم مرکز بن گیا۔

برطانوی حکومت الجزائری مجاہدین اور دیگر اسلام پسندوں کی طرف سے بظاہر نظر چرا رہی تھی، بلکہ یہ تاثر دے رہی تھی جیسے وہ ان کی تائید کرتی ہے۔ اسی وجہ سے بہت سے الجزائری مجاہدین یہ سمجھ رہے تھے کہ

برطانیہ فرانس کے ساتھ تاریخی دشمنی کی وجہ سے انہیں نہیں چھیڑے گا۔ حالانکہ برطانوی انٹیلی جنس نے سب پر گہری نظر رکھی ہوئی تھی۔

اس وقت لندن میں تین جہادی گروہوں کے افراد موجود تھے: مصری **جماعة الجہاد**، لیبیا کی **الجماعة المقاتلة** اور شیخ اسامہ بن لادن رحمۃ اللہ علیہ سے مربوط چند شخصیات۔

اس وقت یہ ممکن تھا کہ برطانیہ کی طرف سے فراہم کردہ ایک محدود پیمانے کی آزادی سے فائدہ اٹھایا جاتا، بشرطیکہ اسلام پسندوں کی طرف سے اِس آزادی کے اصول کی پاسداری ہوتی۔ اور مجاہدین ایسا کوئی کام نہ کر گزرتے جو برطانیہ کے لیے سرخ لکیر پر گزرنے کی مانند ہو۔ یہ ایک مشکل کام تھا، جس میں کسی قسم کی غلطی مہلک ثابت ہو سکتی تھی۔ تاہم جہاد کو پھیلانے کے لیے یہ کوئی کم اہم موقع بھی نہ تھا۔

'ٹونی بلیر' کے آنے سے پہلے تک یہ موقع انتہائی مناسب تھا۔ لیکن اس کے آنے کے بعد اس نے برطانوی سیاست کو امریکہ کی جنونی سیاست کے تابع کر دیا، اور دوسری طرف مجاہدین اور ان کے انصار کی کئی غلطیوں نے اس مشروط محدود آزادی کو بھی ختم کر دیا۔ یہاں تک کہ برطانیہ میں مجاہدین کے خلاف اقدامات کرنے کے بعد لندن میں بالعموم جہاد سے وابستہ تین قسم کے لوگ ہی بچے: گرفتار مجاہد، تارکِ جہاد یا جاسوس۔

مجلة الأنصار، لندن

مشروط محدود آزادی کے وقت جیا نے برادر **أبو فارس رشید رمدة** کو لندن کی طرف روانہ کیا، تاکہ وہاں وہ اعلامی دفتر **مکتب الأنصار** کی نگرانی کریں۔ وہاں انہوں نے اہم کردار ادا کیا اور جیا کی کلیدی اعلامی شخصیت بن گئے۔

ابو فارس کا تعلق مشرقی الجزائر میں ولایت تبسة سے ہے۔ جہادِ افغانستان میں شریک رہے، جہاں وہ قاری سعید رحمۃ اللہ علیہ کی جماعت سے منسلک تھے۔ اسی وقت سے قاری سعید رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں اعلامی کام سنبھالنے پر مامور کیا تھا۔ ابو فارس نے لندن سے **مجلة (نشرة) الأنصار** رسالہ جاری کیا اور الجزائر کے مجاہدین کی زبردست نصرت کی۔ نشرۃ الانصار کا الجزائری گروپ اس وقت لندن میں موجود مشہور مفکرِ جہاد شیخ ابو

مصعب سوری اور فلسطینی مجاہد عالم دین شیخ ابو قتادہ حفظہ اللہ سے بھرپور استفادہ کرتا تھا۔ 1995ء تک نشرۃ الأنصار نے اسلامی بیداری کے مکاتبِ فکر کے درمیان ایک اہم مقام بنالیا تھا۔

لندن میں مجاہدین کے خلاف گھیرا تنگ ہوا تو 1995ء کے موسمِ گرما میں دہشت گردی کے خلاف برطانوی فورس نے نشرۃ الأنصار کے دفتر پر دھاوا بولا اور ابو فارس کو گرفتار کرلیا۔ ان پر الزام تھا کہ انھوں نے برطانیہ میں دہشت گردی کی کارروائی کی منصوبہ بندی کی ہے جس کے سبب وہ 10 سال تک برطانوی جیلوں میں رہے۔ 2006ء میں برطانیہ میں سزا کی مدت ختم ہوئی، تو برطانوی حکومت نے انھیں فرانس کی حکومت کے سپرد کردیا، جو ابو فارس پر فرانس میں ہونے والے کئی دھماکوں اور کارروائیوں کا الزام لگاتی تھی۔ وہاں ان پر 15 سال قید کی سزا لگائی گئی اور اب تک وہ فرانس کی جیلوں میں ہیں۔ اللہ انہیں رہائی عطا فرمائے، آمین۔

شیخ ابو مصعب سوری [فک اللہ أسرہ] کا کردار

جہادِ افغانستان کے دوران شیخ ابو مصعب سوری کے قاری سعید رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ گہرے تعلقات قائم ہو گئے تھے۔ قاری سعید رحمۃ اللہ علیہ نے الجزائر میں جہاد شروع کرنے کے حوالے سے اپنے ارادے کا اظہار کیا تو شیخ ابو مصعب نے ان کی نصرت کی حامی بھری۔ افغانستان میں روس کی شکست اور مجاہدین کے درمیان خانہ جنگی کے بعد شیخ ابو مصعب ہسپانیہ چلے گئے۔ وہاں انھیں قاری سعید رحمۃ اللہ علیہ نے فون کرکے لندن میں جیا کے میڈیا سیل کے ساتھ تعاون کرنے کی درخواست کی۔

اس طرح 1993ء کے اخیر میں شیخ ابو مصعب الجزائری جہاد کی نصرت کے لیے لندن پہنچے، جس وقت تک جیا نے الجزائر میں اپنا لوہا منوالیا تھا۔ شیخ نے 1994ء اور 1995ء میں نشرۃ الأنصار میں بھرپور کردار ادا کیا۔ شیخ کا بذاتِ خود الجزائر جانے کا ارادہ تھا لیکن جن افراد کے ذریعے انھوں نے ترتیب بنائی تھی، وہ گرفتار ہو گئے تھے۔

1997ء میں جب ایک طرف الجزائری جہاد میں فساد برپا ہوا، دوسری طرف مجاہدین کے گرد لندن میں گھیرا تنگ ہوا اور تیسری طرف امارتِ اسلامی افغانستان مضبوط ہوئی، تو شیخ ابو مصعب افغانستان چلے آئے۔

شیخ ابو مصعب لکھتے ہیں کہ جب وہ جیا کے میڈیا سیل کے ساتھ کام کرنے کی غرض سے لندن پہنچے، تو وہاں انہیں کئی چیزوں نے حیران کر دیا۔ کام میں بے ترتیبی، امنیات کے شعور کا فقدان اور اعلامی سیل کو ہی مختلف یورپی ممالک میں دیگر جہادی سرگرمیوں کے لیے استعمال کرنا وغیرہ امور ان کے لیے پریشان کن تھے۔ ان چیزوں کو دیکھتے ہوئے ابتدا میں شیخ کام کرنے سے ہچکچائے، لیکن نصیحت اور بھلائی میں تعاون کے جذبے نے انہیں ان بھائیوں کے ساتھ کام کرنے پر مجبور کیا۔

شیخ ابو قتادہ حفظہ اللہ کا کردار

جس وقت شیخ ابو مصعب سوری لندن سے دوبارہ ہسپانیہ گئے تاکہ وہاں اپنی جمع پونجی سمیٹ کر لندن واپس جائیں۔ اسی وقت اردنی شہریت کے حامل مشہور فلسطینی مجاہد عالمِ دین شیخ ابو قتادہ نے لندن میں سیاسی پناہ لی۔

1991ء میں پہلی خلیجی جنگ کے دوران شیخ ابو قتادہ نے عراقی صدر صدام حسین کی مخالفت کی، جبکہ اردنی حکومت کویت کے خلاف عراق کی حمایت کر رہی تھی۔ اردنی حکومت کی طرف سے دباؤ کے تحت شیخ ابو قتادہ 1992ء میں افغانستان چلے گئے۔ لیکن اس وقت تک اکثر مجاہدین خود افغانستان چھوڑ کر واپس جا رہے تھے۔ چنانچہ 1994ء میں شیخ ابو قتادہ بھی لندن چلے گئے۔

لندن پہنچ کر انھوں نے وہاں کے ایک ہال میں مسجد بنائی اور دیگر دعوتی سرگرمیوں کے ساتھ ساتھ جمعہ کے خطبے بھی دینے لگے۔ ان کی مسجد مجاہدین وانصارانِ مجاہدین سمیت اسلامی بیداری کے مختلف دھاروں کے لیے دعوتی، خیراتی اور میل ملاقات کا اہم مرکز بن گئی۔

شیخ ابو قتادہ کے علم، جوشیلے خطبوں اور جہاد کی تائید نے ان کے گرد بے شمار جوانوں کو جمع کر دیا۔ اس طرح شیخ ابو قتادہ اس عرصے میں نشرۃ الأنصار میں عمومی موضوعات سمیت خاص کر جہادِ الجزائر کی نصرت میں لکھنے لگے۔ 1995ء میں ابو فارس کی گرفتاری کے بعد عملاً نشرۃ الأنصار کی ادارت شیخ ابو قتادہ کے ہاتھ میں منتقل ہو گئی۔ جیا کی گمراہی اور اس کے سدِباب کے حوالے سے لندن میں مجلۃ الانصار، ان دونوں شیوخ اور لندن میں موجود دیگر جہادی شخصیات اور مجموعوں کا اہم کردار رہا جو ہم آگے بیان کریں گے۔

فصل ششم: افریقہ سے الجزائر کی نصرت

مراکش کی حکومت کا کردار

آغاز میں باہر سے آنے والے مجاہدین مراکش کے خفیہ راستوں کے ذریعے الجزائر میں داخل ہو رہے تھے، جبکہ مراکش کی بادشاہی حکومت نے الجزائر کے ساتھ تاریخی دشمنی کی بنا پر آنکھیں چرائی ہوئی تھیں۔ مجاہدین نے اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اچھی مقدار میں اسلحہ اور ساز و سامان الجزائر تک پہنچایا۔ لیکن فرانسیسی دباؤ کے نتیجے میں جلد ہی مراکش نے یہ راستے بند کر دیے۔ خاص کر جیا کے امیر عبد الحق لعیایدہ کی مئی 1993ء میں مراکش میں گرفتاری کے بعد ایسا ہوا، جہاں وہ باہر کی کئی اہم شخصیات کے ساتھ اسلحہ کی خریداری کے سلسلے میں اجلاس میں مصروف تھے۔ اس اجتماع میں اندرونِ الجزائر کے بھی کئی قائدین شریک ہوئے تھے، جن میں شیخ **ابو ایمن مصعب** رحمۃ اللہ علیہ، شیخ **ابو عبد الغفار رضوان عشیر** رحمۃ اللہ علیہ[33] اور شیخ **ابو فاطمه سليم قايم** رحمۃ اللہ علیہ[34] شامل تھے۔

(1993ء)سوڈان میں شیخ اسامہ بن لادن رحمۃ اللہ علیہ سے رابطے

مراکش کا راستہ بند ہوا تو جیا کی طرف سے شیخ **أبو الليث المسيلى** رحمۃ اللہ علیہ بیرونی ساتھیوں کے ساتھ ترتیبات طے کرنے پر مقرر ہوئے۔ اس کام کے لیے شیخ ابو اللیث مسیلی 1993ء کے موسمِ گرما میں سوڈان

---

[33]- ان دونوں حضرات کا تعارف آگے آئے گا۔

[34]- سلیم قائم کا جہادی تخلص **ابو فاطمه بلال** تھا۔ وہ 1961ء میں **قسنطينة** میں پیدا ہوئے۔ 80ء کی دہائی کے نصف سے جہادِ افغان میں مصروف رہے۔ یہ بھی جزائر میں جہاد شروع کرنے والے اولین افراد میں سے تھے۔ ولایت **قسنطينة** کے عسکری کماندان تصور ہوتے تھے۔ اللہ نے انہیں کئی کامیاب عسکری کارروائیوں کی قیادت نصیب کی۔ ان میں سے ایک ولایت **جيجل** کے شہر **الطاهير** میں عسکری کیمپ پر حملہ تھا، جہاں ہلکے ہتھیاروں کی ایک بڑی کھیپ غنیمت ہوئی۔ اس کے بعد ولایت **سكيكدة** کے امیر مقرر ہوئے۔ ولایت **سكيكدة** اور **قسنطينة** کے درمیان دسمبر 1994ء میں شہادت پائی۔

منتقل ہوئے تاکہ دیگر جہادی مجموعوں کے ساتھ ترتیبات طے کریں، جو اس زمانہ میں سوڈان میں موجود تھے۔ شیخ ابو اللیث مسیلی شیخ اسامہ رحمۃ اللہ علیہ کے اعلامی دفتر میں جیا کا ایک شعبہ قائم کرنے میں کامیاب ہوئے۔ جس کے بعد وہ مزید رابطوں کے لیے پشاور منتقل ہو گئے۔

(1994ء) شیخ عطیۃ اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا کردار

القاعدۃ کے مشہور رہنما شیخ عطیۃ اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا الجزائر میں کردار انتہائی اہم اور پرانا ہے، ان کا تعلق الجزائر کے پڑوسی ملک لیبیا سے تھا۔ سب سے پہلے شیخ عطیۃ اللہ اپنے طور پہ الجزائر میں 1989ء میں گئے جس کے بارے میں ان کے رفیقِ کار شیخ ابو محمد الفقیہ بتاتے ہیں:

”1989ء میں لیبیا کی طاغوتی حکومت نے دیندار جوانوں کو گرفتار کرنے کا سلسلہ شروع کیا تو شیخ عطیۃ اللہ نے کئی دیگر ساتھیوں کے ساتھ الجزائر کی طرف ہجرت کا فیصلہ کیا۔ اس وقت جبہہ انقاذ اپنے عروج پر تھی۔ الجزائر میں ہم ایک مہینہ رہے جہاں شیخ عطیۃ اللہ، شیخ علی بلحاج اور عباسی مدنی کے دروس اور تقریریں سننے کا اہتمام کرتے تھے۔ اور اسلامی تحریکوں کے جوانوں سے تعارف حاصل کرتے تھے۔ اس دوران وہ بزرگ شیخ احمد سحنون سے بھی ملے تھے“۔

لیکن بعد میں شیخ اسامہ کی ہدایت پر الجزائر کی جہادی قیادت سے تعلقات قائم کرنے کے لیے الجزائر گئے، جیسا کہ شیخ الفقیہ بتاتے ہیں۔ خود شیخ عطیہ اللہ تذکرہ کرتے ہیں:

”میں دو دفعہ الجزائر میں داخل ہوا۔ پہلی دفعہ 1993ء میں داخل ہوا اور 1994ء کے آغاز میں نکل گیا۔ پھر دوبارہ 1994ء کے آخر میں داخل ہوا اور 1998ء تک رہا۔ دوسری دفعہ جب داخل ہو تو قاری سعید حیات تھے لیکن ان سے میری ملاقات نہ ہو سکی۔ یہ وحدت کا زمانہ تھا اور شیخ ابو عبد اللہ احمد کے آخری دنوں کی بات تھی۔ اور جب نکل رہے تھے تو وہ جیش انقاذ کی طرف سے یک طرفہ جنگ بندی کا زمانہ تھا۔

آغاز میں ہم برطانیہ میں موجود شیخ **ابو المنذر** اور **الجماعة الليبية المقاتلة** سے فون پر بات کرتے تھے۔ وہی ہمارے اور سوڈان کے ساتھیوں (یعنی شیخ اسامہ و دیگر) کے درمیان رابطہ کار تھے۔ میں ان کو فون کر کے کہتا تھا: بھائیوں کو وہاں یہ اطلاع دیں، تو وہ سوڈان میں لیبیا سے تعلق رکھنے والے برادر **انس السبیعی** کو اطلاع دیتے تھے۔ کیونکہ وہ اس وقت شیخ اسامہ کی امنیات کے ذمہ دار تھے"۔

شیخ عطیۃ اللہ فرماتے ہیں کہ بعد میں جب جیا کی قیادت سے ان کے معاملات بگڑ گئے اور حالات سخت ہو گئے اور یہ رابطہ کٹ گیا، تو انہوں نے ایک قاصد کے ذریعے خطوط بھیجے۔ وہ فرماتے ہیں:

"میں نے شیخ اسامہ کی طرف خطوط مرتب کر کے قاصد کے ذریعے سوڈان میں بھائیوں کے ہاں بھجوا دیے۔ اور ساتھ میں نے الجزائر میں کچھ عرصہ رہنے کی اجازت لی تھی۔ تو جواب آیا تھا کہ: رہو، کوئی مسئلہ نہیں ہے"۔

(1994ء) صحرائے نائیجر اور شیخ اسامہ رحمۃ اللہ علیہ کا ایلچی

مراکش کے راستے بند ہونے کے بعد صحرائے نائیجر میں پہلی دفعہ الجزائری مجاہدین 1994ء میں داخل ہوئے، جہاں برادر **خالد أبو العباس**[35] اپنے مجموعے کے امیر تھے۔ یہ ساتھی **كتيبة الشهادة** سے تعلق

[35] - خالد ابو العباس کا اصل نام **مختار بن محمد بلمختار** ہے۔ شہر **غرادية** میں 1972ء میں پیدا ہوئے۔ سرزمینِ خراسان کی طرف ہجرت کی۔ اپنے مجاہد بھائیوں کے ساتھ جہاد میں شریک رہے جبکہ ابھی ان کی عمر بیس سال بھی نہیں تھی۔ اور یہیں ان کی ایک آنکھ معرکوں میں شہید ہوئی، جس کے سبب جزائری ذرائع ابلاغ انہیں 'کانا' کا لقب دیتے ہیں۔ جب الجزائر میں جہاد شروع ہوا تو آپ اس کے جھنڈے تھامنے والے ابتدائی شہ سواروں میں سے ایک تھے۔ ان کا مکمل تذکرہ رسالے **الجماعة** کے ساتویں شمارے میں ہے جسے **الجماعة السلفية للدعوة والقتال** شائع کرتی تھی۔ یہ رسالے کے ساتھ ان کی ایک گفتگو کی صورت میں ہے۔ ان قائد کے بارے میں مزید جاننے کے لیے وہاں رجوع کیا جا سکتا ہے۔ آج کل وہ **تنظيم القاعدة في بلاد المغرب الإسلامي** کی طرف سے مالی اور نائیجر کے ساتھ صحرائے اعظم میں کسی ذمہ داری پر فائز ہیں۔

رکھتے تھے، جو الجزائر کی صحرائی ولایت **غرادیة** میں سرگرم تھا۔ انہی میں برادر **الحاج، النذیر** اور **اسماعیل** تھے جو 1996ء میں شہید کیے گئے۔

برادر خالد ابو العباس کی صحرا میں ملاقات شیخ **حسن علام** رحمۃ اللہ علیہ[36] سے ہوئی، جنہوں نے صحرا میں کام کے لیے راستہ پہلے سے ہموار کر رکھا تھا۔ اور نائیجر اور نائیجیریا کے مختلف طبقوں کے ساتھ تعلقات قائم کر رکھے تھے، تاکہ الجزائر کے اندر اسلحہ پہنچانے سمیت وہاں کے مجاہدین کی تمام طریقوں سے مدد کی جاسکے۔ صحرا میں یہ مجاہدین اپنی مدد آپ کے تحت الجزائری حکومت کے تحت چلنے والی کمپنیوں کی گاڑیاں لوٹتے اور انہیں بیچ کر اسلحہ اور گولیوں کے ذخیرے خریدتے۔

---

[36]۔ شیخ حسن علام کا تعلق صحرائے جزائر کے شہر **المنیعة** سے ہے جہاں وہ جبہہ انقاذ کے نمائندوں میں شمار ہوتے تھے۔ وہ متقی، پرہیز گار اور خاموش طبیعت کے مالک تھے اور جزائر اور نائیجر کے درمیان تجارت کیا کرتے تھے۔ 1991ء کی ہڑتال کے بعد انہیں گرفتار کر لیا گیا اور انتخابات سے تھوڑی دیر قبل جب انہیں رہا کیا گیا تو وہ نائیجر چلے گئے جہاں دعوتی کام شروع کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے آپ کو جہاد کی خدمت کے لیے وقف کیا۔ تجارت کے ساتھ ساتھ وہ صحرا کی ایک فلاحی تنظیم میں بھی کام کرتے تھے، جس کے ذریعے ان کا رابطہ شیخ اسامہ سے ہوا۔ ان کا منصوبہ تھا کہ شیخ اسامہ کو 1993ء کے موسم گرما میں صحرائے اعظم میں پناہ دی جاسکے لیکن ایسا نہ ہو سکا۔ شیخ حسن 1994ء میں برادر خالد سے ملاقات تک صحرا میں ہی رہے۔ پھر جب **جیا** میں غلو شروع ہوا اور مشائخ نے 1996ء کے موسم گرما میں جیا سے براءت کا اعلان کیا تو شیخ بھی علیحدہ ہو کر نائیجیریا کی طرف منتقل ہو گئے۔ 2000ء میں دوبارہ جزائر واپس گئے جہاں **الجماعة السلفية للدعوة والقتال** کے مجاہدین کے ساتھ ملاقات ہوئی۔ پھر 2002ء میں دیگر ساتھیوں کے ساتھ **المنطقة الخامسة** (ولایت **تبسة**) میں مجاہدین کے ایک کتیبہ میں ضعیف العمری اور مرض کے باوجود شامل رہے۔ **عبد الرزاق أبو حيدرة** المعروف **البارا** فک اللہ اسرہ کے ساتھ 2003ء میں شیخ حسن جرمن افراد کے اغوا سمیت تمام ان سختیوں میں شریک رہے جن سے اس عرصے میں ساتھی گزر رہے تھے۔ پھر اسی سال دوبارہ صحرا واپس گئے اور صحرا میں ہی **عبد الرزاق** کے ساتھ سرگرم رہے۔ انہوں نے سب سے پہلے نائیجیریا کے **امیر یوسف** (جو کہ مشہور شیخ محمد یوسف کے علاوہ ہیں) کے ذریعے ساتھیوں کا رابطہ بحال کیا تاکہ وہ صحراء میں موجود مجاہدین کے ساتھ مل جائیں۔ تقریباً 65 سال کی عمر میں وہ اور ان کے ساتھی **امیر یوسف** اور **تبسة** سے تعلق رکھنے والے **شداد** نامی ایک اور جزائری بھائی 2004ء میں **شنتا بردين** نامی صحرائی شہر میں نائیجر کی افواج کے ساتھ ایک جھڑپ میں شہید ہو گئے۔ رحمہ اللہ تعالی

اسی عرصے میں شیخ اسامہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے جیا کی قیادت کے لیے ایک ایلچی پیغام لے کر پہنچ چکا تھا[37]۔ شیخ اسامہ کا پیغام جیا کے امراء تک پہنچانے کے لیے برادر خالد الجزائر میں داخل ہوئے اور اپنے پیچھے برادر **أحمد الجزائری الأفغانی** رحمۃ اللہ علیہ[38] کو شیخ حسن کے ساتھ چھوڑا، تاکہ وہ نائیجیریا میں مضافہ کھولیں، صحرا میں اپنی سرگرمیاں جاری رکھیں اور بیرونی ساتھیوں کے ساتھ رابطے میں رہیں، خاص کر برطانیہ میں **مکتب الانصار** کے ساتھ۔

شیخ اسامہ رحمۃ اللہ علیہ کا جیا کے نام پیغام

برادر خالد، شیخ اسامہ کے ایلچی کو ساتھ لے کر الجزائر میں داخل ہوئے، جہاں وہ اپنے امیر **عبد الباقی**[39] سے ملے جو پورے **المنطقة التاسعة** کے امیر تھے۔ عبد الباقی نے ایلچی سے شیخ اسامہ کا خط وصول کیا اور

[37]- غالباً یہ تب کی بات ہو گی جب کچھ عرصے کے لیے شیخ عطیہ کا القاعدہ کی قیادت کے ساتھ رابطہ کٹ چکا تھا۔ ورنہ شیخ عطیۃ اللہ کا جزائر میں ہوتے ہوئے دوسرے ایلچی کو بھیجنا سمجھ میں نہیں آتا۔

[38]- برادر احمد الجزائری الافغانی کا تعلق **غرادیة** سے تھا۔ 90ء کی دہائی کے آغاز میں جہادِ افغانستان سے وابستہ ہوئے۔ اور ایک مائن میں ان کی ٹانگ ضائع ہو گئی۔ افغانستان سے یمن اور یمن سے 1995ء میں نائیجیریا کے صحرا پہنچے۔ وہاں سرگرم رہے یہاں تک کہ صحرائے نائیجر میں وہاں کی سرکاری افواج کے ساتھ جھڑپ میں نومبر 1998ء میں شہید ہو گئے۔

[39]- عبد الباقی کا تعلق جنوب مغربی جزائر میں ولایت **الأغواط** سے تھا۔ وہ عبادت گزار، متقی، عاجز مزاج اور اپنے ساتھیوں میں محبوب تھے۔ 90ء کی دہائی کے آغاز میں جہادِ افغانستان سے وابستہ ہوئے۔ اور وہاں **معسکر خلدن** اور **معسکر باری** کے درمیان آتے جاتے رہتے تھے۔ پھر جزائر میں جہاد کے آغاز کے وقت ہی جزائر پہنچے اور اپنے علاقے **الأغواط** میں سرگرم ہو گئے۔ پھر اس کے بعد **ابو طلحة الجنوبی** کی زیرِ قیادت **عنابة** کے علاقے میں سرگرم رہے۔ پھر دوبارہ اغواط واپس گئے اور اپنے علاقے یعنی کہ **المنطقة التاسعة** کے امیر مقرر ہوئے۔ جیا کی تقسیم کے مطابق اس منطقہ ولایت **الجلفة**، **الأغواط**، **الغرادیة**، اور مالی، موریتانیہ اور نائیجر کی سرحدوں تک کا صحرائی علاقہ شامل تھا۔ انہوں نے دشمن فورسز کے خلاف کئی بڑی کارروائیاں کیں۔ ان کا کتیبہ **کتیبة الأغواط** جماعت کی سطح پر تمام کتائب میں سے سرگرم تھا۔ عبد الباقی مرتد حکومت کے ہاتھوں ایک مسلمان بہن کی عصمت دری کے بدلے کے لیے، اغواط شہر کے وسط میں دشمن کے خلاف ایک بہت بڑی کارروائی میں شہید ہوئے جس میں انہوں نے اور ان کے ساتھیوں نے موت پر بیعت کر رکھی تھی۔ یہ کارروائی 11 دن جاری رہی، جس میں 100 سے زائد فوجی ہلاک ہوئے۔ یہ 1996ء کی گرمیوں کی بات ہے۔

اسے جیا کی قیادت تک پہنچانے کے لیے خود خالد کے ساتھ مرکز کی طرف روانہ ہوئے۔ خط کا خلاصہ یہ تھا کہ شیخ اسامہ الجزائر میں جہاد کی نصرت کی خاطر **جیا** کے ساتھ کام میں شرکت اور تعاون پر آمادہ ہیں۔ اس وقت **جیا** کا امیر **جمال زیتونی** تھا۔ زیتونی نے برادر عبد الباقی کو ہی اس معاملہ کی نگرانی پر مقرر کیا، اور جوابی خط دے کر روانہ کر دیا۔ خط کا مضمون یہ تھا کہ **جیا** بھی کام اور تعاون پر رضامند ہے۔ عبد الباقی اور خالد واپس منطقہ تاسعہ لوٹے اور وہاں سے خالد شیخ اسامہ کے ایلچی کو لے کر واپس صحرائے نائیجر کی طرف روانہ ہوئے۔ جہاں سے ایلچی خط کا جواب لے کر سوڈان چلا گیا۔

شیخ عطیۃ اللہ کا شیخ اسامہ کے نام پیغام

لیکن اس سے قبل کہ شیخ کا ایلچی سوڈان پہنچے، شیخ **عطية الله** کی طرف سے ایک قاصد شیخ اسامہ تک پہنچ چکا تھا۔ شیخ عطیۃ اللہ اس وقت **جیا** کے ساتھ الجزائر میں ہی تھے۔ شیخ عطیۃ اللہ نے شیخ اسامہ کو **جیا** میں گمراہی اور غلو میں مبتلا ہونے کے بارے میں خبردار کیا۔ اس پر شیخ اسامہ نے **جیا** کے ساتھ تعامل چھوڑ دیا۔

مشائخِ جہاد کی الجزائر میں داخل ہونے کی کوشش

اس عرصے میں جہادی مجموعوں کے کئی قائدین الجزائر میں داخل ہونے کی کوشش کر رہے تھے۔ لیکن **جیا** کے بیعت کے بارے میں سخت موقف کی وجہ سے ایسا نہ ہو سکا۔ ان میں شیخ **ابو الولید الغزی الأنصاری فك الله أسره**، شیخ **ابو الفرج المصری** رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ **ابو یاسر المصری** شامل ہیں۔

(1996ء) بیرونی مدد کے راستے بند

1996ء میں عبد الباقی ایک کارروائی میں شہید ہوئے تو اس وقت خالد اپنے مجموعے کے ساتھ واپس نائیجر جا چکے تھے۔ اس دوران نویں منطقے نے امیر مقرر کرنے کے لیے ایک وفد زیتونی کی طرف بھیجا تو زیتونی نے خالد کو ہی نویں منطقے کا امیر مقرر کر دیا۔

جب شیخ اسامہ اور دیگر جہادی جماعتوں کی طرف سے نصرت کی کوئی امید باقی نہ رہی، تو جیا نے نئے امیر خالد ابو العباس کو رقم دے کر ذمہ داری لگائی کہ وہ صحرا کے ذریعے اسلحہ اندر تک پہنچائے۔ لیکن مشائخِ جہاد کی طرف سے جیا سے براءت کے اعلانات کے بعد شیخ خالد کے ساتھی احمد الجزائری افغانی اور شیخ حسن نے کام کرنا چھوڑ دیا تھا۔ یوں بیرونی نصرت کے دروازے ایک ایک کر کے بند ہوتے گئے۔

لیبیا کی الجماعة المقاتلة کا کردار

لیبیا کی **الجماعة المقاتلة** نے اپنے بہترین مجاہدین بھیجے، تاکہ وہ الجزائری مجاہدین کی نصرت کریں۔ لیکن بدقسمتی سے جیا کی قیادت نے ان سے فائدہ اٹھانے کی بجائے انھیں یا قتل کر دیا، یا دور علاقوں میں عام مجاہدین کی طرح رکھا۔ ان کے احوال کا تذکرہ شیخ عطیۃ اللہ کے 'اعمال کاملہ' میں 'انا المسلم' فورم کے ساتھ گفتگو میں بھی ہے۔ لیکن یہاں ہم مثال کے طور پہ شیخ عطیہ کے الجزائری تجربے والی آڈیو میں شامل لیبی مجاہدین کا کچھ تذکرہ نقل کرتے ہیں۔ شیخ عطیۃ اللہ فرماتے ہیں:

> ”جس وقت زیتونی مجھے اور عبد الرحمن الفقیہ کو قتل کرنے کا سوچ رہا تھا۔ تب میں عبد الرحمن، **عاصم** اور **صخر** کے پاس گیا۔ ہم چار تھے، جبکہ باقی 6 لیبی ساتھی پہلے ہی مشرق کی طرف نکل چکے تھے جہاں **الجماعة المقاتله** کے کچھ افراد پہلے سے موجود تھے۔ میرے علاوہ یہ سب ساتھی **مقاتله** کے تھے۔
>
> صخر عسکری آدمی تھے، تکنیک اور تنفیذ کے مدرب تھے۔ **مقاتله** نے انہیں الجزائری مجاہدین کی مدد کے لیے بھیجا تھا۔ جبکہ عاصم دستاویزات بنانے کا ماہر تھا۔ اسی نے میرے لیے پاسپورٹ پر جعلی مہر لگائی تھی۔ وہ متفجرات کے بھی استاذ تھے اور ورکشاپ کے بھی۔ اسلحہ مرمت بھی کرتے تھے اور بناتے بھی تھے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہیں سوڈان میں بھائیوں [یعنی القاعدہ] کے کہنے پر الجزائر کی مدد کے لیے بھیجا گیا تھا۔ لیکن الجزائریوں نے ان سے کوئی فائدہ

نہیں اٹھایا۔ عاصم ہمارے ساتھ بھاگ نکلا جبکہ صخر نہ مانا، اور بالآخر عنتر کے دور میں اسے جیانے شہید کر دیا"۔

جبکہ خود عبد الرحمن الفقیہ کے بارے میں بیان کرتے ہیں:

"عبد الرحمن الفقیہ آج کل برطانیہ میں قید ہیں۔ وہ لیبیا میں بھی میرے دوست، ہمسائے اور جہادی کام میں ساتھی تھے۔ ہم 1989ء میں پہلی مرتبہ جہاد کے لیے ایک ساتھ الجزائر گئے تھے، پھر واپسی پر علیحدہ ہو گئے۔ اور اب دوبارہ الجزائر میں اتفاقاً جمع ہو گئے، جہاں نکلنے تک اکٹھے چار سال گزارے۔ ان کا تعلق لیبیا کی الجماعۃ المقاتلۃ سے تھا، جبکہ میں وہاں القاعدہ کی نمائندگی کرتا تھا"۔

فصل ہفتم:(1994-1996ء)جمال زیتونی اور غلو کا دور

یہاں سے جہادِ الجزائر کے ایک اہم باب کا تذکرہ شروع ہوتا ہے جو کہ الجزائر میں جہاد کے زوال کا سبب بنا، یعنی جیا کا منہجِ اعتدال کو چھوڑ کر غلو، بے جا تشدد اور گمراہی میں مبتلا ہو جانا۔ جیا میں غلو دو ادوار سے گزرا۔ پہلا دور 'جمال زیتونی' کی امارت کا، اور دوسرا دور اس کے قتل کیے جانے کے بعد اس سے زیادہ گمراہ 'عنتر زوابری' کی امارت کا۔ جمال زیتونی اکتوبر 1994ء میں جیا کا امیر بنا اور جولائی 1996ء میں قتل ہوا۔

جیا میں خوارج کے افکار کا داخلہ

اس سے قبل کہ ہم جمال زیتونی اور مرکزی قیادت کی گمراہی بیان کریں، یہاں جیا کے اندر خارجی سوچ داخل ہونے اور پھیلنے کے بارے میں ذکر کرتے ہیں۔ اس کا تفصیلی ذکر شیخ عاصم ابو حیان نے اپنے انٹرویو میں اس سوال کے جواب میں کیا کہ گمراہ نظریات اور غلو کو روکنے کی آیا کوئی کوشش بھی ہوئی تھی۔ یہاں ہم ان واقعات کو تاریخی ترتیب سے بیان کر رہے ہیں۔

(1994ء)خوارج کو جہاد سے بے دخل کرنے کی ابتدائی پالیسی

"شریف قوسی اور ان سے پہلے جیا کی قیادت حریص تھی کہ خارجی سوچ اور منہج سے جہاد کو صاف کیا جائے۔ نہ صرف یہ کہ ایسے افراد سے ہوشیار رہنے کو کہتی تھی جن کا تعلق **الہجرة والتکفیر** کے منہج سے ہو، بلکہ انہیں پاتے ہی خارج کر دیا جاتا تھا۔

اس لیے مشرقی ولایتوں میں ہمارے بھائیوں نے 1994ء میں تازولت جیل کے رہا شدہ افراد میں سے جن میں بھی خارجی فکر کا شبہہ محسوس کیا، انہیں جماعت میں داخل نہیں ہونے دیا گیا۔ سوائے ان افراد کے جنہوں نے تقیہ کی بنا پر توبہ ظاہر کی اور اپنی گمراہی کو چھپائے رکھا"۔

خوارج کی قیادت تک رسائی

"تازولت جیل سے رہا ہونے والوں میں **ابو البراء حسین عرباوی العاصمی** بھی تھا، جس پر بے شمار ساتھیوں نے گواہی دی کہ وہ جیل کے اندر خارجیت کے داعیوں میں سے تھا۔ لیکن اس نے **جیا** کی سابقہ قیادت کے ڈر سے تقیہ اختیار کر رکھا تھا۔ رہا ہونے کے بعد مجاہدین کی غفلت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے وہ **جیا** کے مرکز جبال الشریعۃ میں جمال زیتونی تک پہنچ گیا۔ زیتونی نے بعد میں اسے شرعی نگران مقرر کر لیا"۔

خوارج کا سریہ

"دوسری طرف خارجی نظریات کے حامل مسلح افراد کا ایک سریہ 1994ء کے آغاز میں ولایت **بومرداس** کے پہاڑ **بوزقرۃ** میں قائم ہوا۔ اس وقت **جیا** کے مجاہدین ان کا پیچھا کرتے رہتے تھے اور موقع پاتے ہی انہیں قتل کر دیتے تھے۔ یہاں تک کہ اس سریے کے افراد مغربی علاقے کی طرف ہجرت کر گئے جہاں ان کے نظریات کا ایک اور سریہ ولایت **عین الدفلیٰ** کے پہاڑ **افرینا** میں موجود تھا"۔

كتائب التوحيد یا جماعت التكفير والهجرة

"ان دونوں سریوں نے مل کر جبل افرینا میں **كتائب التوحيد** نامی ایک مجموعہ تشکیل دیا، جن کی تعداد 50 سے 70 کے درمیان تھی۔ ان افراد نے ولایت **المدية** کے **قصر البخاری** سے تعلق رکھنے والے **عبد العظیم** کو اپنا امیر مقرر کیا، جو پیشہ کے لحاظ سے تعلیم سے وابستہ استاد تھا۔ اس دوران عبد العظیم اپنے غلط عقائد اور نظریات کی تبلیغ کرتا پھرتا تھا، جس سے کئی مزید نوجوان بھی متاثر ہوئے"۔

الكتيبة الخضراء میں خوارج کا ظہور

البليدة کے جبال الشريعة میں الكتيبة الخضراء جیا کی قیادت کا اپنا کتیبہ تھا۔

"عبد العظیم سے متاثر جوانوں میں **احمد بلحوت** اور **مصعب عين قراد** بھی تھے۔ احمد بلحوت بعد میں **الكتيبة الخضراء** کا شرعی نگران بنا جبکہ مصعب عین قراد اسی کتیبے کا نقیب ٹھہرا۔ عین الدفلیٰ میں یہ گمراہ ٹولہ خارجی منہج کا برملا اعلان کرتا تھا۔ اس سے تعلق رکھنے والے افراد عوام الناس حتیٰ کہ اپنے رشتہ داروں کی تکفیر کرتے تھے۔ حتیٰ کہ **جیا** اور دیگر جماعتوں کے لوگوں کی بھی تکفیر کرتے تھے۔

اس ٹولے نے کبھی بھی طاغوتی فوج کے خلاف لڑائی نہیں کی، بلکہ غریب عوام کو ہی نشانہ بنایا۔ ولایت عین الدفلیٰ میں باراتیوں کے ایک جلوس پر حملہ کر کے اس میں شامل بے شمار افراد کو گولیوں سے بھون ڈالا۔ اسی طرح اس ولایت کے ایک گاؤں میں قہوہ خانے پر حملہ کیا اور اس میں موجود کم از کم 30 عام افراد کو گولیاں مار کر قتل کر دیا"۔

الخضراء میں خوارج کے نظریات

"مئی 1995ء میں **کتیبه الخضراء** کے نقیب اور سپاہیوں کے درمیان اختلاف ہوا تو **جیا** کی طرف سے قاضی بھیجے جانے سے پہلے، میں [شیخ عاصم ابو حیان] بھی اصلاحی لجنہ کے رکن کی حیثیت سے وہاں گیا تھا۔ جہاں میں نے خارجی فکر کو زمینی حقیقت کے طور پہ دیکھا۔ جس کے سرخیل کتیبہ کے شرعی نگران اور نقیب تھے اور ان کے ساتھ 140 میں سے 30 مجاہدین تھے۔

جن گمراہیوں کو میں نے خود دیکھا اور سنا، وہ کچھ یوں ہیں:

1. شرعی نگران اور اس کا ٹولہ جماعت کے تمام امراء کو خلیفہ کا مرتبہ دیتے تھے اور اسی لیے ہر مخالف پر قتل کا حکم لگاتے تھے۔

2. مالکی مذہب کی پیروی کرنے والے مجاہدین کی تعزیر کرتے تھے۔
3. عوام الناس میں سے کئی گروہوں کی عمومی تکفیر کرتے تھے جس میں درج ذیل شامل ہیں:
أ. پہاڑوں میں رہنے والے دیہاتی باشندوں کی اس آیت کے بنا پر کہ **الأعراب أشد كفرا و نفاقا**، حالانکہ وہی مجاہدین کی نصرت میں پیش پیش تھے۔
ب. **جميعة العلماء المسلمين** کے تمام ارکان کی۔
ج. امت کے عموم علماء کی۔
د. **بنی میزاب** کے قبیلے سے تعلق رکھنے والے **إباضی** مذہب کے پیروکاروں کی۔
ہ. اپنے علاوہ مسلمانوں کی تمام جماعتوں کی۔
4. کہتے تھے کہ ہم مرتد فوج کے ساتھ 3 سال کے لیے جنگ بندی کرتے ہیں، تا کہ جہاد سے بدعتیوں کا خاتمہ کریں۔
5. سنتِ نبوی کی تمام اقسام کو واجب کا درجہ دیتے تھے۔

اس کے علاوہ بھی بہت سی بدعتیں اور گمراہیاں تھیں۔ یہ تو وہ ہیں جو میں نے خود سنیں اور اپنی آنکھوں سے دیکھیں"۔

(مئی 1995ء) کتیبہ الخضراء میں مجاہدین کا قتل

"**الكتيبه الخضراء** میں اس کی قیادت اور سپاہیوں کے درمیان اختلاف ختم کرنے کے لیے جمال زیتونی نے شرعی نگران حسین عرباوی کو قاضی کے طور پہ بھیجا [جس کے متعلق پہلے بیان ہوا ہے کہ وہ خود بھی خارجی افکار کا حامل تھا، لیکن تقیہ کرتا تھا]۔ اس قاضی نے کتیبہ کے شرعی نگران اور نقیب کی تائید کی جو اسی کے گمراہ منہج پر تھے۔ اور کتیبہ کے کئی مجاہدین پر ظالمانہ حکم نافذ کیے، جس کے نتیجے میں بے شمار مجاہدین کو وہیں قتل کر دیا گیا۔ جبکہ ان میں سے 14 کو قید

کر کے جمال زیتونی کے ہاں بھیجا، جنہیں جمال نے خود قتل کیا۔ نیز کتیبہ میں مخالف باقی افراد سے اسلحہ چھین کر انہیں جیل میں ڈال دیا گیا۔

اس قضا میں شامل ایک مجاہد نے مجھے بتایا کہ ایک شخص نے قاضی حسین عرباوی سے قوم کی خواتین کو باندی بنانے کے حکم کے بارے میں پوچھا، تو اس نے جواب دیا کہ جائز ہے اور ان شاء اللہ عنقریب ہو گا"۔

گمراہی کا پھیلاؤ

"عام مجاہدین کی گمراہی کی وجہ امارت کے قریبی علاقے المدیۃ وزرۃ میں کتیبۃ السنۃ اور علاقے الشریعۃ میں کتیبۃ الخضراء کے گمراہ کن خارجی افکار اور ان کے شرعی ذمہ داران کی طرف سے اسی قسم کے ہوائی فتوے تھے"۔

جمال زیتونی کی شخصیت

جمال زیتونی ابو عبد الرحمن أمین کی کنیت سے مشہور تھا۔ وہ دار الحکومت میں 1968ء میں پیدا ہوا۔ جہاد کی پکار پر لبیک کرنے والے ابتدائی افراد میں سے تھا۔ اور کئی کتائب اور سرایا کا امیر رہا۔ ابو عبد اللہ احمد کی شہادت کے بعد 27 اکتوبر 1994ء میں جیا کا امیر مقرر ہوا۔

شیخ عاصم ابو حیان جمال زیتونی کے بارے میں فرماتے ہیں:

دینی پس منظر

"1985ء میں میرا اس سے تعارف تب ہوا جب اس نے میرے ہاں مسجد کے حلقے میں آنا شروع کیا۔ ان حلقوں کے علاوہ وہ ضلع بئر الخادم کے محلے مبارک کی مسجد میں ہونے والے عقیدے اور فقہ کے شرعی دوروں میں بھی شریک رہا۔ اس کے ساتھ میری گہری دوستی اور

ساتھ رہا ہے۔ یہاں تک کہ فروری 1992ء میں گرفتاریوں کے بعد صحرا کے مشہور جیل خانوں نے ہمیں علیحدہ کر دیا۔

زیتونی دیندار اور سلجھے ہوئے خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔ ان کے والد شیخ مسعود بئر الخادم کے مین روڈ پر پولٹری کا کاروبار کرتے تھے۔ اس نے اسکول کی نویں جماعت پڑھی تھی اور اپنے والد کے ساتھ دکان پر کام کرتا تھا"۔

جبہہ انقاذ میں شمولیت

"1989ء میں جب جبہہ انقاذ کی تشکیل ہوئی تو زیتونی نے اس میں شامل ہونے میں پہل کی اور بلدیہ بئر الخادم کے سیاسی دفتر کا رکن بن گیا۔ جب بلدیہ کے صدر سے غلطیاں سرزد ہوئیں تو ارکان نے زیتونی کو دفتر کا صدر منتخب کر دیا۔ اس طرح وہ فروری 1992ء میں ولایت **تمنراست** کے علاقے **عین صالح** میں واقع صحرائی جیل میں جانے تک صدر رہا۔ 1992ء کی خزاں میں جب جیل سے رہا ہوا تو سیدھا میرے گھر آیا لیکن مجھے نہیں پایا۔ تو اپنے والد کی دکان پر میرے لیے پیغام چھوڑ کر چلا گیا کہ میں مجاہدین کے ساتھ شامل ہو گیا ہوں، لہذا مجھے تلاش کرنے کی کوشش نہ کرنا"۔

عسکری کمانڈر

"اس طرح جمال زیتونی بئر الخادم اور السحاولہ میں سریہ الموقعون بالدم میں شریف قوسمی کے تحت ایک سپاہی بن گیا، اور ان کے ساتھ السحاولہ میں گشتی پولیس پر کمین میں شامل رہا۔ جب **جیا** نے 1994ء میں شریف قوسمی کو امارت کے مرکز میں بلایا تو جمال زیتونی السحاولہ کے سریہ کا امیر مقرر ہوا۔ اس دوران اس نے عسکری کارروائیوں میں تیزی دکھائی۔ 1995ء میں دار الحکومت کے علاقے **دالی إبراهيم** میں واقع فرانسیسی سفارت خانے سے نکلنے والی فرانسیسی

سپاہیوں کی گشتی گاڑی پر کمین لگائی، جس میں 5 فرانسیسی کمانڈو مارے گئے اور ان کا اسلحہ غنیمت ہوا۔ اس نادر کارروائی کے نتیجے میں جیا میں اس کی شہرت بڑھ گئی اور البلیدۃ اور دار الحکومت کے ارکان اس پر اعتماد کرنے لگے۔ اسی لیے شریف قوسمی کی شہادت کے بعد وہ امیر بن سکا"۔

دینی موقف اور قربانی

شیخ عاصم ابوحیان فرماتے ہیں:

"جتنا میں جمال کو جانتا ہوں یہ تقریباً ناممکنات میں سے ہے کہ وہ الجزائر کے طاغوت کے بارے میں اپنے عقیدے سے دستبردار ہو جائے۔ وہ توجبہہ انقاذ کے واقعات سے پہلے ہی شیخ مصطفیٰ بویعلی کی تحریک کے ساتھ حکومت کے رویے کی وجہ سے حکومت کی تکفیر کرتا تھا۔ جون 1991ء میں دار الحکومت میں دھرنے کے دوران وہ پولیس اور فوج کے ساتھ تصادم کرنے میں پیش پیش تھا۔ اور دشمن بھی اچھی طرح اسے جانتا تھا۔ اس لیے جب انتخابات کے نتائج کالعدم قرار دیے گئے، تو وہ پہلا شخص تھا جسے راتوں رات حکومت نے اپنے گھر سے اٹھایا۔ اور اتنے عجیب صبر والا تھا کہ اس نے حکومت کی جانب سے شدید اذیت کے دوران اہم رازوں میں سے کوئی راز بھی فاش نہیں کیا۔ جب میں کچھ عرصے بعد فروری 1992ء میں پکڑا گیا تو دار الحکومت کے علاقے المحمدیه میں جمہوری گارڈ الحرس الجمہوری کے کیمپ میں دیگر گرفتار بھائیوں سمیت اس سے بھی میری ملاقات ہوئی۔ اس وقت تشدد کی وجہ سے اس کا چہرہ اتنا مسخ ہو چکا تھا کہ مجھے پہچاننے میں دشواری ہو رہی تھی۔ اللہ نے اسے ثابت قدم رکھا اور اس نے دشمنوں کو اسلحے کے اس سودے کے بارے میں کچھ نہیں بتایا تھا، جو میرے اور اس کے درمیان مسجد میں طے ہوا تھا۔ نہ ہی اس کی زبان سے یہ نکلا تھا کہ شریف قوسمی کے ساتھ اس کے ساتھی کہاں چھپتے تھے"۔

گمراہ ٹولہ

"اور چونکہ جمال زیتونی دیندار خاندان سے تعلق رکھتا تھا، اس لیے اس وقت تک وہ دین، ادب اور اخلاق میں بہترین تھا۔ سنت سے محبت اور بدعت سے نفرت کرنے والا تھا۔ جس کے دین کے بارے میں اسے اطمینان ہوتا تھا، تو اس کی نصیحت کو سنتا تھا۔ یہاں تک کہ وہ اس کے ہاتھوں میں مرید کی طرح بن جاتا تھا۔ اتنی تابعداری کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ وہ خود شرعی علم میں پختہ نہ تھا۔ اور میرے خیال میں یہی اس شخص کی گمراہی کا سبب بنا؛ یعنی شرعی علم میں کمزوری... اور ایسے اشخاص پر اندھا دھند اعتماد جو خود نیم عالم اور غلو میں مبتلا ہوں۔ جیسا کہ بعد میں اس کے ساتھی **ابو عدلان رابح غنيمة،ابو العباس محمد بو كابوس البليدى** اور **ابو طلحة عنتر زوابرى** وغیرہ تھے۔ اس ٹولے نے اس کے گرد جمع ہو کر اس کے سابقہ مزاج پر منفی اثرات ڈالے، دھوکے میں رکھا، خود اس ٹولے نے اپنے آپ کو جماعت کا اہلِ حل و عقد بنا ڈالا اور دیگر طلبۂ علم اور قائدینِ جہاد کی تحقیر کی۔

نبی اکرم ﷺ کی حدیث **المرء على دين خليله** (انسان اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے) جمال پر پوری اترتی ہے۔ اسی طرح آپ ﷺ کا یہ فرمان **هلك المتنطعون** (اہل غلو ہلاک ہوئے) اس کے بارے میں پورا اترتا ہے جسے آپ ﷺ نے تین دفعہ دہرایا ہے"۔

شیخ عطیۃ اللہ فرماتے ہیں کہ زیتونی، زوابری، ماکادور، ابو ریحانہ اور ابو الولید قرادیہ کو انھوں نے قریب سے دیکھا ہے۔ ماکادور خارج کے تعلقات کا ذمہ دار تھا، جبکہ ابو ریحانہ اور ابو الولید قرادیہ شرعی مسئول تھے۔

مخبری کا غلط الزام

شیخ عاصم ابو حیان فرماتے ہیں:

”جو لوگ محض نتائج کو دیکھ کر جمال پر ایجنسیوں کے آلۂ کار ہونے کا الزام لگاتے ہیں، وہ حقیقت سے دور رہے ہیں۔ اور بھول جاتے ہیں کہ جاہل انسان بسا اوقات اپنے آپ اور دوستوں کے ساتھ وہ کچھ کرتا ہے، جو دشمن بھی نہیں کر پاتا۔ جمال قتال میں جری اور شجاع تھا اور دین سے محبت کرنے والا تھا۔ لیکن ساتھ ہی ساتھ جو بھی اسے فتویٰ دیتا، اس پر اعتماد کر لیتا تھا۔ اس طرح اسے شدت پسند گروہ نے گھیر لیا، اور وہ نا جانتے ہوئے بھی حق وہی سمجھتا تھا جو گمراہ ٹولہ اسے بتاتا تھا“۔

امارت کا تنازعہ

(اکتوبر1994ء)زیتونی کی تقرری

شیخ ابو عبد اللہ احمد کے دو نائب تھے۔ ایک سابقہ جماعت الجزأرۃ سے تعلق رکھنے والے **ابو خلیل محفوظ طاجین** اور دوسرے **ابو خالد صهيب**۔ جیا کا ایک داخلی قانون تھا، جسے وہ **القانون الأساسي** کہتے تھے۔ اس کے مطابق امیر کی وفات کی صورت میں نائب اول خود بخود امیر بن جاتا تھا، یہاں تک کہ مجلسِ شوریٰ اکٹھی ہو کر اسے ہٹانے یا برقرار رکھنے پر متفق ہو۔ یہی وجہ تھی کہ نائبِ اول کو **مستخلف اول** بھی کہا جاتا تھا۔ اور نائب اول ہونے کے ناطے یہی نظر آرہا تھا کہ ابو خلیل ہی ابو عبد اللہ کے جانشین ہوں گے۔ اسی لیے مجلسِ شوریٰ میں موجود کئی ارکان نے انہیں عارضی طور پہ امیر مقرر کیا، جب تک کہ مجلسِ شوریٰ کے تمام ارکان اکٹھے نہیں ہوتے، اور انہیں برقرار رکھنے یا ان کے علاوہ کسی اور کو امیر بنانے کا فیصلہ نہیں کرتے۔

لیکن دوسری طرف البلیدۃ سے تعلق رکھنے والے غلو میں مبتلا ایک گروہ نے مجلسِ شوریٰ کے ارکان کے فیصلے اور جماعت کے اندرونی لائحے کو پسِ پشت ڈالتے ہوئے، بزعمِ خود اہل حل و عقد بن کر جمال زیتونی کو امیر بنا دیا۔ یہ الزام لگاتے ہوئے کہ ابو خلیل بدعتی ہیں اور الجزأرۃ کی تحریک سے وابستہ ہیں۔ دار الحکومت اور

البلیدۃ کا یہ گروہ شروع سے جزأرۃ والوں کے ساتھ بہت درشت روی سے پیش آتا تھا۔ تب سے الجزائر کا جہاد ایک خطرناک موڑ کی جانب چلا گیا اور نظر آرہا تھا کہ اس کا انجام بہت برا ہو گا۔

شیخ عطیۃ اللہ فرماتے ہیں:

"محفوظ ابو خلیل پر ویسے ہی انقلاب لایا گیا جیسا کہ آج کل مختلف ممالک میں تختے الٹے جاتے ہیں۔ **زیتونی، ماکادور، بو کابوس، عدنان** اور **عنتر** اور ایک شخص **ابو مریم** نامی...جو اس وقت اعلامی مسئول تھا... جمع ہوئے اور فیصلہ کیا کہ ہم بیان جاری کریں گے۔ مسئولِ اعلامی نے کہا کہ کیسے جبکہ مجلسِ شوری ہی ابھی تک نہیں جمع ہوئی۔ لیکن باقی افراد نے اسے زبردستی بیان بنانے پر مجبور کیا کیونکہ اس کے پاس کمپیوٹر اور پرنٹر وغیرہ تھے۔ بیان آیا کہ فلاں دن مجلسِ شوری کا اجلاس ہوا اور محفوظ خلیل کو ہٹا کر جمال زیتونی کو امیر بنا دیا گیا ہے۔ حالانکہ مجلسِ شوری جمع ہی نہیں ہوئی تھی، جبکہ عنتر اور زیتونی تو مجلسِ شوری کے رکن بھی نہیں تھے۔ اور اس بیان کے سینکڑوں نسخے تقسیم کر دیے گئے۔

بیان نشر کرنے کے بعد محفوظ ابو خلیل شیخ **ابو بکر زرفاوی** کے ساتھ آئے۔ میں خود وہاں موجود نہیں تھا، مجھے یہ واقعہ شیخ **مصطفی کرطالی** نے سنایا جو **الأربعاء** علاقے کے امیر تھے اور اس موقعے پر وہاں موجود تھے۔ یہ لوگ الاربعاء کے علاقے میں جمع ہوئے، ان کے سامنے سوال یہ تھا کہ بیان کس نے جاری کیا اور کیوں؟ جبکہ ہم شوری کے ارکان ہیں۔ بہر حال، بعد میں انہیں پتا چل گیا کہ عنتر اور اس کے ساتھ ٹولے نے یہ حرکت کی ہے۔ فریقین کے درمیان بحث و تکرار ہوا، یہاں تک کہ جنگ کی نوبت آگئی۔ تب کئی ساتھی بیچ میں آئے جن میں شیخ مصطفی کرطالی، ان کے معاون **یحیی القرموح**، شیخ **یوسف الطیبی** اور دیگر فاضل اور نیک بھائی شامل تھے، جن کے ساتھ ہم نے لمبا عرصہ گزارا تھا۔ جب محفوظ نے دیکھا کہ فتنہ ہونے والا ہے تو وہ دستبردار ہوئے اور علیحدگی اختیار کر لی۔ پھر دار الحکومت کے نواح میں اپنے

علاقے **براقی** گئے اور وہاں خفیہ زندگی گزارتے رہے، یہاں تک کہ وفات پا گئے۔ قیادت بھی چھوڑی اور ہر چیز چھوڑ دی۔ اور جمال امیر بن گیا"۔

یہ واقعہ 27 اکتوبر 1994ء کا ہے۔ جمال زیتونی کو امیر بناتے ہوئے عمائدین نے یہ شرط عائد کی تھی کہ **أبو البراء أسد الجيجلی** جو کہ تیسرے منطقے کے شرعی نگران تھے، جمال زیتونی کے ہاں شرعی نگران مقرر ہوں گے۔ لیکن اہلِ غلو کے ٹولے نے اس شرط کی بھی پرواہ نہ کی اور ابو البراء کو اپنے ہاں نہیں بلایا۔

چھٹے منطقے کے امیر **ابو طلحة الجنوبی**[40] 1996ء میں اپنی ایک ریکارڈ شدہ گواہی میں کہتے ہیں کہ:

"ابو خلیل محفوظ کو جماعت کا عارضی امیر اس لیے مقرر کیا گیا کہ وہ امیر جماعت کے نائب اول تھے، یہاں تک کہ اہل حل و عقد کا اجلاس ہو اور وہ رسمی طور پہ انہیں امیر مقرر کر دیں۔ لیکن اسی دوران بعض کتائب میں ابو خلیل محفوظ کے خلاف شکوک و شبہات پھیل گئے کہ وہ جزأرہ کے خیالات کے حامل ہیں، بلکہ یہاں تک کہا گیا کہ وہ شیعوں سے متاثر ہے کیونکہ انہوں نے پہلے **حركة الجہاد الإسلامی**[41] کے ساتھ ٹریننگ کی تھی۔ ان شبہات کی بنا پر پہلے منطقے کے ایک مجموعے نے جماعت کے لائحۂ عمل کے خلاف پہلے ہی جمال زیتونی کو امیر بنا دیا، تاکہ ابو خلیل کے آنے کا راستہ روکا جا سکے۔ اس حجت کی بنا پر کہ جہاد اور اس کا منہج خراب نہ ہو جائے۔ یہی مجموعہ بعد میں زیتونی کا حاشیہ بن گیا۔ جماعت کی قیادت میں غلو پھیلنے میں بہت بڑا عمل دخل انھی افراد کا تھا۔

[40]- ان کا نام **حليس محمد** تھا۔ پیدائش 1964ء میں جنوبی جزائر کے شہر **الأغواط** میں ہوئی۔ وہ جہاد کے لیے افغانستان جانے میں سبقت لے جانے والوں میں تھے۔ پھر جزائر میں جہاد شروع کرنے والوں میں بھی اولین تھے۔ چونکہ بہترین قائد تھے، اس لیے اپنے شہر کے مجاہدین کے امیر مقرر ہوئے۔ شہر کے بعد ولایت **عنابة** پر، پھر دوسرے منطقے پر اور اگست 1995ء میں چھٹے منطقے پر امیر مقرر ہوئے۔ **باتنة** میں **الأوراس** کے پہاڑوں میں اگست 1998ء میں ایک غزوے میں شہید ہوئے۔

[41]- یہ فلسطین کی جہادی تنظیم ہے۔ اہل سنت ہونے کے باوجود انقلابِ ایران سے متاثر تھی، اور ایران سے اس کے اچھے تعلقات ہیں۔

اس دوران اہلِ حل و عقد کو جمع کرنے کی کوشش شروع ہو چکی تھی۔ پس جماعت کے عسکری امیر کمانڈر **ابو ثابت علی الأفغانی** مشرقی الجزائر کے علاقے گئے اور وہاں سے کچھ قائدین سمیت پہلے منطقے پہنچے۔ ان میں مشرقی منطقے کے امیر شیخ **ابو ایمن مصعب**[42]، ولایت **قسنطینة** کے امیر شیخ **ابو ریحانة فرید عشی**[43] اور **باتنة** کے علاقے کے کئی عمائدین شامل تھے۔ لیکن اللہ کا کرنا تھا کہ شیخ ابوریحانہ کے علاوہ باقی سب ولایت **باتنة** کے کسی پہاڑ میں فوج کی طرف سے لگائی گئی ایک کمین میں شہید ہو گئے۔

خود میں (ابو طلحہ جنوبی جب ولایت **عنابة** کا امیر تھا) ولایت **جیجل** کے امیر شیخ **ابو عبد الغفار رضوان عشیر**[44] کے ہمراہ اسی غرض سے پہلے منطقے پہنچا تھا"۔

---

[42]-**شیخ أبو أیمن مصعب خثیر** 1965ء میں ولایت **عین تیموشنت** میں پیدا ہوئے۔ **قسنطینة** میں **جامعة العلوم الإسلامیة** سے فارغ ہوئے۔ اور باقی تعلیم شام میں جاری رکھی، جہاں سے 1991ء میں واپس لوٹے۔ وہ **قسنطینة** کی **مسجد الأنصار** کے امام اور خطیب تھے، اور جہاد میں سبقت لے جانے والوں میں سے تھے۔ **منطقة الشرق** کے امیر مقرر ہوئے۔ 1994ء کے خزاں کے اواخر میں **باتنة** کے شہر میں شہید ہوئے، جہاں وہ ابو عبد اللہ احمد کی شہادت کے بعد نئے امیر کے بارے میں صلاح مشورے کرنے کے لیے **جیا** کی مرکزی امارت کی طرف جا رہے تھے۔ مزید معلومات کے لیے **ومضات البرق فی سیرة مصعب أمیر الشرق** نامی کتابچہ کی طرف رجوع فرمائیں۔

[43]-ان کا تفصیلی تعارف آگے آئے گا۔

[44]- شیخ رضوان عشیر ابو عبد الغفار کا تعلق دار الحکومت سے تھا۔ جہاں وہ ایک مسجد کے امام اور خطیب تھے۔ وہ تعلیم کے استاذ تھے۔ اور جزائر میں جہاد شروع کرنے والوں میں سابقین میں سے تھے۔ ولایت **جیجل** کے امیر تھے۔ پھر شیخ ابو ایمن مصعب کی شہادت کے بعد **المنطقة السادسة** کے امیر بنے۔ اور فروری 1995ء میں ولایت **سطیف** کے ضلع **بابور** کی ایک پولیس پوسٹ پر حملے کے دوران شہید ہوئے۔

(فروری 1995ء) امارت پر اتفاق

آگے فرماتے ہیں:

''پھر جب تقریباً فروری 1995ء میں وسطی منطقے میں اہلِ حل و عقد جمع ہوئے تو امیر کا معاملہ زیرِ بحث آیا۔ شیخ رضوان عشیر سلسلہ وار اجلاسوں کے نگران مقرر ہوئے۔ انہوں نے جمال زیتونی کی امارت کے لیے قابلیت کے بارے میں سوال اٹھایا۔ اس دوران جمال زیتونی کو اجلاس سے باہر کر دیا گیا، تاکہ ارکان آسانی سے جرح و تعدیل کر سکیں۔

نتیجہ یہ نکلا کہ اگرچہ زیتونی کو امیر مقرر کرنا جماعت کے اندرونی لائحہ کی خلاف ورزی ہے اور اس نے امارت کو اہل حل و عقد کی طرف رجوع کیے بغیر غصب کیا ہے، لیکن ان کی یہ رائے بنی کہ ہر دفعہ امیر تبدیل کرنا مناسب نہیں ہے۔ خاص طور اب جبکہ زیتونی کی امارت کو 6 ماہ گزر چکے تھے۔ نیز ابو خلیل کے خلاف اٹھائے جانے والے شکوک و شبہات کو بھی مدِ نظر رکھا گیا اور اندرونِ خانہ وحدت صف کی مصلحت کو بھی۔ پھر جب ابو خلیل شروع کے دنوں میں ہی زیتونی کے سامنے امارت سے دستبردار ہو چکے تھے، سو زیتونی کو ہی امیر رہنے دیا گیا، لیکن اُس کے لیے چند ضابطے رکھے گئے۔ ان میں سے ایک یہ تھا کہ وہ اپنے ساتھ ایک سے زائد مشیر رکھے گا، جن کی رضامندی کے بغیر وہ کوئی فیصلہ نہیں کرے گا۔

اس موقع پر یہ بھی زیرِ بحث رہا کہ امارت انفرادی ہوتی ہے نہ کہ اجتماعی، اور یہ کہ شوریٰ ملزمہ (پابند) نہیں ہوتی۔

اب صرف یہ نکتہ باقی رہ گیا کہ زیتونی کے مشیر کون ہوں گے، جس کے بارے میں کوئی فیصلہ نہیں ہوا۔ تاہم بعض اہل حل و عقد کے اعتراض کے باوجود بالآخر زیتونی کو ہی امیر تسلیم کر لیا گیا''۔

گمراہی کا ظہور

اہلِ غلو کا مرکزی ٹولہ

جیا کے مرکز میں بلیدۃ سے تعلق رکھنے والے غالی اور گمراہ ٹولے (**أبو العباس محمد بو کابوس، أبو عدلان رابح غنیمة، أبو طلحة عنتر زوابری، أبو بصیر رضوان مکادور، بو فاس** اور دیگر) کے نظریات کئی ولایتوں میں عام مجاہدین کے درمیان بھی مقبول تھے اور ان سے متاثر افراد امارت کے مرکز یعنی البلیدۃ کے جبال الشریعۃ میں بڑی تعداد میں پائے جاتے تھے۔ یہ افراد مجاہدین پر کڑی نظر رکھتے تھے اور دلوں کے بھید اور رازوں کو کریدتے تھے۔ پھر مجاہدین کو پسندیدہ اور غیر پسندیدہ گروہوں میں تقسیم کر کے جیا کی قیادت کو رپورٹ دیتے تھے اور شکایتیں لگاتے تھے۔

مجاہدین کے درمیان وحدت سے پہلے جب مجاہدین کی مختلف جماعتیں تھیں، اس وقت ایسے تباہ کن رویے اور نظریات مجاہدین میں نہیں پھیلے تھے، بلکہ بہتر انداز میں ایک برادرانہ ماحول قائم تھا۔ لیکن وحدت کے بعد ایک بڑا مسئلہ یہ پیش آیا کہ شیخ شبوطی اور مخلوفی کی **حركة الدولة** اور **الجیش الإسلامی** کے شیخ محمد السعید کے دھڑے کے بعض افراد جماعت کی مجلسِ شوریٰ میں شامل ہوئے جنھیں غلو اور بے جا شدت میں مبتلا یہ ٹولہ برداشت نہیں کرتا تھا۔

اگرچہ زیادہ مسئلہ مرکز کے اس ٹولے سے پیدا ہوا لیکن شیخ عاصم ابو حیان کہتے ہیں کہ:

> ”میں نے دیکھا کہ غلو کے نظریات صرف جماعت کے امراء اور ان کے حاشیہ برداروں تک منحصر نہ تھے۔ بلکہ امارت کے مرکز سے دور کئی چھوٹے کتائب کے قائدین، عام مجاہدین، حتیٰ کہ کئی شرعی ذمہ داروں میں بھی پائے جاتے تھے“۔

زیتونی میں گمراہی اور غلو کے آثار

امیر بننے کے فوراً بعد زیتونی میں غلو اور گمراہی کی علامات ظاہر نہ ہوئی تھیں۔ وہ اوروں کی سنتا بھی تھا اور نصیحت بھی قبول کرتا تھا۔ اہلِ علم کا احترام بھی کرتا تھا اور ان کی آراء کو مقدم رکھتا تھا۔ لیکن جن حاشیہ برداروں نے اسے ابتداءً امیر مقرر کیا تھا، انہی نے اسے خراب کر دیا۔ وہ اس پر اتنے اثر انداز ہوئے کہ ان کے سامنے اس کی شخصیت کمزور دکھائی دینے لگی۔ حاشیہ برداروں کے علاوہ گمراہی کا سبب وہ ماحول اور حالات بھی تھے جس میں وہ رہ رہا تھا۔ کیونکہ **البليدة** کے علاقے کے مجاہدین میں شدت اور انتہائی بہادری پائی جاتی تھی، جس کے سبب عسکری میدان میں کارنامہ انجام دینا ہی لوگوں کو امیر بنانے کے لیے کافی بن گیا، چاہے وہ جاہل کیوں نہ ہوں۔ اس طرح وہ علاقہ غلو کے پنپنے کے لیے زرخیز زمین بن گئی۔

کمانڈر خالد ابو العباس جب زیتونی سے ملے تو اسے نصیحت کی کہ وہ **البليدة** کے علاقے سے نکل کر الجزائر کے تمام علاقوں کا دورہ کرے، جہاں صالحین اور مردانِ کار کی کثیر تعداد موجود ہے۔

اس سے پہلے زیتونی کو شیخ **ابو ريحانة** نے بھی نصیحت کی تھی کہ وہ **عنتر زوابری** اور **بو فاس** جیسے برے ٹولے اور غنڈوں کو چھوڑ دیں، لیکن اس نے نہیں مانا۔ اس طرح اس کی اپنی غلطی نے اسے گھیر لیا اور وہ خود بھی غلو اور شدت کے سمندر میں ڈوب گیا۔ اسی نصیحت کے سبب مجرم **زوابری** جیسے ہی جیا کا امیر بنا، تو اس نے سب سے پہلے شیخ ابو ریحانہ کو قتل کیا۔

اہلِ غلو کا مغربی ٹولہ

جہاں ایک طرف غلو میں مبتلا ایک ٹولہ جیا کے مرکز میں موجود تھا، وہاں ان سے ملتے جلتے گمراہ نظریات کے لیے متعصب ایک اور گروہ چوتھے منطقے میں بھی پایا جاتا تھا۔ جس میں **بلعباس**، **تلمسان**، **وهران**، **سعيدة**، **عين تيمونشنت** کے علاقے شامل ہیں۔ یہ منطقہ عسکری اعتبار سے تمام مناطق میں مضبوط ترین تھا، اور وہاں **تلاغ (سيدي بلعلباس)** اور **سبدو (تلمسان)** کے فوجی کیمپوں سے بڑی مقدار میں غنیمتیں حاصل کی گئی تھیں۔ اس منطقے اور وہاں کی **جماعة الأهوال** کے متشدد امیر **عبد الرحيم قادة بن شيحة**

بلخالد غنائم کو تقسیم کرنے میں اس حجت کی بنا پر ٹال مٹول کر رہا تھا کہ **جیا** سلفی منہج سے ہٹ چکی ہے۔ یہ الزام کوئی نیا نہیں تھا بلکہ سابق امیر ابو عبد اللہ احمد کے دور سے ہی **جیا** کی قیادت پر یہ الزام تھا کہ اس کی مجلسِ شوریٰ میں شیخ محمد السعید اور شیخ عبد الرزاق رجام جیسے جزأرہ کے افراد شامل ہیں، جنہیں یہ لوگ 'خود ساختہ' سلفی منہج سے منحرف قرار دیتے تھے۔

عبد الرحیم اور اس کے ساتھیوں کے افکار اور طرز عمل مدخلی سلفی نظریات کے قریب تھا۔ ان میں سلفیت کے لیے تعصب اور ظاہری سنتوں اور نبوی عادات کے بارے میں ویسا ہی غلو پایا جاتا ہے، جیسا کہ مدخلیوں کے ہاں ہوتا ہے۔ اس منہج کی وجہ سے ایسے گروہ حق کو اپنے اندر محصور سمجھتے ہیں اور دوسروں کو کبھی بھی نہیں تسلیم کرتے۔

(موسمِ گرما 1995ء) اہلِ غلو کی باہمی قتل وغارت

مرکزی اور مغربی اہلِ غلو کے درمیان تنازعہ

الجزائر کے تمام علاقوں میں غنیمت اور اسلحے کی تقسیم کا معاملہ ابو عبد اللہ احمد کے دور سے ہی لٹکا چلا آرہا تھا۔ حالانکہ ابو عبد اللہ نے اس معاملے کو حل کرنے کے لیے مغربی علاقوں کا دورہ بھی کیا تھا، جس میں خود زیتونی بھی شامل تھا۔ ابو عبد اللہ احمد کی شہادت کے بعد بھی **جیا** کی امارت اور عبد الرحیم کے درمیان کئی مسائل بغیر کسی حل کے لٹکے رہے، اگرچہ دونوں کے نظریات غلو والے تھے۔

زیتونی کے امیر بننے کے بعد جیا کی امارت کی طرف سے ایک وفد عبد الرحیم کے ساتھ ملاقات اور مسائل کو حل کرنے کے لیے نکلا۔ نیز ان مجموعوں کے ساتھ بات چیت کرنے کے لیے بھی، جو جیش الإنقاذ کے تحت کام کر رہے تھے اور الجزائر کے مغربی پہاڑوں کو اپنا مرکز بنا رکھا تھا۔ اس وفد کا مقصد جیش والوں کے ساتھ بحث کرنا، ان پر حجت قائم کرنا تھا اور انہیں **جیا** کے امراء کے تحت کام کرنے کی دعوت دینی تھی۔

پہلا قتل: ابو جعفر محمد الحبشی

اس وفد میں پہلے منطقے کے امیر **ابو جعفر محمد الحبشی**، لجنہ شرعیہ کے رکن شیخ **ابو الولید حسن**، مجلسِ شوری کے رکن شیخ **محمد السعید** کے علاوہ دیگر افراد شامل تھے۔ حبشی کی ملاقات عبد الرحیم کے ساتھ مغربی الجزائر میں داخل ہونے کے لیے بنیادی درے **ونشریس** میں ہوئی، جو وسطی اور مغربی پہاڑوں کے سلسلوں کے درمیان واقع ہے۔ اس ملاقات میں عبد الرحیم کو معلوم ہوا کہ حبشی زیتونی کو امیر بنانے پر راضی نہیں اور وہ زیتونی کی امارت کو بچوں کی امارت کہتا ہے۔ چنانچہ ان دونوں نے فیصلہ کیا کہ زیتونی کی امارت کے مسئلے کے بارے میں دوبارہ بحث چھیڑیں گے، یہاں تک کہ زیتونی کو معزول کر کے حبشی کو اس کی جگہ امیر جماعت بنا دیا جائے۔

حبشی جب قیادت کے مرکز واپس لوٹا، تو زیتونی کو اس کے خیالات کا علم ہوا اور اس نے حبشی کے خلاف عدالت میں بغاوت کا مقدمہ چلایا۔ قاضیوں نے حبشی کو صفِ وحدت کو چیرنے، مجاہدین کے درمیان تفرقہ اور فتنہ پھیلانے اور شرعی امیر کے خلاف بغاوت کے الزام میں قتل کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ حبشی کو 1995ء کے موسمِ گرما میں قتل کر دیا گیا۔

مئی 1994ء میں ہونے والی **وحدة الاعتصام بالكتاب والسنة** کے بعد یہ پہلا فتنہ تھا جس کے بعد تفرقہ کا دروازہ چوپٹ کھل گیا۔ یہ واقعہ جماعت کی تاریخ میں ایک سنگِ میل اور زیتونی کے منہج میں ایک یو ٹرن ثابت ہوا۔ اور اسی وقت سے **جیا** نے غلو اور گمراہی کی طرف جانے والی ڈھلوان پر تیزی سے لڑھکنا شروع کر دیا۔

عبد الرحیم کی بغاوت

حبشی کے قتل کے بعد عبد الرحیم زیتونی کی امارت کے خلاف بغاوت کرتے ہوئے اپنے منطقے کی طرف لوٹا۔ زیتونی نے عبد الرحیم کے خلاف غنیمت کا پانچواں حصہ نہ دینے اور جماعت کے خلاف بغاوت کے الزام میں اعلانِ جنگ کر دیا۔ جس کے بعد چوتھے منطقے کے کتائب کے درمیان باہمی لڑائی شروع ہو گئی۔ ایک

طرف زیتونی کے بیعت یافتہ عمر غریب کی قیادت میں اور دوسری طرف عبد الرحیم کو ماننے والوں کے درمیان، جنہوں نے بعد میں جیا کے خلاف خروج کرتے ہوئے حماة الدعوة السلفية (پاسدارانِ دعوتِ سلفیہ) کے نام سے ایک نئی جماعت قائم کر لی تھی، جو آج تک موجود ہے۔ اس طرح باہمی قتال کا یہ ایک عظیم فتنہ تھا، جس میں بہت سے مجاہدین مارے گئے اور جس کے بعد یہ مضبوط ترین چوتھا منطقہ انتہائی کمزور ہو گیا۔

(ستمبر 1995ء) صفوں کو پاک کرنے کا مرحلہ

جہاں ایک طرف اہلِ غلو کے درمیان امارت، بغاوت اور غنیمت کے مسائل کے سبب قتل وغارت شروع ہوئی، وہاں دوسری طرف ان دونوں گروہوں نے جیا میں موجود دیگر دھاروں کے خلاف گمراہ عقیدے، بدعات اور کفر میں مبتلا ہونے کے الزام میں قتل شروع کر دیا۔

عبد الرحیم اپنے آپ کو ٹھیٹھ سلفی گردانتا تھا جبکہ اہل جزأرۃ کو بدعتی قرار دیتا تھا، اور افغانستان سے لوٹنے والے مجاہدین کو قطبی کہتا تھا۔ حالانکہ جماعت کے عمائدین کی اکثریت جزأرۃ اور جہادِ افغانستان سے تعلق رکھنے والے افراد پر مشتمل تھی، جن میں کئی مناطق اور جنگجو کتائب کے امراء بھی شامل تھے۔

عبد الرحیم کے اس رویے کو زیتونی اور اس کے رفقاء نے اپنے منہج اور سلفیت پر طعن تصور کیا۔ اور یہ ثابت کرنے کے لیے کہ اصل میں وہ حقیقی سلفی ہیں، انھوں نے جزأرہ والوں کا صفایا شروع کر دیا۔

شیخ محمد السعید اور شیخ عبد الرزاق رجام کا قتل

یہاں تک کہ شیخ محمد السعید اور ان کے ساتھی اور اعلامی مسئول شیخ عبد الرزاق رجام کو ستمبر 1995ء میں اس الزام کی بنا پر کہ انھوں نے اپنے نظریات سے توبہ نہیں کی تھی، دھوکے سے قتل کر دیا گیا۔ اور اکثر ایسے قتل کا الزام حکومت پر تھوپ کر خود جیا اس سے براءت کا اعلان کر دیتی۔

شیخ محمد السعید اور شیخ رجام کے قتل میں عین یہی ہوا۔ جیا کے رسمی بیان میں ذکر ہوا کہ: (مجاہد محمد السعید کو ولایت **المدیة** میں **تابلاط** کے قریب، **العیساویة** میں چوراہے کے قریب طاغوتی حکومت کے ساتھ ایک جھڑپ میں شہید کر دیا گیا)۔ اس بیان میں جماعت نے شیخ کی دلسوز انداز میں تعزیت کی اور ان کا انتقام لینے کا وعدہ کیا۔ پھر بعد میں جب شیخ محمد السعید کے قتل کی حقیقت واضح ہو گئی، تو کہا کہ جنگ تو خدعہ (چالبازی) کا نام ہے۔

ڈاکٹر عبد الوہاب عمارہ کا قتل

لیکن لوگوں نے شیخ محمد سعید کے قصے کو ہضم نہیں کیا۔ کیونکہ اگر حکومت نے مارا ہے تو اتنی بڑی شخصیت کے قتل کیے جانے کا اعلان حکومت نے کیوں نہیں کیا اور ان کی لاش کیوں نہیں دکھائی۔ اور جہاں کمین لگی ہے، وہاں لوگوں نے جھڑپ کی آوازیں کیوں نہیں سنیں۔

تب جیا نے یہ دعوی گھڑا کہ جزأرہ والوں نے قیادت پر انقلاب کا ایک منصوبہ تیار کر رکھا ہے، تاکہ وہ جماعت کو اپنے حق میں کر لیں اور پھر جماعت کے منہج کو تبدیل کر کے جہاد کے ثمرات کو بازار میں بیچ ڈالیں۔

اس دعوے کو ثابت کرنے کے لیے **جیا** نے ایک ویڈیو جاری کی جس میں ڈاکٹر **عبد الوهاب عمارة**[45] عرف **العربی** کا اعترافی بیان تھا۔ العربی شیخ محمد السعید کے کتیبہ الفداء کے مسئول تھے۔ سنا ہے کہ نیک انسان تھے۔ انہیں زیتونی نے اپنے ہاں بہانے سے بلایا، پھر گرفتار کر کے سخت اذیت دی جیسے طاغوت کی جیلوں میں ہوتا ہے، تاکہ وہ جھوٹا اقرار کر لیں۔ چنانچہ انھوں اقرار کیا کہ وہ جماعت میں ایک سوچے سمجھے منصوبے کے مطابق انقلاب لانا چاہتے تھے۔ اعتراف لینے کے بعد انہیں بدعتی اور فاسق ہونے کے بہانے قتل کر دیا گیا۔

45۔ شیخ عاصم نے الفداء کتیبے سے تعلق رکھنے والے ڈاکٹر کا نام محمد بتایا ہے جنہیں انقلاب کی سازش میں قتل کیا گیا۔

دوسری طرف **التحفة السنية المنقحة بالتعريف بالجماعة الإسلامية المسلحة** کے نام سے جھوٹ سے بھری ایک آڈیو نشر کی، جس میں جیا کی قیادت کی طرف سے جز أرہ والوں کے منصوبے کے بارے میں تفصیلی بیان تھا کہ وہ کیسے الجزائری جہاد کو سمیٹ کر اپنے حق میں لے جانا چاہتے تھے۔

صفایا کرنے کا مرحلہ

اس طرح مختلف بہانوں کے تحت ایک ایک مجاہد کو چن چن کر قتل کر کے صفایا کرنے کا عمل شروع ہو گیا۔ کبھی خیانت، کبھی انٹیلی جنس کے ساتھ روابط، کبھی کفریہ بدعتوں اور کبھی تفرقہ پھیلانے کے بہانے وغیرہ وغیرہ، یہاں تک کہ کسی مجاہد کو فقط یونیورسٹی میں پڑھنے کی وجہ سے بھی قتل کرنے لگے تھے۔

دیگر مشہور عمائدین جنہیں قتل کیا گیا، ان میں ایک **عز الدين باعة** بھی تھے۔ اسی طرح ولایت **تيبازة** سے تعلق رکھنے والے عالمِ دین شیخ **ابو بكر عبد الرزاق زرفاوی** کو مخبری کرنے کے الزام میں قتل کیا گیا۔ جبکہ **عبد اللطيف** جو تیسرے منطقے کے امیر تھے، انھیں قطبی ہونے کے الزام میں معزول کیا گیا[46]۔

قتل میں شدت

زیتونی کے بعد آنے والے عنتر زوابری نے بھی اپنے مخالفین کے قتل کی پالیسی جاری رکھی، خاص کر جنہیں وہ جز أرہ والے کہتے تھے۔ یہاں تک کہ انھوں نے غلو میں مبتلا ہونے کے محض ابتدائی مہینوں میں ایک ہزار کے قریب مجاہدین کو قتل کر دیا۔

شروع میں زیتونی کے گروہ کے نزدیک محض جز أرہ والوں میں سے ہونا بدعتی قرار دینے کے لیے کافی تھا۔ اور محض بدعتی ہونا قتل کرنے کے لیے کافی تھا۔ لیکن قتل کرنے کے بعد ان کی نماز جنازہ بھی پڑھتے تھے اور کفناتے دفناتے بھی تھے۔ البتہ زوابری کے دور میں انہیں کفریہ بدعت میں مبتلا قرار دیا جانے لگا۔ لہذا انہیں

46- مجاہد ابو اکرم ہشام کے انٹرویو کے حاشیے میں ہے کہ انہیں (پھر 1998ء میں **تلمسان** میں قتل کر دیا گیا)۔

قتل کرنے کے بعد جلا ڈالتے تھے!!اس میں صرف جزأرہ کی قیادت نہیں بلکہ عام کارکنان کو بھی نشانہ بنایا گیا، حتی کہ رفتہ رفتہ ان کے انصار تک کو قتل کیا جانے لگا۔ اور ایسے اس ٹولے کے زمانے میں بہت سے مسائل میں ان کے خود ساختہ 'سلفی منہج' میں ترقی ہوئی، ہر بدعت قتل کا جواز بن گئی، پھر ہر بدعت کفریہ بن گئی۔ اور ہر سنت واجب ٹھہر گئی اور ہر تارکِ واجب تعزیر اور قتل کا مستحق ٹھہرا!!واللہ المستعان۔

(1995ء)حکومت کی عوامی ملیشیا

1995ء میں الیمین زروال اپنے ہی کرائے گئے انتخابات میں جیت گیا اور نئی دستور سازی شروع کر دی۔ اس وقت گمراہ مجاہدین کی طرف سے مخالفین کا قتل اتنا عام ہو چکا تھا کہ حکومت ان کے مقابلے میں عوامی ملیشیا تشکیل دینے میں کامیاب ہو گئی۔ جس کے تحت حکومت نے مجاہدین سے لڑنے کے لیے عوام کو عسکری تربیت اور اسلحہ دینا شروع کر دیا۔

فصل ہشتم: شرعی گمراہیاں اور اہلِ علم کا کردار

(جنوری 1996ء) گمراہ بیانات

تمام سابقہ واقعات کے باوجود جیا کی گمراہی قیادت تک محدود تھی، افرادِ جماعت میں اس کا پھیلاؤ عام نہ تھا۔ لیکن جب سے بیانات کا سلسلہ شروع ہوا تو یہ نوجوانوں میں بھی پھیلنے لگی۔ زیتونی نے اپنے گمراہ نظریات اور اعمال کی تائید کے لیے پختہ اور معروف طلبۂ علم کی بجائے، ایسے ناپختہ جوانوں کو فتویٰ اور قضا کے لیے آگے کرنا شروع کیا، جن کے بارے میں نہ تو علم مشہور تھا اور نہ ہی ان کا کوئی سابق کردار تھا۔ ایسے نیم علماء وہ فتوے اور بیانات جاری کرتے تھے جو جماعت کے امراء کی خواہشات کے مطابق ہوتے تھے۔ مثال کے طور پہ:

- اسکولوں میں فرانسیسی زبان سکھانے والے اساتذہ کو قتل کرنے کا جواز۔
- سول ڈیفنس کے آگ بجھانے والے عملے کو قتل کرنے کا بیان۔
- ٹیکس محکمے کے لوگوں کو قتل کرنے کا بیان۔

شیخ عطیۃ اللہ کہتے ہیں:

"اگرچہ ان میں سے بعض کا قتل کرنا شرعاً جائز تھا۔ لیکن سیاستِ شرعیہ کے اعتبار سے مناسب نہ تھا"۔

ایسے بیانات کا سلسلہ جس سے جماعت کے اندر گمراہی کی گہرائی کا اندازہ لگایا جا سکتا ہو، 1996ء سے شروع ہو چکے تھے۔

الجزائرہ کے قتل سے متعلق بیان

شیخ محمد السعید کے قتل کی کہانی جب کھل گئی اور لندن میں بیٹھے جہادی حلقوں نے بھی پوچھنا شروع کیا جن میں شیخ ابو قتادہ، ابو مصعب سوری، ابو الولید اور جماعۃ مقاتلہ کے ساتھی بھی تھے تو مجبوراً زیتونی نے 15 شعبان 1416ھ بمطابق 4 جنوری 1996ء میں ایک بیان جاری کیا، جس کا نام تھا **الصواعق الحارقة في بيان**

حكم الجزأرة المارقة۔ یہ بیان **مجلة الأنصار** کے شمارے نمبر 131 میں بھی شائع ہوا۔ اس میں **جیا** کی قیادت نے جزأرہ کے خلاف بے تکے الزامات لگا کر جزأرہ والوں کو قتل کرنے کا فتویٰ دیا تھا۔

امارتِ عامہ اور باغیوں کے قتل سے متعلق بیان

زیتونی نے اپنے نام سے ایک دوسرا بیان جاری کیا، جس کا نام **هداية رب العالمين في منهج السلفيين وما يجب من العهد على المجاهدين**(سلفی منہج اور مجاہدین پر فرض امور کے بارے میں رب العالمین کی ہدایت) تھا۔ یہ بیان بھی نشرۃ الأنصار کے غالباً 134 عدد میں شائع ہوا۔ اس کے بارے میں شیخ عاصم ابو حیان کہتے ہیں کہ اسے **جیا** کے خارجی گمراہ نیم عالم ابو المنذر نے تیار کیا تھا۔ اس بیان کے مطابق **جیا** کی امارت کے بارے میں یہ تصور سامنے آیا کہ وہ اپنی امارت کو امارتِ حرب کی بجائے عمومی امارت تصور کرتے ہیں، جس سے روگردانی کرنے والے یا اس پر خروج کرنے والے شریعت کی نظر میں ایسے باغی ہوتے ہیں جنہیں قتل کرنا لازمی ہے۔ اسی بنا پر **جیا** نے بہت سارے اندرونی مجاہدین کو قتل کرنے کے علاوہ، جن کے واقعات اوپر گزر چکے ہیں، جیش الإنقاذ کے خلاف بھی اعلانِ جنگ کر دیا۔ بعض کہتے ہیں کہ زیتونی نے اس کے بعد سے امیر المؤمنین کا لقب اختیار کیا اور اپنے زیرِ قبضہ علاقوں میں خلافت کے احکام جاری کرنے کا اعلان کر دیا تھا۔

اس طرح مجاہدین میں سے جو بھی بیعت سے انکار کرتا، اسے باغی قرار دے کر قتل کیا جانے لگا۔ ان میں لیبیا کے بہترین مجاہدین کے ایک گروہ کو قتل کرنا شامل ہے، جن کے قصے کی تفصیل **نثر الجواهر بذكر من استشهد من أبناء ليبيا في الجزائر** نامی مقالے میں پڑھی جا سکتی ہے۔

غیر ملکی کمپنیوں کے ملازمین کے قتل سے متعلق بیان

31 جنوری 1996ء کو زیتونی نے **رفع الأعذار والشبهات عن شركات المحروقات** کے نام سے ایک بیان جاری کیا، جس میں **جیا** نے الجزائر میں تیل فروخت کرنے والی فرانسیسی **سوناطرک** کمپنی کے ملازمین کو حکم دیا تھا کہ وہ اس کمپنی میں کام کرنا چھوڑ دیں، بصورتِ دیگر انہیں قتل کر دیا جائے گا، کیونکہ اس

صورت میں وہ مرتدین کے مددگار ٹھہرتے ہیں۔ اور واقعتاً انھوں نے ملازمین کا قتل شروع کر دیا، جن میں اکثریت ایسے غریب افراد کی تھی جو پٹرول پمپ پر محض گاڑیوں میں پٹرول بھرا کرتے تھے۔

لمبے سفر کرنے والے جوانوں کے قتل سے متعلق بیان

ایک دوسرا بیان **ایضاح السبیل لمنع الشباب من السفر الطویل** کے عنوان سے زیتونی نے 18 جنوری 1996ء کو جاری کیا۔ اس کا مضمون یہ تھا کہ **جیا** ہر اس جوان کو لمبے سفر سے منع کرتی ہے جو فوجی بھرتی کی عمر تک پہنچ چکا ہو، یعنی 19 سے 22 سال تک۔ لمبے سفر سے مراد یہ تھا کہ وسطی، مشرقی اور مغربی علاقے والے دوسرے کے علاقے میں نہ پائے جائیں، اور جو بھی اپنے رہائش سے دور پایا گیا تو اسے قتل کیا جائے گا اور اس کا کوئی عذر قبول نہ ہو گا۔ چاہے وہ رشتہ داروں سے ملاقات ہو، نوکری روزی ہو یا تعلیم وغیرہ۔ بلکہ جو بھی سواری ایسے جوانوں کو لے جائے گی، اسے پکڑ کر جلا دیا جائے گا۔ زیتونی اور اس کے ٹولے کے نزدیک اس بیان کا اصل ہدف جوانوں کو کالج کے بعد جبری فوجی خدمت میں شامل ہونے سے روکنا تھا، جنھیں **لزارمی** کہا جاتا تھا، لیکن اس کی زد میں بھی بے گناہ عام نوجوان آئے۔

مرتدین کی بیویوں کو قتل کرنے سے متعلق بیان اور فتویٰ

مجاہدین کی عسکری میدان میں کامیابی کے ردِ عمل کے طور پہ مرتد طاغوتی حکمرانوں نے بھی عوام الناس اور خاص کر مجاہدین اور ان کے اہلِ خانہ پر ظلم کی انتہا کر دی تھی۔ طاغوتی حکمران، مجاہدین کی خواتین کی عصمت دری کے ذریعے انھیں بلیک میل کرتے تھے۔ اور اس حوالے سے انتہائی ہولناک اور شرمناک واقعات پیش آئے۔

اسی تناظر میں **جیا** نے ایک بیان جاری کیا، جس میں مرتدین کی خواتین کو مصلحت کی بنا پر ہدف بنانے کا اعلان کیا، جب تک وہ مسلمانوں اور مجاہدین کی عفت اور عزت کے ساتھ کھیلنے سے باز نہ آئیں۔ اور ساتھ ہی ہر بیوی کو اس کے مرتد شوہر سے علیحدہ ہونے کے لیے ایک ماہ کی مہلت دی۔

اسی بیان کے ساتھ جماعت کے اندرونی حلقے میں ان کے عالم شیخ ابوریحانۃ فرید عشی کا ایک فتویٰ بھی شائع کیا گیا جس کا عنوان تھا: **تبصیر المجاهدین بأحكام قتل نساء المرتدین۔**[47]

اس فتوے پر آغاز میں محدود پیمانے اور خاص خاص علاقوں میں عمل کیا گیا۔ مشرقی اور جنوبی علاقوں میں مرتدین کی بیویوں میں سے انتہائی کم خواتین کو قتل کیا گیا۔ لیکن جیسے جیسے گمراہی اپنی جڑیں مضبوط کرتی گئی، ویسے ویسے خواتین کا دائرۂ قتل وسیع ہوتا گیا۔ اسی فتوے کی طرح کچھ عرصے بعد شیخ ابو قتادہ حفظہ اللہ سے منسوب ایک فتویٰ بھی منظرِ عام پر آیا، جس کے بارے میں بہت لے دے ہوئی۔

مرتد فوجیوں کی خواتین کے جوازِ قتل کا فتویٰ بلاشک 'باطل' فتویٰ تھا اور اس وقت بھی مجاہدین میں سے بہت سے علمائے کرام نے اس کی تردید کی تھی۔ شیخ عطیۃ اللہ نے انٹرنیٹ کے فورمز پر اس کا تفصیلی رد لکھا تھا۔ شیخ عطیہ نے اس فتویٰ میں دو غلطیوں کی نشاندہی کی۔ ایک یہ کہ اگر خواتین بچوں کے قتل کا فتویٰ اس بنیاد پر دیا گیا ہے کہ یہ خواتین اور بچے اپنے شوہر فوجیوں کی طرح مرتد ہیں، تو یہ بات غلط ہے۔ کیونکہ فوجیوں کے برخلاف ان کے بیوی بچوں میں اصل اسلام ہے، الّا یہ کہ کسی متعین عورت یا بچے کے بارے میں ثابت ہوجائے کہ وہ بذاتِ خود عملِ کفر کا مرتکب ہوئی ہے یا ہوا ہے۔ محض فوجی کی بیوی ہونے یا بچہ ہونے سے موالاتِ کفّار ثابت نہیں ہوتی اور نہ ہی ان پر ارتداد کا حکم عائد ہوتا۔ لہٰذا یہ ایک غلطی ہے۔

پھر اگر یہ کہا جائے کہ فوجیوں کی بیویاں بچے مرتد نہیں ہیں، لیکن چونکہ یہ مجاہدین کی عورتوں بچوں کو قتل کرتے ہیں تو اس لیے ان سے قصاص میں ایسا کیا جائے گا۔ تو دوسرے نکتے پر شیخ عطیہ نے یہ واضح کیا کہ یہ بھی غلطی ہے کیونکہ کسی بھی شخص کے ظلم کا قصاص اس کے بے گناہ مسلمان رشتہ دار سے لینا شریعت میں کسی طور جائز نہیں اور کسی ایک عالم نے بھی اسے روا نہیں کہا۔ لہٰذا جب انھیں مسلمان تسلیم کر لیا تو اب ان سے ان کے

47- شیخ عاصم ابوحیان کے مطابق یہ فتویٰ 1995ء میں جاری ہوا تھا۔ ممکن ہے کہ یہ فتویٰ پرانا ہو لیکن اسے شائع کرنا اور اس پر عمل درآمد کرنا 1996ء میں ہوا ہو۔

شوہروں کے ظلم کا بدلہ نہیں لیا جاسکتا۔ جب یہ دونوں باتیں ثابت ہو گئیں تو معلوم ہوا کہ فوجیوں کی عورتوں اور بچوں کو نہ قتل کرنا جائز ہے اور نہ غلام ولونڈی بنانا جائز ہے۔

خواتین کو لونڈی بنانا

شیخ عاصم ابو حیان فرماتے ہیں:

> ”یہ قوم احکامِ شریعت پر عجیب جسارت کرتی ہے۔ مسلمان عورتوں کو غلام بنانے کی سوچ کو صرف ایسے موقع کا انتظار تھا، جس میں اس پر عمل ہو سکے۔ الکتیبہ الخضراء کے مجاہدین نے مجھے بتایا کہ انہوں نے قاضی ابو البراء حسین عرباوی سے جون 1996ء میں کسی اندرونی قضیہ کے دوران سوال کیا کہ عوام کی عورتوں کو غلام بنانے کا کیا حکم ہے؟ تو اس نے جواب دیا: ”جائز ہے اور عنقریب ہو گا“۔

یہی جیا کے احتساب کے ذمہ دار ابو جمال سعید بو خانۃ البلیدی، الکتیبۃ الخضراء کے شرعی ذمہ دار اَحمد بلحوت، اس کے نقیب مصعب عین قراد اور المدیۃ کے علاقے وزرۃ میں کتیبۃ السنۃ کے شرعی ذمہ دار البغدادی کا بھی موقف تھا۔ البتہ اس پر عمل در آمد زیتونی کی بجائے عنتر زوابری کے دور میں ہوا۔

دین کا غلط فہم

سابقہ غلطیوں کے علاوہ ان کے فہمِ دین کا تصور بھی انتہائی غلط تھا۔ اس بارے میں شیخ عطیۃ اللہ فرماتے ہیں:

> ”اس جاہل ٹولے کے ہاں دین میں صرف دو حکم تھے: سنت یا بدعت۔ یہ لوگ نہ حرام جانتے تھے، نہ حلال، نہ ہی احکامِ شریعت کی پانچ فقہی اقسام [فرض، واجب، سنت، مکروہ، حرام]۔ ان احکام کے بارے میں کبھی انہوں نے سنا ہی نہیں تھا۔

ہم ایسے واقعات جانتے ہیں جنہیں سناتے ہوئے ہم ڈرتے ہیں، کیونکہ آپ نہیں مانیں گے۔ میں اور میرا ساتھی عبد الرحمن الفقیہ آپس میں کہتے تھے: جب ہم الجزائر سے نکل جائیں گے اور ساتھیوں کو بتائیں گے تو وہ ہماری بات مانیں گے بھی یا نہیں؟

ان کے ہاں جس قسم کی بھی بدعت کا ارتکاب ہو، اس سے انسان بدعتی بن جاتا ہے۔ اور ہر بدعتی سے بچنا چاہیے اور براءت کی جانی چاہیے۔ ان کے ہاں آگے بدعت کی اقسام نہیں ہیں۔ کسی قسم کا فقہ نہیں ہے۔ دین ان کے ہاں عجیب و غریب تصورات کا مجموعہ تھا۔

لیکن اللہ کا شکر ہے کہ ہم نے دعوت دی۔ اور شروع میں درس دینے کی بھی توفیق ہوئی"۔

سنت کا غلط معیار

شیخ عطیۃ اللہ 'الحسبہ فورم' میں فرماتے ہیں:

"96ء کے آغاز میں میری زیتونی سے ملاقات ہوئی، جب کہ وہ شیخ محمد السعید اور عبد الرزاق رجام کو قتل کر چکا تھا۔ لیکن ان کا دعویٰ تھا کہ حکومت نے انہیں قتل کیا ہے۔ انھوں نے ابھی تک ان کے قتل کی ذمہ داری قبول نہیں کی تھی۔ وہ دوسرے منطقے کے دورے پر آیا تھا، تو ایک بڑے مرکز میں ہمارے ہاں بھی آیا۔ وہ اپنے کتیبۃ الخضراء اور اس کے کمانڈر عنتر کے ساتھ آیا تھا۔ جبکہ حسن حطاب اور اس کے منطقے کے عمائدین بھی موجود تھے۔ عصر کی نماز کے بعد اس کے گرد جوان جمع ہو گئے۔ گفتگو میں زیتونی نے نہ ان کی نماز، وضو اور دیگر عبادتوں کے بارے میں دریافت کیا اور نہ ہی ان کے اخلاق اور دین و دنیا کے بارے میں ان کے فہم کو پرکھا۔ اگر پوچھا تو فقط 'سنت' کے بارے میں پوچھا۔ مرکز کے امیر کو اشارہ کرتے ہوئے سوال کیا: تمہارا عمامہ کہاں ہے؟ امیر قسمیں کھاتا رہا کہ میرا عمامہ تھا لیکن گم ہو گیا، میں نے بھائیوں کو لانے کا کہا ہے لیکن وہ ابھی تک نہیں لا سکے۔ اس بے چارے کا چہرہ شرم سے سرخ ہو گیا، جیسا کہ اس نے کوئی بڑا گناہ کیا ہو"۔

پانی کی موجودگی میں تیمم

"اور ایک عجیب بات یہ کہ اس کتیبے کی اکثریت اور دیگر کتائب میں بھی بہت سے مجاہدین پانی اور صحت مند ہونے کے باوجود تیمم کیا کرتے تھے۔ ان کے سامنے پانی کی نہر بہتی ہو گی لیکن نہ غسلِ جنابت کریں گے اور نہ نماز کے لیے وضو۔ کیونکہ ان کے ہاں ایک فتویٰ پھیل گیا تھا کہ سفر کے دوران پانی کی موجودگی کے باوجود تیمم جائز ہے۔ گویا جب سفر کی وجہ سے نماز قصر ہے تو وضو کی بجائے تیمم بھی جائز ہے۔ بہت سے طلبۂ علم نے، اللہ انہیں جزائے خیر دے، ان کی غلطی واضح کی اور خبردار کیا، یہاں تک کہ عام مجاہدین میں یہ مسئلہ بہت کم ہو گیا، لیکن جیا کی قیادت کے قریبی افراد نے اس گمراہ فتوے پر عمل نہیں چھوڑا۔ یہاں تک کہ ان کے ختم ہونے کے ساتھ ہی یہ گمراہی ختم ہوئی"۔

روزے ساقط

"اسی طرح ان کے درمیان ایک فتویٰ یہ بھی پھیلا کہ رمضان کے روزے نہ ادا اور نہ قضا رکھنے کی ضرورت ہے، یہاں تک کہ خلافت قائم نہ ہو جائے"۔

میری گواہی

"یہ فتاویٰ جیا کے اندر اثر و رسوخ والے غالی نام نہاد طلبۂ علم جاری کرتے تھے، جنہیں وہ ضابط شرعی (شرعی افسر) کہتے تھے۔ کوئی یہ تصور کر سکتا ہے کہ اس قسم کے معاملات بھی ہوں گے؟ میں کہتا ہوں آپ جو چاہیں تصور کریں لیکن میں تو وہ بیان کروں گا جو میں نے وہاں رہتے ہوئے خود سنا اور اور دیکھا"۔

جیا کے ہاں اہلِ علم

زیتونی کے امارت سنبھالنے سے پہلے ہی امارت کے مرکز میں کئی طلبۂ علم موجود تھے۔ بعض نے ان گمراہیوں پر نصیحت اور نکیر کی جبکہ دیگر خود اس گمراہی کے موجد تھے۔ یہاں ہم ان کا تذکرہ کرتے ہیں۔

لجنہ شرعیہ

شیخ عطیۃ اللہ فرماتے ہیں کہ:

"زیتونی کے دور میں **جیا** کی اپنی لجنہ شرعیہ تھی، جس میں چند طلبۂ علم تھے۔ لیکن اکثر کمزور اور بعض تو سفیہ اور فاسد تھے۔ ان میں بہترین لجنہ کے مسئول ابو ریحانہ تھے"۔

ابو بکر زرفاوی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ عاصم ابو حیان فرماتے ہیں:

"ابو بکر عبد الرزاق زرفاوی جماعت کی امارت کے ہاں موجود طلبۂ علم میں سے تھے۔ وہ جہاد سے پہلے ولایت **تیبازۃ** کی ایک مسجد میں امام اور خطیب تھے۔ 1994ء کے اواخر میں **جبل اللوح** میں مجھ سے ملاقات کے لیے آئے۔ میں نے انہیں صالح اور راہِ راست پر پایا۔ ان کے ذمے امارت کے علاقے میں کتب خانے اور تعلیم اور وعظ کے حلقوں کا انتظام تھا۔

شیخ **ابو الحسن البلیدی** اور کئی دیگر بھائی بتاتے ہیں کہ ابو بکر زرفاوی نے یک طرفہ فیصلے اور شرعی ذمہ داروں کو الگ رکھنے کے بارے میں جمال زیتونی سے شکایت کی۔ تو جمال زیتونی یہ کہتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا کہ آپ لوگ شرعی ذمہ داران ہیں، آپ لوگوں کا انتظامی معاملات سے کیا سروکار۔ اس پر شیخ ابو بکر نے کہا: یہی تو عین سیکولرزم ہے۔ دونوں کے درمیان اس اختلاف کے سبب شیخ ابو بکر کے خلاف محاذ قائم ہو گیا اور ان پر دشمن کے لیے مخبری کا الزام لگا دیا گیا۔ اور بالآخر جمال زیتونی کے امر سے ایک پیروکار نے انہیں قتل کر دیا"۔

شیخ عطیۃ اللہ فرماتے ہیں:

"اس وقت **جیا** کی قیادت کے ہاں یہی ایک علم میں بہتر تھے"۔

پہلے جو انہوں نے لجنہ شرعیہ کے مسئول شیخ ابوریحانہ کو بہترین بتایا تو وہ غالباً ابو بکر کی شہادت کے بعد کا ذکر ہوگا، خاص کر کہ وہ اس لجنہ شرعیہ کو زیتونی کی طرف نسبت کرتے ہیں۔

ابوریحانہ فرید عشی رحمۃ اللہ علیہ

1960ء میں **قسنطینۃ** میں پیدا ہوئے اور شعبۂ تعلیم سے منسلک تھے۔ وہ مسجد ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے امام اور خطیب تھے۔ جہادِ افغانستان میں بھی وہ برابر کے شریک بلکہ اس طرح رہے کہ وہ مجاہدین کی بھرتی کیا کرتے تھے۔ اور ولایت میں جہاد کا اعلان کرنے والوں میں اپنے بعض ائمہ مساجد کے ہمراہ پیش رو تھے۔ پھر اپنی ہی ولایت کے 1995ء کے آغاز تک امیر رہے۔ پھر وسطی علاقے میں منتقل ہوئے، جہاں اس وقت **جیا** کی قیادت موجود ہوتی تھی اور فتنے کے آغاز تک وہاں رہے۔ انھوں نے جماعت کی شرعی غلطیوں کی اصلاح کے لیے نصیحت کی۔ ایک واقعہ پہلے ذکر ہو چکا ہے جب انہوں نے زیتونی کو نصیحت کی کہ وہ عنتر زوابری اور بوفاس جیسے برے ٹولے اور غنڈوں کو چھوڑ دیں، لیکن اس نے نہیں مانا۔ زوابری کے زمانے میں انہیں انہی نصیحتوں کے سبب قتل کر دیا گیا۔

شیخ عاصم ابوحیان فرماتے ہیں:

> "شریف قوسمی کے دور میں ہی انہیں جماعت کی قیادت نے طلب کیا تھا۔ وہ کچھ عرصے کے لیے **جیا** کی لجنہ شرعیہ کے صدر بھی رہ چکے تھے۔ لیکن کئی بھائیوں نے بتایا کہ جمال زیتونی کا ٹولہ انہیں اخوانی ہونے کا الزام دیتا تھا۔ اسی تہمت کی بنا پر ان کا پیچھا کیا گیا اور عنتر زوابری کے زمانے میں انہیں قتل کر دیا گیا۔ میری ان سے ملاقات نہیں ہوئی۔ لیکن جس نے ان کے ساتھ وقت گزارا ہے اور ان کے علمی دروس اور وعظ سنے ہیں، وہ بتاتے ہیں کہ انھیں علم پر دسترس حاصل تھی۔ اور ان کے اخلاق اور نظریات کی تعریف کی"۔

یہی وہ عالم ہیں جنہوں نے مرتدین کی بیویوں کے قتل کا فتویٰ جاری کیا تھا، جس کا آگے مفصل ذکر آئے گا۔ اس حوالے سے شیخ عاصم ابو حیان فرماتے ہیں:

”زیتونی کے دورِ امارت میں ہی کئی شرعی ذمہ داران کو دشمن کے سپاہیوں کی بیویوں کو قتل کرنے پر مکمل اطمینان تھا۔ اور **ابو ریحانہ فرید عشی** کے زیرِ صدارت جماعت کی لجنہ شرعیہ کی طرف سے اس بارے میں 1995ء میں فتویٰ بھی جاری ہوا تھا“۔

شیخ عطیۃ اللہ ان کے بارے میں فرماتے ہیں:

”ابو ریحانہ، زیتونی سے پہلے ہی شوریٰ کے رکن تھے۔ ان کے علم میں زیادہ گہرائی نہ تھی، مسائلِ دینیہ کو گہرائی میں اتر کر دیکھنے کا فقدان تھا“۔

شیخ ابو الحسن رشید البلیدي رحمۃ اللہ علیہ

شیخ عاصم ابو حیان فرماتے ہیں:

”وہ اپنے بارے میں خود بتاتے ہیں کہ اختلافی معاملات میں وہ شیخ ابو بکر زرفاوی اور ابو ریحانہ کی طرف داری کرتے تھے۔ اسی لیے 1995ء میں محمد حبشی کے واقعے میں ان پر الزام لگایا گیا کہ وہ جمال زیتونی کے امیر بننے پر اعتراض کرتے تھے۔ اس کے علاوہ ان پر بھی اخوانی ہونے کا الزام تھا۔ انہیں اپنے کام سے روک دیا گیا اور ولایت **بویرہ** کے ایک کتیبہ میں علیحدہ کر دیا گیا“۔

نیز شیخ ابو الحسن بلیدی کا بیان آگے آنے کو ہے، جس میں وہ زیتونی کو **السفر الطویل** اور **عمال سوناطراک** جیسے غلط بیانات پر نصیحت کرتے ہیں۔

جیا سے نکلنے کے بعد شیخ ابو الحسن **الجماعۃ السلفیۃ للدعوۃ والقتال** میں شامل ہوئے اور جماعت کے قاضی مقرر ہوئے۔ پھر جب الجماعۃ السلفیۃ نے القاعدہ کے ساتھ بیعت کر کے **تنظیم قاعدۃ الجہاد**

ببلاد المغرب العربی تشکیل دی، تب شیخ ابو الحسن رشید البلیدی تنظیم کے شرعی لجنہ کے رکن اور لجنہ قضا کے امیر مقرر ہوئے، بالآخر انھیں الجزائری فوج نے شہید کیا، رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔

اویس رحمۃ اللہ علیہ

شیخ عاصم ابو حیان فرماتے ہیں:

> "ایک اور طالب علم کا نام اویس تھا۔ وہ بھی پہلے امام اور خطیب تھے۔ پھر **بلعباس** میں **کتیبۃ السنۃ** کے شرعی ذمہ دار مقرر ہوئے۔ فروری 1996ء میں زیتونی کے ٹولے کے پاس وضاحت اور نصیحت کے لیے مغربی علاقے سے جاتے ہوئے ان کا گزر **جبل اللوح** میں ہماری **الکتیبۃ الربانیۃ** پر ہوا۔ ہمارے یہاں سے جانے کے بعد جب وہ **المدیۃ** کے علاقے **مقورنو** میں ایک سریہ کے ہاں ٹھہرے تو جمال کے حامیوں نے انہیں قتل کر دیا، جبکہ ان کا ساتھی ننگے پاؤں بھاگ کر لوٹا"۔

ابو البراء اسد الجیجلی

ان کے علاوہ شیخ عاصم ابو حیان نے دو مزید عالموں کا ذکر کیا ہے۔ لیکن ان کے علمی مرتبے اور گمراہی کے حوالے سے موقف واضح نہیں ہے۔ ان میں سے ایک **أبو البراء أسد الجیجلی** ہیں، جن کے بارے میں پہلے گزر چکا ہے کہ جب جمال زیتونی نے امارت پر زبردستی قبضہ کیا، تو مجلسِ شوریٰ کے ارکان نے اس شرط پر ان کی امارت کو تسلیم کیا تھا کہ وہ **أبو البراء أسد الجیجلی** کو اپنے ساتھ شرعی نگران کے طور پہ رکھیں گے۔ لیکن اہلِ غلو کے ٹولے نے اس شرط کی پرواہ نہ کی اور ابو البراء **المنطقۃ الثالثہ** کے امیر **عبد اللطیف** کے ہاں ہی ولایت **تیارت** میں شرعی نگران رہے۔

ابو الولید حسن الأغواطی

دوسرے **أبو الولید حسن الأغواطی** کا ذکر کیا ہے، جن کے بارے میں پہلے گزر چکا ہے کہ جب زیتونی نے عبد الرحیم کے ہاں مسائل حل کرنے کے لیے وفد بھیجا تو ان میں لجنہ شرعیہ کے رکن **ابو الولید حسن** بھی تھے۔

شیخ عطیۃ اللہ فرماتے ہیں:

> ”یہ اغواط کے علاقے غردایہ کے امازیغی قبیلہ بنی مزاط کا تھا۔ شروع میں اباضی تھا لیکن بعد میں سنی بن چکا تھا۔ اور مجلسِ شوری میں رکن تھا“۔

شیخ عطیۃ اللہ کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ گمراہی کے بعد بھی زیتونی کی مجلسِ شوریٰ کا رکن رہا ہے۔

جیا کا مصلحین کے ساتھ برتاؤ

قتل اور علاقہ بدری

شیخ عاصم ابو حیان خواتین کو غلام بنانے کے فتوے کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

> ”فرض کر لیتے ہیں کہ کسی عالم کا ایسا کوئی فتویٰ ہو بھی، لیکن یہ قوم ایسی ہے کہ ان کو اپنی سوچ سے نہ کوئی عالم روک سکتا ہے نہ کوئی مفتی۔ کتنے ایسے طلبۂ علم ہیں، جنھوں نے ان کو نصیحت کی یا اعتراض کیا تو اس کے بدلے انھیں قتل کر دیا گیا یا علاقہ بدر کر کے ہر قسم کے دینی وعظ و نصیحت سے روک دیا گیا“۔

مخبری اور امتحان

شیخ عاصم ابو حیان جیا کے جاہل علماء کے بارے میں فرماتے ہیں:

”وہ تو طلبۂ علم اور تمام مجاہدین کا ایک خاص طریقے سے امتحان لیتے تھے۔ اس کام کے لیے انہوں نے حسبہ کی لجنہ میں خاص افراد متعین کر رکھے تھے۔ اسی سے اندرونی مخبری اور شکایتوں کا عمل پروان چڑھا۔ اور ادنیٰ سے ادنیٰ شک کی بنیاد پر بغیر کسی عدالت کے اپنے ہی افراد کو قتل کر دیا جاتا تھا“۔

بدعتی قرار دینا

جیا نے اپنے منہج کے مخالف دیگر تمام قدیم و جدید علماء کی کتب پر پابندی لگا رکھی تھی۔ وہ ایسے علماء کو بدعتی اور گمراہ قرار دیتے تھے۔ اور جہاں بھی ان کی کتب پائی جاتیں، انھیں جلا ڈالتے تھے۔ خاص کر سید قطب رحمۃ اللہ علیہ کی کتب کو جلاتے تھے اور ان پر وہ حکم لگاتے تھے جو مدخلی سلفی لگاتے ہیں۔ پھر جب جون 1996ء میں جہادی جماعتوں اور جہادی شخصیات نے ان سے براءت کا اعلان کیا، تو جیا نے انہیں بدعتی، گمراہ اور کافر تک قرار دے دیا۔

جیا کے جاہل علماء

شیخ **أبو الحسن رشید البلیدی** رحمۃ اللہ علیہ اپنا ایک واقعہ بتاتے ہیں، جس میں انہوں نے زیتونی کو شائع کردہ غلط بیانات پر نصیحت کی۔ ان میں **السفر الطویل** اور **عمال سوناطراک** کے بیانات بھی تھے، جن کا تذکرہ گزر چکا ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

”زیتونی نے اس نصیحت پر ایسا جواب دیا جس سے شک کی بجائے مجھ میں بے چینی پیدا ہو گئی۔ اس نے کہا: آپ لوگ مطمئن رہیں، ہم اہلِ علم سے پوچھتے ہیں اور ہمارا ان سے گہرا رابطہ ہے“۔

شیخ ابو الحسن کہتے ہیں:

”بیانات سے معاشرے میں پھیلنے والی کھلبلی سے میں اپنے دل میں سوچتا رہا کہ یہ کون مجہول شخص ہے جس سے زیتونی پوچھا کرتا ہے؟کافی دن گزرے اور خود یہ عالم، جس سے زیتونی فتویٰ لیا کرتا تھا، مفرور بن گیا اور اس کی ہمارے ساتھ ملاقات ہوئی۔ جب ہم بیٹھے تو پتا چلا کہ وہ نہایت سادہ شخص ہے، جو قتل کے معاملات میں فتویٰ دینا تو در کنار، جماعت کو کسی قسم کی ہدایات دینے کا بھی اہل نہیں ہے“۔

ابو البراء حسین عرباوی عاصمی

ناپختہ اور گمراہ طلبۂ علم میں سے، جو جیا کی مرکزی قیادت کے ہاں تھے، شیخ عاصم ابو حیان نے دو کا تذکرہ کیا ہے۔ ان میں سے ایک ابو البراء حسین عرباوی العاصمی تھا، جس کا تذکرہ جیا میں خوارج کے نظریات پھیلنے کے تذکرے میں بھی ہوا اور خواتین کو غلام بنانے کے فتویٰ کے ذیل میں بھی۔

الزبیر ابو المنذر

شیخ عاصم نے ابو البراء کے علاوہ الزبیر ابو المنذر کا ذکر کیا ہے جس کے بارے میں فرماتے ہیں:

”جب امارت کے علاقے میں کوئی صاحبِ علم نہ رہا، تو جماعت نے الزبیر ابو المنذر کو شرعی ذمہ دار مقرر کر دیا، جسے جمال زیتونی بئر الخادم کے علاقے سے جانتا تھا۔ میں پہلے اس سے زبیر کے نام سے متعارف تھا۔ جب وہ ابو المنذر کی کنیت سے مشہور ہوا تو مجھے لگا کہ یہ کوئی اور شخص ہے۔ پھر 1999ء میں جب جیا سے بھاگنے والے افراد سے میں نے پوچھا تو انھوں نے اس کا اصل نام، حلیہ اور علاقہ بتایا۔

اس جوان سے میرا تعارف 90ء کی دہائی کے آغاز میں بئر الخادم کی مرکزی مسجد میں ہوا۔ مجھے یاد پڑتا ہے کہ اس وقت اس کے ذمے مسجد کے کتب خانے، تختے پر لگے ہوئے رسالے اور

مسجد کے حلقوں کو منظم کرنے کی ذمہ داری تھی۔ اور چونکہ وہ اپنے آپ کو سلفی کہتا تھا، اس لیے اخوانیوں کے ساتھ اس کے بہت جھگڑے ہوتے تھے۔

اس نے نویں جماعت پاس کرنے کے بعد بعض شرعی کتب کے متن یاد کیے اور کئی مشائخ کے دروس سنے۔ لیکن اپنی کم عمری کے سبب اسے 'فقہ الواقع' سے کوئی واسطہ نہ تھا۔ بلکہ غلو اور شدت کی طرف رجحان تھا۔ اسی لیے جمال زیتونی اور عنتر زوابری کی جماعت میں بلا شرکت غیرے شرعی ذمہ دار بن سکا۔

جیا کی گمراہی سے توبہ کرنے والوں میں سے ایک بھائی نے بتایا کہ وہ عنتر زوابری کے سامنے کمزور شخصیت کا مالک تھا۔ وہ ویسے ہی فتوے دیتا تھا، جیسا عنتر پسند کرتا تھا۔ اور تمام علمائے سوء اسی طرح کے ہوتے ہیں۔ عنتر مجاہدین کے سامنے اس کے ساتھ بدتمیزی سے پیش آتا اور ڈانٹ ڈپٹ کرتا تھا۔

سیاست اور مصلحت کی بنا پر قتل میں بلا قیود وضوابط توسّع، بچوں کا قتل اور خواتین کو غلام بنانا اسی کی فتووں میں سے ہے، جن کی بنیاد پر جیا نے مسلمان بچوں کو قتل کرنے اور مسلمان عورتوں کو غلام بنانے جیسی بھیانک حرکتیں کیں۔ یہاں تک کہ ایسے سپاہی جو اپنے بڑھاپے یا مرض اور زخموں کی وجہ سے بھاگ نہیں سکتے تھے، انہیں بھی غلام بنا ڈالتے تھے۔ اس کے دیگر شاذ فتاویٰ میں سے کچھ درج ذیل ہیں:

- بدعتی کی توبہ قبول نہ ہونے کا فتویٰ۔
- ایسے مجاہد کا سر قلم کرنے کا فتویٰ جس پر بدعتی ہونے کا الزام ہو۔
- اس کے ہاں بدعتی کو قتل کرنے سے پہلے اس کا مثلہ بنانا سنت میں سے تھا۔
- عورتوں کو غلام بنا کر ان کے ساتھ جب ایک سے زیادہ مرد یکے بعد دیگرے جنسی تعلقات قائم کرلیں، تو اسے قتل کر دیا جائے۔

اس شخص کے بارے میں بخاری و مسلم کی درج ذیل حدیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پوری اترتی ہے کہ:

إن الله لا يقبض العلم انتزاعا ينتزعه من العباد ولكن يقبض العلم بقبض العلماء، حتى إذا لم يبق عالما اتخذ الناس رءوسا جهالا، فسئلوا فأفتوا بغير علم، فضلو وأضلو۔

’بے شک اللہ تعالیٰ علم کو یونہی بندوں (کے دلوں) سے نہیں اٹھالیں گے، بلکہ علماء کی وفات کے سبب اسے اٹھالیں گے، یہاں تک کہ جب کوئی عالم نہ رہے گا تو لوگ جاہلوں کو بڑا بنالیں گے۔ پس ان سے فتویٰ لیا جائے گا اور وہ غلط فتویٰ دیں گے، پس وہ خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے‘۔

جب جیا سے نکلنے والوں نے اس جماعت پر خوارج ہونے کا الزام لگایا، تو ابو المنذر اپنی جماعت کی دفاع کے لیے کمربستہ ہو گیا اور کئی تحریریں لکھ ڈالیں۔ ان میں سے ایک اس کا مقالہ **هداية رب العالمين** کے نام سے ہے [جو کہ پہلے گزر چکا ہے کہ اسے جمال زیتونی نے اپنے نام سے شائع کیا تھا]۔ اس مقالے میں ابو المنذر نے جیا کا منہج بیان کرتے ہوئے اسے سنی اور سلفی قرار دیا ہے۔ حتیٰ کہ جیا کے تمام بیانات اور ہدایات کے اوپر یہ عبارت درج تھی **(توحيدية، سنية، سلفية)**

ابو المنذر کے قتل کے بارے میں مختلف روایات ہیں۔ 2008ء میں توبہ کرنے والے اور جیا کے آخری امراء میں سے شیخ **صالح ابو یاسین** نے **محمد غیلزان** کی موجودگی میں مجھے بتایا کہ ابو المنذر کو طاغوتی فوج نے ولایت البلیدۃ کے **جبال الشريعة** پہاڑوں میں **شرک حلیمة** نامی چوٹی پر 2003ء میں طبی مسئول کے ساتھ قتل کیا، جبکہ وہ اپنے مرکز کی طرف خچر ہانک رہے تھے۔ جبکہ دوسری روایت یہ ہے کہ **الجماعة السلفية للدعوة والقتال** کے تابع

مجاہدین کی نصرت کے ادارے کے ایک رابطہ کار نے اسے اپنے گھر بلایا اور کھانے میں زہر دے کر قتل کر دیا۔ لیکن میں (یعنی شیخ عاصم) پہلی روایت کو ترجیح دیتا ہوں"۔

فصل نہم: شیخ عطیۃ اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا کردار

شیخ عطیۃ اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے الجزائری تجربے کی آڈیو میں بہت سے واقعات سمیت ان واقعات کا بھی ذکر کیا ہے جس میں انہوں نے جیا کی قیادت کو نصیحت کی اور جس کے سبب جیا نے انہیں قتل کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔ یہ تو اللہ کا کرم ہے کہ وہ بچ نکلے اور ان کے بیان کے ذریعے جیا کے اندر کے مفصل حالات ہم تک پہنچ سکے۔ آگے تمام واقعات ان کے بیان کردہ ہیں۔ وہ فرماتے ہیں:

ابو طلحہ الجنوبی کے ہاں

"جب میں دوسری دفعہ الجزائر میں داخل ہوا اور جیا کے پاس گیا تو پہلا سال نسبتاً اچھا گزرا، کیونکہ میں ولایت بومرداس اور ارد گرد کی ولایتوں پر محیط دوسرے منطقے کے امیر ابو طلحہ اغواطی کے ہاں ٹھہرا تھا۔ الجزائر کے جنوب میں اغواط کا علاقہ صحرا کے شروع میں ہی واقع ہے جہاں کھجور بکثرت ہوتی ہے۔ عمر میں نسبتاً بڑے، وہ انتہائی نیک اور صالح انسان تھے۔ جہادِ افغانستان میں شریک رہنے کی وجہ سے میں انھیں پہلے سے جانتا تھا لیکن افغانستان میں کاموں کی زیادتی کی وجہ سے ان سے تفصیلی تعارف نہیں تھا۔ وہ پہلے اخوان میں سے تھے، لیکن افغانستان آنے کے بعد نام بھی بدل دیا تھا اور اخوان کو بھی چھوڑ دیا تھا۔ اسی جان پہچان کے سبب وہ میرا بہت احترام و اکرام کرتے تھے۔

ابو طلحہ اچھے اور بہادر عسکری قائد تھے۔ انھوں نے بہت سی اچھی کارروائیاں کیں۔ کئی کارروائیوں میں، میں بھی ان کے ساتھ شریک رہا۔ چونکہ وہ خود طالب علم تھے، اس لیے مجھے دروس دینے کی ترغیب بھی دیتے تھے اور موقع بھی فراہم کرتے تھے۔ میں جوانوں کی سطح پر درس دیا کرتا تھا۔ اللہ کا شکر ہے کہ میں نے آغاز سے ہی دعوت دینا شروع کر دی تھی"۔

کشتی کی سنت

”ایک دفعہ ہمیں زیتونی نے اپنے ہاں بلایا۔ ہم اس کے علاقے میں پہنچے تو ملاقات ہونے تک ہمیں مرکزی قیادت کے قریب جنگل میں ایک مرکز میں ٹھہرایا۔ یہ مرکزی قیادت کے محافظین کا مرکز تھا۔ قیادت پہاڑ میں اوپر ہوتی تھی اور محافظین نیچے۔ رات ہم وہاں رہے۔ صبح اٹھے تو دیکھا کہ سات یا آٹھ محافظ آپس میں لڑ رہے ہیں۔ یہ لوگ صبح لڑتے رہے۔ پھر شام کو نماز سے پہلے دوبارہ لڑائی شروع ہوئی اور سونے سے پہلے پھر ایک دفعہ!

دوسرا دن شروع ہوا تو ان میں سے ایک لمبا، ہٹا کٹا جوان آیا جس کی داڑھی نہیں تھی، اور کہنے لگا: تم لوگوں کو آج کیا ہوا کہ سنت پر عمل نہیں کر رہے۔ ایسے تو تم بدعتی ہو جاؤ گے! تب جا کہ ہم سمجھے کہ معاملہ کیا ہے، لیکن ہم نے اس کے ساتھ بات نہیں کی، کیونکہ ہم مہمان تھے اور وہ محافظ۔ پھر آگے ہم نے قیادت سے بات چیت کرنی تھی اور مناسب یہی تھا کہ گفتگو بھائی چارگی کے ماحول میں ہو۔ بہر حال، بعد میں پتا چلا کہ ان کے ہاں کشتی کرنا ایسی سنت ہے جسے روزانہ ادا کرنا ضروری ہے۔ اگر ایک دن نہ کریں تو بدعت کے مرتکب ہو جائیں گے اور مسلسل نہ کریں تو بدعتی بن جائیں گے!“

جیا میں فساد

”شروع میں ہمارا مناسب وقت گزرا، یہاں تک کہ ایک عرصے میں مرکزی قیادت کے ساتھ میرا معاملہ بگڑنے لگا، لیکن ابو طلحہ نے میرے ساتھ آخر دم تک اچھا معاملہ کیا۔ بیانات سے پہلے ہی میں نے غلو محسوس کیا اور قیادت کو نصیحت کی، لیکن انھوں نے میری نہیں سنی۔ قیادت کے ساتھ پہلے ہی مجلسوں میں دوریاں پیدا ہوئیں اور انہوں نے میری ساکھ متاثر کرنے کی کوشش کی، لیکن میں نے صبر کیا۔

گمراہی زیادہ تر قیادت، مجموعوں میں بعض اثرورسوخ رکھنے والے افراد اور شرعی نگرانوں میں تھی، جنہیں وہ **ضباط شرعيين** (شرعی افسر) کہتے تھے۔ جبکہ عام نوجوان انتہائی سادہ، علم کے پیاسے اور قرآن کی تلاوت کرنے والے تھے، گو اکثر کو پڑھنا لکھنا نہیں آتا تھا۔ ان میں فدائی بھی تھے۔ انہیں بہت سے نیک اور بھلے کاموں میں لگایا جا سکتا تھا۔ لیکن بھلائی کی بجائے قیادت کی طرف سے ان میں گمراہی منتقل ہوئی۔

اسی دوران میں نے شیخ اسامہ کو خطوط لکھ کر سوڈان بھیجے اور ان سے کچھ مدت رہنے کی اجازت طلب کی جو انہوں نے دے دی"۔

وعظ و نصیحت کا نتیجہ

"جب میرے اور قیادت کے درمیان مسائل شروع ہو گئے، تب میری ملاقات **جماعة مقاتله** کے لیبی ساتھیوں سے ہوئی، جن میں میرے دیرینہ دوست **عبد الرحمن الفقيه** کے علاوہ عاصم، صخر، عبید اللہ، فاروق اور سلمان وغیرہ شامل تھے۔ وہ میرے آنے کے کچھ دیر بعد پہنچے تھے۔

مجھ پر اور میرے ساتھی عبد الرحمن الفقیہ پر انھوں نے قطبی ہونے کا الزام لگایا اور اسے پھیلانے کی کوشش کی۔ لیکن جن کے درمیان ہم رہ رہے تھے، وہ ہمیں اچھی طرح جانتے تھے۔ اس لیے یہ الزام تراشیاں پھیل نہ سکیں۔

لیکن ہم سے بھی نہیں رہا جاتا تھا۔ مسئلہ یہ تھا کہ بیانات میں شرعی غلطیاں تھیں۔ مثلاً کہتے تھے کہ ہم واحد بابصیرت جماعت ہیں اور یہ کہ جیا جہاں چاہے، جیسے چاہے اور جب چاہے حملہ کر سکتی ہے۔ یہ بیان ایک بھائی پڑھ رہا تھا تو میں نے کہا **ذاك الله**۔ اس حدیث کے مطابق جس میں ایک اعرابی نے کہا تھا کہ: میری تعریف اچھی بات ہے اور میری مذمت بری بات ہے۔ تو

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **ذاک اللہ**۔ یہ تو اللہ کی شان ہے۔ اس طرح ہم ہر بار کوئی نہ کوئی تبصرہ کرتے تھے، اور یہ تبصرے قیادت تک پہنچتے تھے"۔

بھاگنے کی پہلی کوشش

"زیتونی کے پاس الزامات کی ایک فہرست تھی۔ قیادت نے ہم پر گھیرا تنگ کرنے کی کوشش کی اور ڈرایا دھمکایا بھی۔ ہم پر ہر وقت تلوار لٹک رہی تھی، اس لیے ہم واپس لیبیا جانا چاہتے تھے۔ ویسے بھی ہماری حیثیت مہمان اور قاصد کی سی تھی اور ہم نے واپس جانا بھی تھا۔ لیکن **جیا** والوں نے سفر میں ہماری مدد نہیں کی۔ انھیں پتا تھا کہ یہ نکلیں گے تو ان کے اندرونی معاملات اور حالات کے بارے میں باہر کے مجاہدین کو بتائیں گے، اس لیے وہ نہیں چاہتے تھے کہ ہم نکلیں۔ البتہ ہمارے شدید اصرار اور دباؤ کے تحت آخر کار انھوں نے اجازت دے دی۔

ہم نے اپنی ذاتی کوششوں سے سفری دستاویزات بنائے۔ میرے پاس اپنا پاسپورٹ نہیں تھا بلکہ کسی دوسرے کا پاسپورٹ لے کر جنگلوں میں ہی اس پر اپنی تصویر لگائی، اور دبداب کی چیک پوسٹ کے ذریعے الجزائر میں داخل ہونے کی ایک جعلی مہر بھی لگائی۔

اس طرح میں اور عبد الرحمن الفقیہ سفر کے لیے نکلے تو فوج اور **درک** (گشتی پولیس) کو تو پار کر لیا لیکن سرحدی پولیس نے ہمیں پکڑ لیا۔ ہمارے کاغذات میں مسئلہ تھا، جس کی وجہ سے سرحدی پولیس نہیں چھوڑ رہی تھی۔ مسئلہ یہ تھا کہ ہم نے جس تاریخ میں دبداب پوسٹ کی جعلی مہر لگائی تھی، اس دن دبداب پوسٹ بند تھی لیکن ہمیں علم نہیں تھا۔ پولیس والے کہتے تھے کہ تم لوگ آئے کیسے ہو جبکہ وہ سرحد بند ہے؟ ہم نے بہانہ کیا کہ ہم لیبیا کے ایک خصوصی سفارتی اور تجارتی وفد کے ساتھ آئے تھے۔ اللہ کا شکر ہے کہ بہانہ چل گیا۔ ہمیں ڈر تھا کہ پولیس ہمیں دارالحکومت نہ بھیج دے، جہاں ہم پہچانے جائیں گے۔ کیونکہ میں جب پہلی دفعہ الجزائر آنے کے بعد واپس لیبیا گیا تھا تو الجزائر کی جیل سے اور اس سے پہلے دارالحکومت سے بھاگ کر نکلا تھا۔ اور

جب دوبارہ الجزائر آیا تھا تو شہروں کی بجائے سیدھا مجاہدین کے ہاں پہاڑوں کا رخ کیا تھا۔ میرا اپنا پاسپورٹ ضائع ہو چکا تھا۔ اب نہ میں قانونی سفر کر سکتا تھا اور نہ جہاز میں بیٹھ سکتا تھا۔

پولیس میں ایک بھلے آدمی نے کہا میں چھڑوا دوں گا لیکن آپ لوگوں نے اگر الجزائر سے نکلنا ہے تو دبداب کے علاقے سے ہی نکلنا پڑے گا۔ اور وجہ یہ تھی کہ ہمارے کاغذات پر دبداب کی مہریں تھیں۔ الحمد للہ سرحدی پولیس نے ہمیں پورا دن، یعنی 12 گھنٹے اپنے ہاں رکھنے کے بعد جب رات ہوئی تو کہا کہ جاؤ اور جہاں سے آئے ہو، وہیں سے واپس جاؤ"۔

دوبارہ جیا کے ہاں

"واپسی پر ہمارے سامنے دوبارہ **جیا** کے پاس جانے کے علاوہ کوئی اور حل نہیں تھا۔ **جیا** کے پاس واپس جانے کے بعد تین سال سے پہلے پھر دوبارہ نکلنے کا موقع نہیں ملا۔ اس عرصے کے دوران دو سال اور 8 مہینے میں اپنے گھر والوں اور بچوں کو نہیں دیکھ سکا، حالانکہ وہ صرف 35 کلومیٹر دور دار الحکومت میں تھے جبکہ میں پہاڑ میں۔ ہمارے نیچے دار الحکومت نظر آتا تھا اور سامنے ساحلِ سمندر۔ لیکن جنگ کا زمانہ تھا اور انتہائی سخت مرحلہ تھا"۔

نظر بندی

"اس وقت تک دوسرے منطقے کا امیر ابو طلحہ کی بجائے حسن حطاب مقرر ہو چکا تھا۔ [ابو طلحہ جنوبی اگست 1995ء کو دوسرے سے چھٹے منطقے کے امیر بنے تھے۔] حسن حطاب نے ہمیں بتایا کہ تم لوگ یہاں سے اس وقت تک حرکت نہیں کرو گے جب تک ہمارے ہاں زیتونی نہ آ جائے۔ کئی مہینے بعد کچھ خاص افراد کے بارے میں زیتونی کا حکم آیا کہ فلاں مرکز جائیں اور وہاں رہیں۔ اس طرح ہمیں جنگل کے ایک مرکز میں جبری نظر بند کر دیا گیا، جس کا نام **مرکز العبور** تھا۔ یہ ایک ادارہ سا تھا، جہاں مختلف کتائب والے اپنی ترتیبات بنانے کے لیے آتے تھے۔ ہم سے کہا گیا

کہ تم لوگوں نے یہاں سے ہلنا نہیں ہے۔ اس عرصے میں ہم قیادت کو مسلسل خطوط لکھتے رہے اور نرمی سے بات کرتے رہے لیکن کوئی فائدہ نہیں ہوا"۔

زیتونی سے ملاقات

"یہاں تک کہ چار مہینے بعد زیتونی خود اپنے کتیبۃ الخضراء کے ساتھ گزرتے ہوئے ہمارے منطقے بھی آیا۔ یہ اس کا اپنا کتیبہ تھا، جو بہترین اسلحے سے لیس تھا۔ زیتونی کے ساتھ عنتر بھی تھا جو کہ ہمیشہ اس کے ساتھ رہتا تھا۔

جب آیا تو مجھے یاد ہے کہ ہم اس کے ساتھ درخت کے نیچے کھڑے تھے۔ ہم نے عرض کیا کہ ہم یہاں ایک عرصے سے انتظار میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ اللہ ذلت کے مقام سے سب کو محفوظ رکھے۔ زیتونی تکبر آمیز لہجے سے بولا: مجھے اطلاع ملی ہے کہ بعض لوگوں نے ہمارے بارے میں باہر کے لوگوں کو اطلاعات بھیجی ہیں، خاص کر سوڈان میں۔ میں اس معاملے کی تحقیق اپنے طریقے سے کروں گا، پھر دیکھتے ہیں۔ میں جانتا تھا کہ اس کی یہ بات دھمکی تھی۔ ہم صفائی پیش کرنے لگے کہ ہمارے کوئی رابطے نہیں ہیں، ہمارا دور پار کا بھی کوئی تعلق نہیں ہے۔ اور حقیقت تھی کہ ہمارے رابطے منقطع ہو چکے تھے۔

ہمیں زیتونی کا موقف پہلے سے معلوم تھا جو کہ ملاقات میں یقینی ہو گیا۔ وہ ہمارے بات کرنے اور معلومات نقل کرنے سے ڈرتا تھا۔ خاص کر برطانیہ میں بھائیوں نے ان کے بارے میں باتیں کرنا شروع کر دی تھیں۔ اور 1996ء کے وسط تک حالات واضح ہو گئے تھے"۔

قتل کا منصوبہ

”ہم ایک عرصے تک اس مرکز میں رہے۔ اس مرکز میں اس علاقے کے اجناد کا امیر زکریا بھی وقفے وقفے سے آیا کرتا تھا۔ اس سے میری گہری دوستی ہو گئی تھی، جس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ وہ پہلے ابو طلحہ الجنوبی کے تابع تھا۔ وہ بربر قبائل میں سے تھا اور نیک اور پڑھا لکھا تھا۔

زیتونی کے جانے کے بعد زکریا کی اس سے ملاقات ہوئی۔ کیونکہ زکریا عسکری قائد تھا، اس لیے وہ قیادت کے ہاں مشوروں وغیرہ کے لیے آیا جایا کرتا تھا۔ ملاقات کے بعد وہ ہمارے یہاں مرکز آیا اور رازدارانہ طور پہ مجھے بتایا کہ رکنِ شوریٰ اور شرعی مسئول ابو الولید سے معلوم ہوا ہے کہ آپ دونوں کے بارے میں مجلسِ شوریٰ میں بات کی گئی ہے۔ وہ آپ لوگوں سے خلاصی چاہتے ہیں اور ممکن ہے قتل بھی کیا جائے۔ اس لیے اپنا خیال رکھنا۔ مجھے زکریا کی سچائی اور اخلاص پر اعتماد تھا اور یقین تھا کہ وہ مجھے نصیحت کر رہا تھا۔

تب میں عبد الرحمن، عاصم اور صخر کے پاس گیا۔ باقی چھ لیبی ساتھیوں کے مشرقی علاقے میں الجماعۃ المقاتلۃ کے دیگر ساتھویں کے پاس جانے کے بعد ہم چار لیبی بچ گئے تھے۔ میرے اور عبد الرحمن کے علاوہ باقی دونوں کا قیادت کے ساتھ کوئی مسئلہ نہیں تھا، کیونکہ وہ دونوں عسکری ساتھی تھے۔ صرف ہم دو ہی شروع میں بولے تھے اور بحث و تکرار کی تھی۔ جس کی بنا پر انھوں نے ہمیں بدعتی کہا تھا اور شروع کے ایک مرحلے میں ہم نے ان کو جواب بھی دیا تھا“۔

بھاگنے کی کامیاب کوشش

”بھائیوں کو زکریا کی بات بتانے کے بعد میں نے اور عبد الرحمن نے فیصلہ کر لیا تھا کہ کسی بھی طریقے سے ہم یہاں سے ضرور بھاگیں گے، کیونکہ ہمیں کسی بھی وقت قتل کیا جا سکتا ہے۔ ہم نے عاصم سے بھاگنے کی بات کی تو اس نے بھی حامی بھر لی۔ وہ عقلمند اور معاملہ فہم شخص تھا۔ جبکہ صخر کو بہت سمجھانے کی کوشش کی لیکن وہ نہ مانا۔ ہم نے اس سے کہا کہ پھر ہمارا راز افشانہ کرنا

اور زیتونی پوچھے تو اسے کہنا کہ میں ان کے خلاف تھا۔ اور واقعی زیتونی نے اس سے پوچھا لیکن چھوڑ دیا۔ البتہ عنتر نے اسے بعد میں قتل کر دیا۔

بہار کا موسم ابھی شروع ہی ہوا تھا اور اس رات ہم ہی مرکز کے پہرہ پر مامور تھے۔ ہم دو کے ساتھ ایک تیسرا جیا کا فرد تھا جسے تسلی دے کر ہم نے سلا دیا۔ اللہ کا کرم ہے کہ اگرچہ ہم جبری نظر بند تھے لیکن ہمیں زنجیروں میں قید نہیں کیا تھا۔ ابھی تک ہم عام انداز میں رہ رہے تھے نہ کہ مجرموں کے طور پہ، اس لیے پہرہ میں بھی شامل رہتے تھے۔ اس طرح رات 12 بجے ہم تینوں بھاگ نکلے۔

میرے پاس عاصم کا ہی بنایا ہوا دیسی اسلحہ تھا۔ اس وقت جیا کے پاس اسلحے کی انتہائی کمی تھی۔ جیا کے عام ساتھی دو دو سال تک بغیر اسلحے کے رہتے تھے۔ ہر 100 افراد کے پاس صرف 20 کلاشنکوف بندوقیں ہوتی تھیں۔

ہم اربعاء کے قریبی علاقے تک عمومی راستے پر پیدل چلے، جو تقریباً 25 کلومیٹر تھا۔ مجھے اس راستے کا علم تھا۔ جبکہ جنگل کا راستہ 10 کلومیٹر چھوٹا تھا، لیکن جنگل کا راستہ مجھے نہیں آتا تھا اور اگر کھو جاتے تو پھر دوبارہ ان کے ہاتھ لگنے کا خدشہ تھا۔ شروع میں ہم نے کافی لمبی مسافت تک دوڑ لگائی"۔

اربعاء کے علاقے میں

"یہ مختلف کتائب کی طرف سے جیا سے خروج (یعنی نکلنے) کا زمانہ تھا اور الاربعاء کا کتیبہ جیا سے نکلنے والے کتائب میں سے تھا۔ ہمیں ان کے جیا چھوڑنے کا علم تھا، اسی لیے انہی کی طرف رخ کیا۔ ہم ان کے علاقے کے قریب بھی تھے اور آغاز میں اس علاقے میں وقت گزارنے کی وجہ سے وہاں کے کئی ذمہ داروں کو بھی میں جانتا تھا۔

بعد میں سنا کہ حسن حطاب کے مجموعے نے ہمارے لیے راستے میں ایک کمین لگائی تھی۔ لیکن ہمیں راستے میں کچھ محسوس نہیں ہوا۔ میں نہیں جانتا کہ اس خبر میں کتنی صداقت تھی۔

ہم تھکے ماندے اربعاء کے علاقے میں اگلے دن تقریباً ظہر کے وقت پہنچے۔ اس وقت تک اربعاء اور جیبا کے درمیان جنگ چھڑ چکی تھی جس کی وجہ سے اربعاء والوں نے راستے میں مائن کاری کی ہوئی تھی۔

اس دور میں الجزائر میں عموماً دیسی مائنیں تیار کی جاتی تھیں، جنہیں تاروں کی مدد سے پھاڑا جاتا تھا۔ ریموٹ سسٹم اس وقت تک الجزائر میں نہیں آیا تھا۔ ہمیں دیکھتے ہی تاروں پر بیٹھے ایک مجاہد نے آواز لگائی پھاڑو۔ لیکن دوسرے نے ہماری عجیب شکلوں کو دیکھ کر کہا کہ صبر کرو اور اپنے ساتھیوں کو بلا بھیجا۔ جب ساتھی آئے تو ہمیں پہچان لیا۔ اس طرح اللہ کے فضل سے ہم زیتونی کے ہاتھوں سے نکل گئے۔ پھر ہم وہاں دو سال تک رہے۔ تب جا کر میں نے اپنے گھر والوں کے لیے ترتیب بنائی اور صورتِ حال بہتر ہوئی"۔

شیخ عطیۃ اللہ نے زیادہ تر وقت انہی اربعاء اور زبربر کے کتائب میں گزارا، جیسا کہ انہوں نے 'الحسبہ فورم' کے جوابات میں بھی تصریح کی ہے۔ شیخ فرماتے ہیں کہ:

"وادی یسر کے گرد **اخضریہ** کے پیچھے **زبربر** کی پہاڑی میں"۔

مایوسی اور امید

شیخ عطیۃ اللہ 'الحسبہ فورم' میں فرماتے ہیں:

"میں ذاتی طور پہ الجزائر میں ایک مشکل تجربے سے گزرا۔ اور وہاں سے فقط اپنی جان بچا کر نکلا۔ اس وقت میرا خیال تھا کہ اب میری زندگی میں لمبے عرصے تک جہاد دوبارہ نہیں کھڑا ہو گا۔ اور مایوس ہونے کے قریب تھا۔ غم، بے چینی، اکتاہٹ اور مایوسی سے میری حالت بیان سے باہر تھی۔

لیکن جوں ہی میں الجزائر سے نکلا اور دنیا کے مشرق میں چیچنیا کے واقعات دیکھے کہ کیسے سینکڑوں مسلم جوان وہاں پہنچے جارہے ہیں، اس وقت (سیف الاسلام) خطاب رحمۃ اللہ علیہ کے پہنچنے کے بعد دوسرا معرکہ ابھی شروع ہی ہوا تھا۔ اور افغانستان میں طالبان کے نمودار ہونے سے امید کی ایک کرن پیدا ہوئی تھی۔ شیخ اسامہ اور ان کے ساتھی سوڈان سے دوبارہ افغانستان جاچکے تھے اور مجاہدین وہاں جمع ہو رہے تھے۔ اس طرح تھوڑے عرصے بعد مجھ میں زندگی لوٹی، اور میں نے اپنے اندر سے مایوسی کو نکال دیا۔ اور سیکھا کہ کبھی بھی مایوس نہیں ہونا چاہیے۔

اور میں نے سیکھا کہ ﴿سَيَجْعَلُ اللّٰهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُّسْرًا﴾[48] اور ﴿لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا﴾[49] اور ﴿وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ اَمْرِهٖ يُسْرًا﴾[50] اور ﴿وَهُوَ الْفَتَّاحُ الْعَلِيْمُ﴾[51] اور ﴿نِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ﴾[52]

پس اے میرے بھائی! خبردار، کبھی بھی مایوس نہ ہونا!

اللہ سے جڑو... اللہ سے جڑو...

﴿قَالَ مُوسَى لِقَوْمِهِ اسْتَعِينُوا بِاللّهِ وَاصْبِرُواْ إِنَّ الأَرْضَ لِلّهِ يُورِثُهَا مَن يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ﴾ [الأعراف:128]

''موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا: اللہ سے مدد مانگو اور صبر سے کام لو۔ یقین رکھو کہ زمین اللہ کی ہے، وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اس کا وارث بنا دیتا ہے۔ اور آخری انجام پرہیزگاروں ہی کے حق میں ہوتا ہے''۔

---

[48] ترجمہ: ''عنقریب اللہ تنگی کے بعد آسانی پیدا فرمادے گا''۔ [الطلاق:۷]

[49] ترجمہ: ''شاید اللہ اس کے بعد کوئی نئی بات پیدا کردے''۔ [الطلاق:۱]

[50] ترجمہ: ''جو شخص اللہ کا تقویٰ اختیار کرے گا تو اللہ اس کے کام میں آسانی پیدا فرمادے گا''۔ [الطلاق:۴]

[51] ترجمہ: ''اور وہی ہے جو خوب فیصلے کرنے والا اور مکمل علم کا مالک ہے''۔ [سبأ:۲۶]

[52] ترجمہ: ''کیا ہی خوب ہے وہ مولا اور کیا ہی خوب ہے وہ مددگار''۔ [الأنفال:۴۰]

﴿الَّذِينَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ إِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُواْ لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ إِيمَاناً وَقَالُواْ حَسْبُنَا اللّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ فَانقَلَبُواْ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّهِ وَفَضْلٍ لَّمْ يَمْسَسْهُمْ سُوءٌ وَاتَّبَعُواْ رِضْوَانَ اللّهِ وَاللّهُ ذُو فَضْلٍ عَظِيمٍ إِنَّمَا ذَلِكُمُ الشَّيْطَانُ يُخَوِّفُ أَوْلِيَاءهُ فَلاَ تَخَافُوهُمْ وَخَافُونِ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ﴾ [آل عمران:173-175]

''یہ وہ ہیں جن کو لوگوں نے کہا کہ بیشک لوگوں نے تمہارے خلاف بہت طاقت اکٹھی کی ہے تو ان سے ڈرو تو اس چیز نے ان کے ایمان میں اور اضافہ کر دیا اور وہ بولے ہمارے لیے اللہ کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے۔ سو یہ لوگ واپس آئے اللہ کی نعمت اور اس کا فضل لے کر ان کو کوئی گزند نہیں پہنچی اور یہ اللہ کی خوشنودی کے طالب ہوئے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔ یہ شیطان ہے جو اپنے دوستوں سے ڈراتا ہے تم ان سے نہ ڈرو مجھ ہی سے ڈرو اگر تم مومن ہو۔''

ہم نے جب سے الجزائر میں جیا کے فساد اور سخت ترین گمراہی کو دیکھ لیا ہے۔ اب اس کے بعد اللہ کے فضل سے، جہاد پر اس سے زیادہ سخت اور مشکل آزمائش کا ڈر نہیں ہے''۔ [53]

[53] مگر افسوس کہ اس کے بعد داعش کی صورت میں اس سے بھی بڑے فتنے نے جنم لیا اور ساری دنیا کی جہادی تحریک کو متاثر کیا۔ اللہ تعالیٰ اس کے شر کو بھی امت اور مجاہدین سے دور فرمائیں، جس طرح جیا کے شر کو دور فرمایا، آمین۔

فصل دہم: زیتونی دور کا خاتمہ

جیا سے کتائب کی علیحدگی

(1995ء) ابو ثمامہ صوان کی علیحدگی

شیخ عاصم ابو حیان فرماتے ہیں:

"1995ء میں خوارج کا منہج واضح طور پر ظاہر ہوا اور **جیا** کی قیادت اور ارد گرد کے بعض کتیبے اور سرایا بھی ملوث نظر آنے لگے۔ مجاہدین اور عام دیہاتیوں کی تکفیر اور قتل کے ہوائی فتوے پھیل گئے۔ اس وقت ٹوٹنے کے عمل نے اپنا راستہ خود نکالا۔

سب سے پہلے جبل اللوح کے علاقے میں **جند عثمان بن عفان** کے امیر **شیخ ابو ثمامة عبد القادر صوان** نے 1995ء کی خزاں میں فیصلہ کیا کہ وہ **جیا** سے مکمل علیحدگی اختیار کریں گے۔ اس کے علاقے کے چند دیگر کتائب نے بھی یہی راستہ اختیار کیا، اور رفتہ رفتہ علیحدگی اختیار کرنے والوں کی تعداد میں اضافہ ہونے لگا۔

شیخ ابو ثمامۃ عبد القادر صوان نے علیحدگی کا فیصلہ **کتیبة الخضراء** میں ذمہ داران اور عام مجاہدین کے درمیان مشہور اختلاف کے واقعے کو خود اپنی آنکھوں سے دیکھنے اور پھر قاضی عرباوی کے فیصلے اور نتیجے میں مجاہدین کے قتل اور قیادت کا موقف جاننے کے بعد کیا۔

شیخ ابو ثمامۃ نے اپنی علیحدگی کے فیصلے کے بارے میں ایک خط کے ذریعے جمال زیتونی کو اطلاع دی، جس میں جماعت کی گمراہی کی بھی نشاندہی کی اور مجاہدین کے درمیان ہونے والے قتل و قتال اور آئندہ کے ہونے والے خون خرابے سے بھی براءت کا اعلان کیا"۔

شیخ ابو ثمامہ نے بعد میں **الجماعة السنية للدعوة والجهاد** تشکیل دی اور شیخ عاصم ابو حیان ان کے نائب بنے۔

کتیبۃ الفداء کی علیحدگی

شیخ عطیۃ اللہ فرماتے ہیں:

> ”کتائب کے نکلنے کی ایک بڑی وجہ شیخ محمد السعید اور شیخ عبد الرزاق رجام کا قتل تھا، جس کے بعد جیا نے صفوں کو بدعتیوں سے پاک کرنے کے بہانے اندرونی قتل کے منصوبے کا آغاز کر دیا تھا۔ جیسے ہی جیا نے الجزائرۃ کے خلاف 1996ء میں بیان جاری کیا، تو **المدية** کی **کتیبة الفداء** سب سے پہلی نکلنے والی کتیبہ تھی۔ اس کے بعد پورا اربعاء کا منطقہ نکل گیا۔ **مدية** اور اربعاء دونوں فرانس کے خلاف تحریک کے زمانے سے اسٹریٹجک علاقے تھے اور مجاہدین کے لیے مضبوط قلعہ تھے۔ بالآخر زیتونی کو **المديه** کے ہی کتیبے نے قتل کیا“۔

یہ دونوں علاقے امارت کے مرکز کے قریبی علاقوں میں شمار ہوتے تھے۔

دیگر کتائب کی علیحدگی

شیخ عاصم بیان کرتے ہیں:

> ”اس طرح **الكتيبة الربانية** مکمل، **الخضراء** کے اکثر مجاہدین، **المدية** کے علاقے **تمزقيدة** کا **كتيبة الفداء**، **الجلفة** کے علاقے **وسارة** کا **كتيبة الفرقان**، **الجلفة** کا ہی آدھا **كتيبة الفتح**، اور **عين الدفلى** کے علاقے **خميس مليانة** کا **كتيبة الرحمن** بھی نکل گیا“۔

ان کے علاوہ ابو ثمامہ کے بعد **حسن حطاب** کی قیادت میں دوسرے منطقے، پھر **أبو طلحة الجنوبی** کی قیادت میں چھٹے منطقے، پھر **أبو إبراهيم مصطفى** کی قیادت میں پانچویں منطقے، پھر **خالد أبو العباس** کی قیادت میں نویں منطقے نے اور پھر باقی مناطق اور کتائب نے علیحدگی اختیار کرلی۔

اس طرح سال 1996ء مکمل ہونے سے پہلے بہت سے علاقے، کتائب اور اشخاص **جيا** سے علیحدہ ہو چکے تھے۔ البتہ مجاہدین کے درمیان رابطوں کی کمزوری اور علاقوں کی دوری کے سبب بہت سے ایسے بھی علاقے اور کتائب تھے جو دیر سے نکلے۔ لیکن اسی کمزوری اور دوری کے سبب بیشتر علاقے غلو کی بیماری سے بھی محفوظ رہے۔

حسن خطاب کی علیحدگی

دوسرے منطقے کے امیر **حسن حطاب** 1996ء میں اپنی گواہی میں کہتے ہیں کہ:

> ”میں زیتونی کے ساتھ بیٹھا اسے نصیحت کررہا تھا اور اس کی غلطیاں بتا رہا تھا کہ دو آدمی آئے اور بتایا کہ ہم نے شیخ **أبو صالح المسيلي** کو قتل کردیا۔ حسن حطاب نے حیرت سے کہا: تم نے کیوں شیخ کو قتل کیا؟ تو زیتونی نے جواب دیا: اگر ہم اسے نہ قتل کرتے تو ولایت **المسيلة** پوری کی پوری ہمارے خلاف خروج کرتی، کیونکہ وہ ان کا بڑا ہے اور اس کی بات سنی جاتی ہے۔ اور اس کا ارادہ تھا کہ ولایت والوں کو جماعت کے خلاف خروج پر آمادہ کرے۔ اس پر میں نے زیتونی سے کہا: ایسی حرکتوں سے پورا الجزائر تمہارے خلاف خروج کرے گا، صرف مسیلہ نہیں“۔

اس کے فوراً بعد حسن حطاب نے اپنے پورے علاقے سمیت جماعت کے خلاف خروج کا اعلان کیا۔ اور انہی کے کتیبے نے بعد میں **الجماعة السلفية للدعوة والقتال** تشکیل دی۔

زیتونی کا نکلنے والوں کے خلاف اعلانِ جنگ

شیخ عاصم ابو حیان بیان کرتے ہیں:

"اس طرح چند ہفتے ہی گزرے تھے کہ جمال زیتونی کے ٹولے نے ہمارے خلاف جنگ کا اعلان کر دیا۔ ہم نے کوشش کی کہ لڑائی میں پہل نہ کریں اور حتی الوسع قتال سے بچیں۔ تمام علیحدگی اختیار کرنے والوں نے اصلاحِ احوال، جہاد کے تحفظ اور خون خرابے کو روکنے کا اعلان کیا۔ لیکن جمال زیتونی جاہلی تعصب میں پڑ گیا اور چونکہ وہ اپنے آپ کو خلیفہ سمجھ بیٹھا تھا، اس لیے علیحدگی اختیار کرنے والوں کو باغی قرار دے کر ان پر سخت جنگ مسلط کر دی۔ حتی کہ علیحدگی اختیار کرنے والوں کے علاقوں کے اندر جا کر ان کا پیچھا کیا۔ اس صورتِ حال میں وسطی اور مغربی علاقوں کے ان کتائب نے جمال زیتونی کا ساتھ دیا، جو خود بھی اسی گمراہ خارجی منہج پر گامزن تھے"۔

(1996-2003ء) اہلِ حق کا خروج

شیخ عاصم ابو حیان بیان کرتے ہیں:

"جب جیا نے ہمارے خلاف لڑائی زور و شور سے شروع کر دی، تب ہم نے اپنے دفاع کا شرعی واجب ادا کیا۔ اور خارجیوں کے خلاف لڑنے کے لیے ایک جنگجو سریہ تشکیل دیا۔ نیز ہم بیانات تحریر کر کے ان کی گزرگاہوں پر لٹکاتے تھے، جس میں ان کی گمراہی واضح کی جاتی تھی تاکہ وہ توبہ کر لیں۔ لیکن اس سے وہ اور زیادہ بپھر گئے۔ اس طرح طرفین کے درمیان ہلاکت خیز جنگ 1996ء سے لے کر 2003ء تک جاری رہی۔ جس کے نتیجے میں ہمارے اور ان کے بہت سے لوگ مارے گئے۔

جبکہ الخضراء سے متصل البرواقیہ میں کتیبۃ التوحید اور المدیۃ کے علاقے وزرۃ میں کتیبۃ السنۃ اور دیگر کتائب جو غلو اور گمراہی کی تمیز سے عاری تھے، اور جن کے لیے یہ سب خون خرابہ ایک عام سی بات تھی، وہ جیا کے وفادار رہے اور اس کے ساتھ قتال میں شریک رہے۔ یہاں تک کہ آخر میں ان کی بھی باری آگئی اور عنتر نے انہیں بدترین طریقے سے قتل کیا اور اپنے خلاف بغاوت اور سازش کے الزام میں ان کی بیخ کنی کر دی"۔

(جون 1996ء) مشائخ کا جیا سے براءت کا اعلان

وہاں لندن میں جیا کی گمراہیوں کی اطلاعات آنے کے بعد بھی شیخ ابو قتادہ کا موقف تھا کہ چونکہ یہ انتہائی غنیمت کا موقع ہے اور ممکن ہے کہ جہادی تحریک کامیاب ہو جائے، اس لیے انتہائی حسنِ ظن رکھتے ہوئے جتنی تائید ممکن ہے کی جائے، اور ان کی غلطیوں پر پردہ پوشی یا ان کا جائز شرعی جواز پیش کیا جائے۔ اگر نصیحت کرنی بھی ہو تو شرعی دلیل کے ذریعے کی جائے۔ ایسا نہ ہو کہ عوام جہاد سے ہی دور ہو جائے۔

دوسری طرف شیخ ابو مصعب سوری کی رائے تھی کہ اگر ہم نے بروقت ان غلطیوں کا علاج نہ کیا اور ان پر پکڑ نہ کی، تو ایسی غلطیوں کے نتیجہ میں عوام خود بخود دور ہو جائیں گے۔ شیخ ابو مصعب کی رائے تھی کہ صرف نصیحت اور غلطیوں کا بیان ہی کافی نہیں، بلکہ اس جماعت اور اس کے برے کاموں سے براءت کا اعلان کرنا چاہیے۔

شیخ ابو مصعب سوری کے ساتھ کئی دیگر پرانے مجاہدین، لیبیا کی الجماعۃ المقاتلۃ اور مصر کی جماعۃ الجہاد سے تعلق رکھنے والے مجاہدین جیا کی گمراہی پر متفق تھے۔ شیخ ابو مصعب کی خواہش تھی کہ جیا کی گمراہی پر متفق تمام اطراف کی جانب سے جلد ہی مشترکہ براءت کا اعلان شائع ہو۔ لیکن شروع میں الجماعۃ المقاتلۃ کے لیے یہ ممکن نہیں تھا کہ وہ براءت کا اعلان کرے، کیونکہ اس کے افراد ابھی تک الجزائر کے مختلف علاقوں میں تھے، اور انہیں ڈر تھا کہ اعلان سے ان کے مجاہدین کو قتل کر دیا جائے گا۔ جبکہ جماعۃ الجہاد کے امیر ڈاکٹر ایمن

الظواہری سوڈان کے بعد یمن سے بھی نکال دیے جانے کے بعد دربدری کا شکار تھے۔ البتہ شیخ ابو مصعب ان سے رابطہ کرنے میں کامیاب ہوئے اور انہیں اصل حقیقت سے آگاہ کیا۔

بہر حال جب لیبیا کے مجاہدین اور جیا کے تائب افراد الجزائر سے نکلنے میں کامیاب ہوئے، تو ان میں سے کئی نے لندن آکر خود شیخ ابو قتادہ کے سامنے حقیقی اور بھیانک صورتِ حال رکھی۔ تب شیخ ابو قتادہ بھی **جیا** کی گمراہی کے قائل ہو گئے اور **جیا** کی حمایت سے ہاتھ کھینچ لیا۔ البتہ ان کے بعد لندن میں پناہ لیے ہوئے ایک مشہور خطیب شیخ **ابو حمزہ مصری جیا** کے حامی بن گئے۔ لیکن جب زوابری نے الجزائری عوام کی عمومی تکفیر کی، تب وہ بھی پیچھے ہٹ گئے اور انہیں خارجی اور تکفیری قرار دے دیا۔

شیخ ابو مصعب سوری نے جب ماحول سازگار پایا تو پھر سے براءت کے اعلان کی مہم تیز کر دی اور اس سلسلے میں ایک مشہور عربی اخبار **الحیاۃ** کے ایک صحافی **کمیل الطویل** سے رابطہ کر کے اسے بیان شائع کرنے پر راضی کیا۔ البتہ مجاہدین نے یہ طے کیا کہ ہر جہت علیحدہ علیحدہ بیان جاری کرے گی۔ اس طرح شیخ ابو قتادہ، شیخ ابو مصعب سوری، جماعۃ الجہاد مصر اور الجماعۃ المقاتلۃ لیبیا کی طرف سے براءت کے بیانات جاری ہوئے اور اخبار الحیاۃ کے آدھے صفحے پر موٹی شہ سرخی کے تحت شائع ہوئے، جس کے الفاظ تھے کہ جہادی جماعتیں اور شخصیات الجزائر میں الجماعۃ الاِسلامیۃ المسلحہ کی قیادت سے براءت کا اعلان کرتی ہیں۔

(جولائی 1996ء) زیتونی کا قتل

بالآخر جمال زیتونی **المدیۃ** کے تمزقیدہ کی پہاڑیوں میں کتیبۃ **الفداء** کے ہاتھوں قتل ہوا۔ زیتونی نے کتیبہ کے امیر **بشیر ترکمان** کو اپنے ہاں طلب کیا، جس پر جزأرہ کا الزام تھا۔ لیکن بشیر نے **جیا** سے علیحدہ ہو کر **الرابطۃ الإسلامیۃ للدعوۃ والقتال** تنظیم بنالی۔ چونکہ یہ کتیبہ زیتونی کے مرکز سے قریب تھا، اس لیے زیتونی نے ان کے خلاف زبردست جنگ کی۔ اس پر کتیبہ نے زیتونی کے گروہ کے لیے جولائی 1996ء میں **عطۃ** کے علاقے میں کمین لگائی جس میں وہ مارا گیا۔

زیتونی کی جگہ **عنتر زوابری** نے لی۔ اس شخص اور اس کے ٹولے میں گمراہی مزید شدت اختیار کرتی گئی اور ساتھ ہی ساتھ مزید علاقے اور کتائب **جیا** سے نکلتے گئے۔

زیتونی کے مرنے کی کیفیت کے بارے میں کتیبہ الفداء کے **علی بن حجر** کہتے ہیں:

"زیتونی کو پہلے سے ترصد کر کے نہیں مارا گیا۔ جب ہم نے **جیا** کے خلاف بغاوت کی تو انھوں نے ہم پر اعلان جنگ کر دیا، جبکہ ہم نے اعلانِ جنگ نہیں کیا تھا۔ ہم نے ان کے کرتوتوں سے براءت کا اعلان کیا اور کہا کہ اب ہم ان کے ساتھ مزید جہاد نہیں کریں گے۔ انھوں نے اعلانِ جنگ بھی کیا اور **المدیة** کے ارد گرد پہاڑوں میں ہمارے ٹھکانوں کو نشانہ بنانے لگے۔ ان حالات میں ہم نے مجبور ہو کر اپنی جانوں کی حفاظت کی خاطر ان کو جواب دیا۔ جب انھوں نے ہمیں ہمارے علاقوں میں مارنا شروع کیا، تو ہم نے یہ ضروری سمجھا کہ ہم بھی انہیں ان کے علاقوں میں ماریں۔ ورنہ ان کا شر پھیل جائے گا اور ہم محصور ہو کر رہ جائیں گے۔ پس ہم نے اپنے علاقے میں موجود **جیا** کے ارکان کے خلاف ایک کمین لگائی۔ یہ اللہ کی مشیت تھی کہ زیتونی بنفس نفیس وہاں پہنچا۔ اس وقت ہمیں علم نہ تھا کہ یہ کون ہے۔ ہم نے اسے مخالف گروہ کا عام فرد سمجھتے ہوئے اس کے دو ساتھیوں کے ساتھ قتل کر دیا۔ جب ہم نے ان افراد کی دستاویزات دیکھیں تو محسوس ہوا کہ یہ کوئی عام افراد نہیں ہیں، لیکن پھر بھی علم نہ تھا کہ ان میں زیتونی بھی ہے۔ یہاں تک کہ رات کو ہم نے ریڈیو پر سنا کہ اس جگہ پر زیتونی اور اس کے دیگر دو اہم ساتھی ہلاک ہو گئے ہیں"۔

فصلِ یازدہم:(1996–2002ء)عنتر زوابری اور غلو کا دوسرا دور

زوابری کی امارت

زیتونی کے بعد مرکزی علاقے میں موجود اس کے تمام حاشیہ بردار 'عنتر زوابری' عرف 'ابو طلحہ' کو امیر بنانے پر متفق تھے، سوائے ایک کے اور وہ نور الدین آر پی جی تھا۔ ان میں ابو فاس اور ابو بصیر رضوان جیسے گمراہ اور بدبخت افراد سر فہرست تھے۔ جبکہ دیگر علاقوں کی اکثریت کا اس تقرری میں کوئی عمل دخل نہ تھا۔ اس طرح اگست 1996ء سے فروری 2002ء تک گمراہ زوابری کے تحت غلو کے ایک اور دور کا آغاز ہوا۔

عنتر زوابری کی شخصیت

بے دینی اور بداخلاقی

وہ 1970ء میں ولایت بلیدہ کے علاقے بوفاریک میں پیدا ہوا۔ شیخ عاصم ابو حیان فرماتے ہیں:

> ”میں اسے نہیں جانتا۔ لیکن اس کے گروہ میں شامل مجاہدین کے اقرار کے مطابق، جنہوں نے بعد میں توبہ کی، زوابری پر شر غالب تھا۔ وہ بداخلاق، سنگ دل اور درشت انسان تھا۔ لڑنے میں جلد باز اور سخت تھا۔ ان پڑھ ہونے کے علاوہ دینداری، ذکر اور تلاوت میں انتہائی کمزور تھا۔ پوری پوری رات لغویات میں گزارتا تھا، یہاں تک کہ عشاء کی نماز آدھی رات کے بعد پڑھتا تھا“۔

شیخ عطیۃ اللہ فرماتے ہیں:

> ”اس کا نہ کوئی ماضی میں جہادی کردار تھا، نہ ہی یہ دیندار تھا۔ اصل میں اس کا بھائی ابراہیم زوابری پہلے مجاہد تھا جو کہ دیندار بھی تھا۔ عنتر اپنے بھائی کی شہادت کے بعد 1992، 1993ء میں شامل ہوا اور آتے ہی ہتھیار تھاما۔ دیندار نہیں تھا لیکن بہادر اور جنگجو تھا۔ ابو عبد اللہ احمد نے

شروع میں اسے اپنے قریب اس لیے رکھا کہ اس کا بھائی ان کا ساتھی تھا۔ وہ اسے مختلف کارروائیوں کے لیے بھیجتے تھے لیکن اس کا کوئی عہدہ نہیں تھا۔ اسی طرح یہ زیتونی کے زمانے میں بھی رہا"۔

انٹیلی جنس کا الزام

شیخ عاصم ابو حیان فرماتے ہیں:

"لیکن تمام برائیوں کے باوجود میں اسے بھی انٹیلی جنس کا آلۂ کار نہیں سمجھتا۔ حقائق سے اگر ہم دلیل ڈھونڈنے کی کوشش کریں تو دیکھیے کہ اول تو وہ خود دشمن کے ہاتھوں مارا گیا، پھر جس وقت طاغوتی فوج نے اس کا اور اس کے دیگر ساتھیوں کا، مع ان کے اہل خانہ، محاصرہ کیا ہوا تھا، اس نے اپنے بیٹے علی اور اپنی بیوی کو ولایت عین الدفلیٰ کے **زکار** پہاڑ میں اس لیے قتل کر ڈالا کہ وہ دشمن کے ہاتھ نہ لگ جائیں۔

زوابری کی جماعت کے ہاں مصلحت کی بنا پر ایک فتوے پر عمل ہوتا تھا، جس میں اجازت تھی کہ کوئی شخص اپنے اہل و عیال کو دشمن کے ہاتھ لگنے کے ڈر سے قتل کر سکتا ہے۔ اور عجیب بات یہ تھی کہ ان کی بیویاں بھی اس فتوے پر راضی تھیں"۔

مزید گمراہیاں

عنتر کے دور میں **جیا** کی قیادت کے ہاں ابو المنذر الزبیر کے علاوہ کوئی گمراہ نیم عالم نہیں بچا تھا۔ **جیا** کے دور میں مسلمانوں کے خون اور عزت اور جہاد میں گمراہی کا ذمہ، اسی ابو المنذر کی گردن پر ہے۔

(1996ء) انتخابات میں حصہ لینے کے سبب عوام کی تکفیر

سب سے پہلا کام جو عنتر نے امیر بننے کے بعد کیا، وہ 1995ء میں ہونے والے انتخابات میں شریک افراد کا حکم بیان کرنا تھا۔ چنانچہ اس نے **صد اللئام عن حوزة الإسلام** کے نام سے ایک بیان جاری کیا، جس میں انتخابات میں شرکت کو دلیل بناتے ہوئے الجزائر کے عوام کی عمومی تکفیر کی گئی تھی۔ اور اب مرتد ہو جانے کے سبب ان کے قتل کو واجب قرار دیا گیا۔ اس بیان پر عمل درآمد 1996ء کے آخر میں شروع ہوا، جس سے الجزائر میں عام مسلمانوں کے قتلِ عام کا ایک خوفناک سلسلہ شروع ہوا۔

(1997ء) مسلمانوں کا بھیانک قتلِ عام

1997ء کی گرمیوں میں صدر زروال نے اپنی ہی صدارت میں بنائے گئے نئے دستور کے تحت پھر سے پارلیمانی انتخابات کروائے۔ ان انتخابات کے دوران دوبارہ **صد اللئام عن حوزة الإسلام** کا بیان شائع کیا گیا۔ اور اپریل 1997ء سے جون 1999ء تک تقریباً 18 قتلِ عام کے دل دہلانے والے واقعات میں 2900 مسلمانوں کو بشمول خواتین اور بچوں کے قتل کیا گیا۔

(1997ء) مسلم خواتین کو غلام بنا کر قتل کرنا

شیخ عاصم ابو حیان فرماتے ہیں:

> "یہ خوفناک سلسلہ پہلے فقط ان لوگوں کو قتل کرنے سے شروع ہوا جنہوں نے انتخابی عمل میں حصہ لیا تھا۔ پھر ایک بیان کے ذریعے تمام مرد اور بچوں کے قتل اور خواتین کو غلام بنانے پر ختم ہوا۔ بچوں کو قومِ نوح کے بارے میں قرآن کی آیت **ولا یلدوا إلا فاجرا کفارا** کو دلیل بنا کر قتل کیا گیا اور یہ کہ بڑے ہو کر وہ اپنے والدین کا بدلہ لیں گے"۔

اس بیان کے ساتھ **جیا** نے ایک اندرونی ہدایت جاری کی، جس میں مسلمان عوام کو کافر قرار دینے کے بعد ان کی عورتوں کو سبی قرار دے کر ان کے ساتھ زبردستی زنا کرنے کی اجازت دے دی گئی۔ اور حد یہ کہ

اس کی عملی صورت یہ بتائی گئی کہ ایک عورت میں کئی مرد شریک ہوں گے، جن میں سے ہر کے لیے ایک مخصوص وقت متعین کیا جائے گا۔ اور جب سب فارغ ہو جائیں تو اس عورت کو قتل کر دیا جائے۔ وانا اللہ وانا الیہ راجعون۔

اس گروہ نے ایسے مجرمانہ کام کیے جو ان سے قبل کسی بھی خارجی گمراہ فرقے نے نہیں کیے تھے۔ اس لیے اس گروہ کا نام ہی **الطائفة الزوابرية** زوابری فرقہ پڑ گیا۔ اللہ انہیں ہلاک و برباد کرے، جیسا کہ انھوں نے مسلمانوں کو ہلاک کیا اور اسلام اور جہاد کو مسخ کر دیا۔

شیخ عطیۃ اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا ان حالات کے بارے میں بیان

شیخ عطیۃ اللہ فرماتے ہیں:

”**جیا** بغیر کسی شک کے جماعتِ تکفیر والھجرۃ اور خوارج کی فکر پر تھے۔ تمام عوام کی تکفیر کرنا اور ہر انسان کا خون جائز سمجھنا، ان کا مسلک تھا“۔

”جب ایک طرف بے شمار کتائب نکل گئے اور دوسری طرف لوگوں نے **جیا** سے تنگ آکر انتخابات میں بھرپور حصہ لیا تو **جیا** والے طیش میں آگئے۔ انہوں مختلف ولایتوں کو درجے دے رکھے تھے۔ کوئی محاربہ تھی اور کوئی مرتدہ۔ اس طرح سب سے پہلی ولایت جس کے خلاف لڑائی شروع کی، وہ تیبازہ تھی۔ اس ولایت کا سرکاری نمبر 42 تھا، اس بنا پر 42 نمبر والی جو بھی گاڑی گزرتی اسے فوراً نشانہ بنایا جاتا، یہ دیکھے بغیر کہ اس میں کون ہے“۔

تالاغ کا قتلِ عام

”ایک بہت بڑا قتلِ عام تالاغ کے علاقے میں ہوا۔ **جیا** کے افراد رمضان 1997ء میں تراویح کی نماز کے دوران ایک مسجد میں داخل ہوئے۔ اور مسجد والوں کو بلانا شروع کیا۔ تم آؤ: ووٹ ڈالا؟ اگر کہتا کہ ہاں، تو اسے کہتے تم فلانی جگہ جاؤ، جہاں اسے قتل کر دیا جاتا۔ اور جو کہتا

نہیں، اسے دوسری جگہ بھیجتے۔ لیکن بالآخر سب کو ہی قتل کر دیا۔ لوگوں نے جب چیخ و پکار سنی تو بچانے کے لیے مسجد کی کھڑکیوں سے داخل ہوئے تو ان پر بھی فائر کھول دیا۔ یہ چشم دید گواہوں کا بیان ہے۔ یہ پہلا بڑا قتلِ عام تھا جس میں 40 مسلمانوں شہید ہوئے''۔

سیدی حماد کا قتلِ عام

''سیدی حماد کا قتلِ عام اس وقت ہوا جب میں اس علاقے کے قریب پہاڑ میں تھا۔ اگلے دن صبح اٹھے تو لوگ مرے پڑے تھے۔ رات کو اس لیے پتا نہیں چلتا تھا کہ وہ گولی نہیں چلاتے تھے بلکہ زیادہ تر قتل چاقو اور کلہاڑیوں سے کرتے تھے۔ خاص کر وہ اوپنال نامی فرانسیسی چاقو استعمال کرتے تھے''۔

دیہاتیوں کا ردِ عمل

''اکثر دیہاتی لوگ قتل ہوئے۔ جیا کے افراد گاڑی روک کر پانچ چھ دیہاتیوں کو وہیں قتل کر دیتے۔ آئے دن ایسا ہونے لگا۔ وہ دیہاتوں کا جائزہ لیتے تھے۔ پھر ان میں سے مثلاً 15 افراد اترتے اور 200 شہریوں بشمول گھروں میں موجود عورتوں اور بچوں سمیت راتوں رات قتل کر ڈالتے۔ اور ان کا سونا اور پیسے بھی لوٹ لیتے۔ یہاں تک کہ ایک مرحلہ آیا کہ لڑکیوں کو بھی اٹھانا شروع کر دیا! ایسے بھیانک جرم کیے ہیں جن کا یقین نہیں کیا جا سکتا۔

اس کے مقابلے میں دیہاتیوں نے پہرے شروع کر دیے اور راتوں کو بڑی سرچ لائٹوں کو استعمال کرنا شروع کیا۔ اور حکومت سے اسلحہ طلب کیا جس پر انہیں ملا بھی''۔

مجاہدین پر اثر

"1997ء انتہائی اندوہناک اور افسوسناک سال تھا۔ میں نے سمجھ بوجھ رکھنے والے عبادت گزار لوگوں کو دیکھا کہ وہ صبر نہیں کر پائے اور اپنے آپ کو حکومت کے حوالے تسلیم کر دیا۔ ہم اپنے چہرے لوگوں کو نہیں دکھا سکتے تھے۔ لوگ ہمیں دیکھ کر کہتے تھے کہ 'داڑھی والا داڑھی والا ہی رہتا ہے'۔ آپ کسی کو یہ باور نہیں کرا سکتے تھے کہ آپ گمراہ ٹولے میں سے نہیں ہیں۔ اس لیے آپ کے سامنے عوام سے بھاگنے کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔ دیہاتیوں کے پہرے کی وجہ سے ہم رات کو بھی نہیں چل سکتے تھے۔ اچھے مجاہدین جو اس سب کے خلاف تھے، ان کے ہاتھوں میں کچھ نہیں تھا کیونکہ لوگوں کا اعتماد ہی اٹھ گیا تھا۔

ایک واقعے سے یقین جانیے کہ جب میں رونے کے قریب تھا۔ ہم اربعاء میں زبربر کے علاقے میں غرباء نامی ایک کتیبے کے ہاں جا رہے تھے۔ دو دن پیدل چلے، پانی نہیں تھا اور انتہائی پیاس لگ رہی تھی۔ راستے میں ایک 11 سال کا بچہ ملا۔ ہم نے اسے بلایا تو ہم سے بھاگ گیا۔ کیونکہ وہاں یہ مجرم خوارج پھرتے رہتے تھے۔ ہم نے آواز لگائی، آؤ! ہم نے بات کرنی ہے۔ تو ایک بوڑھی خاتون گھر سے نکلی اور ہم پر چیختی رہی اور بچے کو لے کر وہ بھی بھاگ گئی۔ کتنا بڑا فرق تھا۔ ایک وقت تھا کہ لوگ ہم سے آکر محبت سے ملتے تھے، اور اب لوگ ہم سے بھاگ رہے تھے"۔

انٹیلی جنس نے نہیں... جیا والوں نے کیا

"آج انٹرنیٹ پر بیٹھ کر کوئی کہتا ہے کہ یہ حکومت نے کروائے اور ہمیں مسلمانوں پر پردہ پوشی کرنی چاہیے۔ بالکل نہیں، یہ تمام جیا کے کارنامے تھے۔ بے شک حکومت نے چھوٹے

پیمانے پر قتلِ عام کیے، لیکن اس لیے تاکہ حکومت میڈیا پر مجاہدین کے روپ میں چند افراد کو دکھائے جو عام لوگوں کو مار کر بھاگ جاتے ہیں تاکہ مجاہدین سے نفرت بڑھ جائے"۔

متاثرہ علاقے

"یہ قتلِ عام وسطی علاقے میں ہوئے تھے؛ دار الحکومت، بلیدہ، مدیہ اور بومرداس۔ تقریباً ان ہی چار ولایتوں میں۔ لیکن یہی تقریباً ملک کا 60 سے 70 فی صد آبادی کا حصہ تھا۔ اور چونکہ یہ واقعات مشرقی علاقوں میں نہیں ہوئے تھے، اس لیے بعد میں جہادی تحریک مشرق ہی سے اٹھی ہے"۔

جیا کے زوال کے آخری عوامل

آخرکار جیا کے زوال کا سبب خود جیا ہی کا کردار بنا۔

اہلِ حق مجاہدین اور جیا کی جنگ

ایک طرف جیا کی گمراہیوں کے سبب مشائخِ جہاد نے ان سے براءت کا اعلان کیا۔ جس سے نہ صرف بیرونی امداد کے دروازے بند ہوگئے بلکہ ان کی صفوں میں سے اہلِ حق نے نکل نکل کر ان ہی کے خلاف محاذ بنا لیے۔ اور حق پر ثابت قدم مجاہدین اور اہلِ غلو کے درمیان سخت جنگ ہوئی، جس کے نتیجے میں جیا کا تسلط کم اور شر رک گیا۔

عوام اور جیا کی جنگ

دوسری طرف جیا کی عوام دشمن کارروائیوں اور بھیانک قتلِ عام کے سبب عوام نے نہ صرف یہ کہ ان کی نصرت چھوڑ دی، بلکہ الٹا انھوں نے بھی جیا کے خلاف محاذِ جنگ بنا لیا اور اپنے دفاع کے لیے اسلحہ اٹھانا شروع کر دیا۔ حکومت نے اس صورتِ حال سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ایسے عوام کو اسلحہ اور تربیت دینی شروع

کی۔اور دوسری طرف انٹیلی جنس کے بعض کمانڈو گروپ کے ذریعے محدود پیمانے پر جیا کی طرح قتلِ عام کیے اور الزام جیا پر تھوپا۔ لیکن فرق یہ تھا کہ حکومت نے ایسے قتلِ عام کے لیے عوام الناس کی بجائے مجاہدین کے خاص انصار کو چنا۔اس طرح عوام اور جیا کے درمیان ملک کے طول و عرض میں جنگ پھیل گئی۔

حکومت اور جیا کی جنگ

تیسری طرف مرتد فوج نے بھی جیا کے خلاف جنگ تیز کر دی اور انہیں پیچھے دھکیل کر ان کے گرد دائرہ اتنا تنگ کر دیا کہ وہ لڑنے کی بجائے اپنی روٹی پانی کے حصول کے لیے بے چین ہو گئے۔ جبکہ وہ عوام کی ہمدردی سے پہلے ہی محروم ہو چکے تھے۔ حالانکہ یہ وہی عوام تھے جنہوں نے آغاز میں مجاہدین کی اتنی زبردست نصرت کی کہ انہیں اپنی ضروریات پوری کرنے کا کوئی غم نہیں ہوتا تھا۔

جیا اور جیا کی جنگ

اور جہاں ایک طرف جیا پر جیا کے باہر زور و شور سے حملے جاری تھے، وہاں خود جیا کے اندر بعض گروہوں نے صفوں کو پاک کرنے کے بہانے اپنی ہی صف میں شامل دیگر وفادار گروہوں کی قیادت اور مجاہدین کو شک کی بنیاد پر قتل کرنے کا سلسلہ شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ ہر کوئی دوسرے پر شک کرتا اور مارے جانے کے ڈر سے، دوسرے کو مارنے میں خود پہل کرتا۔اس سے ان کے درمیان بڑے پیمانے پر خانہ جنگی پھیل گئی۔ اس طرح اصل میں جیا کا خاتمہ جیا ہی کے پیروکاروں کے ہاتھ ہوا۔

(فروری2002ء)جیا کا خاتمہ

آخری کتائب

شیخ عاصم ابو حیان فرماتے ہیں:

"جیا کے متعصب جنگجو اپنی گمراہی، فساد اور علیحدہ ہونے والوں کے ساتھ دشمنی پر قائم رہے۔ ان میں سے کسی کو طواغیت نے مار دیا، کسی کو گرفتار کر لیا گیا، کوئی خود مرتد ہو گیا، کسی کو علیحدہ ہونے والوں نے قتل کر دیا، کسی کو خود جماعت نے ہی مثلہ کر کے بری طرح قتل کیا۔ خاص کر مندرجہ ذیل کتائب والوں کو قتل کیا گیا۔ ان پر بھی خروج کا الزام لگا:

البليدة کے **جبال الشريعة** میں جماعت کا اپنا کتیبہ **الخضراء**، ولایت **المدية** کے علاقے **وزرة** میں **كتيبة السنة**، علاقے **البرواقية** میں **كتيبة الموحدين**، اور علاقے **قصر البخاری** میں **كتيبة الخضراء** کا ایک حصہ، نیز ولایت **الجلفة** میں **كتيبة الفتح**، ولایت **تيارت** میں **كتيبة الرحمن** اور **كتيبة الانتقام**، ولایت **شلف** میں **كتيبة النصر**، اور ولایت **بلعباس** میں **كتيبة السنة**۔

قتل و غارت گری سے وسطی اور مغربی ولایتوں میں **جیا** کے جنگجوؤں کی تعداد میں کمی آئی۔ یہاں تک کہ 2001ء میں صرف 60 جنگجو رہ گئے۔ ان کا وجود بھی سکڑ تا گیا اور صرف چار کتائب میں منحصر ہو گئے؛ ولایت **شلف** میں **النصر**، ولایت **تيارت** میں **الانتقام**، ولایت **جلفة** میں **الفتح** اور ولایت **البليده** میں **الخضراء**۔ یہ بات مجھے جیا کے امراء میں سے ایک نے بتائی، جسے ہم نے جولائی 2001ء میں ولایت **عين الدفلى** میں زخمی حالت میں گرفتار کیا۔

جیا کے آخری امیر **صالح أبو ياسين الشلفی** کے مطابق 2005ء میں ان کی تعداد مزید گر کر 30 تک پہنچ گئی۔ جبکہ 2008ء کے خزاں میں البلیدۃ کے جبل الشریعۃ میں صرف 7 افراد رہ گئے، جنہوں نے آخرِ کار گمراہی سے توبہ کرنے کے بعد تنظیم **قاعدة الجهاد ببلاد المغرب الإسلامی** میں شمولیت اختیار کر لی"۔

اس طرح رفتہ رفتہ **جیا** کے گمراہ جنگجوؤں کا حجم دس گنا کم ہو گیا اور وہ اپنے ہی علاقے میں کمزور ہو گئے، جبکہ ان کا علاقہ پورے الجزائر میں مجاہدین کے حوالے سے مضبوط ترین علاقہ تھا۔

حاشیہ برداروں کا انجام

شیخ عاصم ابو حیان فرماتے ہیں:

"چوتھے منطقے کے متشدد امیر عبد الرحیم قادۃ بن شحیۃ جب جیا سے علیحدہ ہوئے تو زیتونی نے اپنے حاشیہ برداروں میں سے **ابو العباس محمد بوکابوس** کو چوتھے منطقے کا امیر جبکہ **ابو عدلان رابح** کو عسکری مشیر مقرر کیا۔ یہ دونوں زیتونی کے چاپلوسوں کے سردار تھے۔ یہ دونوں 1995ء کی بہار میں چوتھے منطقے کی طرف سفر کرتے ہوئے، **تیارت** کے مغرب میں اور **فرندا** کے مضافات میں فوج کے ایک پھاٹک پر سے گزرے تو فوج نے انہیں گاڑی میں ہی قتل کر دیا۔

درشت اور سنگ دل **ابو یعقوب العاصمی السفاح**، زوابری کے دور میں عسکری مشیر تھا۔ اس نے الجزائری عوام کے قتلِ عام کی ہدایت پر سب سے پہلے عمل کیا۔ **غیلزان** کے مشہور اور بھیانک قتلِ عام کی قیادت اور نگرانی کی، جس میں سینکڑوں مرد، عورتیں اور بچے مارے گئے۔ اسی طرح دار الحکومت میں **بن طلحۃ** نامی قتلِ عام کی بھی قیادت کی، جس میں دسیوں عورتیں، بچے اور بوڑھے مارے گئے۔ نیز جیا کے وفادار کتائب کے دسیوں مجاہدین کو مختلف الزامات کے تحت قتل کیا۔ اس سفاک کو آخرِ کار بے تحاشا قتل کرنے کے الزام میں خود عنتر زوابری کے حکم پر قتل کر دیا گیا۔

أبو بصیر رضوان مکادور العاصمی جیا کے میڈیا کا ذمہ دار تھا۔ عنتر نے اسے المدیۃ میں مقورنو کے سریے کی طرف جانے کو کہا۔ اور پیچھے سے سریے کے امیر **ابو الہمام بو قرۃ** کو خط لکھ بھیجا کہ اسے پہنچتے ہی قتل کر دیا جائے۔ پس ابو الہمام نے ایسا ہی کیا۔ ہمارے ساتھ ملنے والے مجاہدین اس بات پر گواہ ہیں۔

أبو صہیب العاصمی جیا کے مرکزی دفتر کا صدر اور رسمی ترجمان تھا۔ مدرسۃ الشریعۃ[54] کے طلبۂ علم میں سے تھا۔ جیا کے مجاہدین کو قتل کرنے میں اس کا بڑا ہاتھ تھا۔ تیسرے اور چوتھے منطقے کے اکثر دورے یہی کیا کرتا تھا۔ تیسرے منطقے کے امیر ولایت **الشلف** کے ضلع **تنس** سے تعلق رکھنے والے **ابو الہمام** کو اسی نے قتل کیا، جب ابو الہمام نے ابو صہیب کی طرف سے معزولی سے انکار کر دیا۔ اسے بھی عنتر نے ہی مجاہدین کو قتل کرنے اور مجاہدین کے کئی خاندانوں کی تحقیر اور انہیں کھانا نہ دینے کے الزام میں قتل کر دیا۔ اس کے انجام کے بارے میں بھی تائب ہو کر ہمارے ساتھ شامل ہونے والے مجاہدین نے بتایا۔

أبو هريرة العاصمی دین میں غلو اور مجاہدین پر سختی کرنے والوں میں سے تھا۔ اپنے ہوائی فتووں کے حوالے سے مشہور تھا اور کتائب اور سرایا میں بہت گھومتا پھرتا تھا۔ عنتر نے اسے **الجلفة** میں **کتیبة الفتح** کی طرف ایک وفد میں بھیجا تو اس نے وہاں کے کئی مجاہدین کو قتل کر دیا۔ اس کے واپس آنے پر اس کی شکایت بھی آئی تو اسے عنتر نے اپنے ہاتھوں سے سر پر کلہاڑی مار کر قتل کر دیا۔ اس پر بھی تائب مجاہدین گواہ ہیں۔

مصعب بو قرة پہلے منطقے کا امیر تھا جس نے عنتر کے ساتھ مل کر البلیدۃ اور دار الحکومت میں کئی قتلِ عام کیے۔ جنگ میں جوشیلا تھا اور مجاہدین پر سختی کرتا تھا۔ ولایت **البلیدة** کے علاقے **متیجة** کی فصلوں میں فوج کے ایک کانوائے پر حملے کے بعد پس قدمی کرتے ہوئے اسے ہیلی کاپٹر نے نشانہ بنا کر قتل کر دیا۔

سراقة بو قرة عنتر کے دور میں مصعب کے بعد پہلے منطقے کا امیر بنا۔ بد اخلاقی میں مشہور تھا اور مجاہدین کو قتل کرنے پر فخر کرتا تھا اور اسے اللہ کی قربت کا بہترین ذریعہ گردانتا تھا۔ تائب

---

[54]–غالباً یہ جیا کا اپنا ہی مدرسہ تھا۔

مجاہدین نے اسے لاسلکی (مخابرہ) پر ابو مالک البلیدی سے بات کرتے ہوئے سنا۔ ابو مالک نے سراقہ کو بتایا کہ اس نے 25 مجاہدین کو قتل کیا ہے، تو سراقہ نے اس کے مقابلے میں فخریہ انداز میں کہا کہ میں نے مختصر عرصے میں 45 مجاہدین قتل کیے ہیں۔ اس نے ولایت البلیدۃ اور دار الحکومت میں عوام کے قتلِ عام کی کئی کارروائیاں کیں۔ آخر کار عنتر کے حکم پر جہاد کو خراب کرنے کے الزام میں اسے بھی قتل کر دیا گیا۔

أبو جمال سعيد البليدی جیا کا شرعی نگران اور حسبہ کا مسئول تھا۔ سرایا اور کتائب میں خوب گھومتا پھرتا تھا اور ہوائی فتوے بھی خوب بکھیرتا تھا۔ ہجرت اور تکفیر کے منہج پر اعلانیہ فخر کرتا تھا۔ شکایتیں اور چغلیاں کرنے میں خاص دلچسپی تھی۔ عنتر کے حکم پر اسے ذخیرہ چوری کرنے اور کثرت سے فتوے دینے کے جرم میں قتل کر دیا گیا۔

عبد النور الشریعہ کے علاقے میں جماعت کے اپنے کتیبۃ الخضراء کا امیر تھا۔ وہ خود بھی مجاہدین کو قتل کرتا تھا اور اسے اسی الزام میں تیسرے منطقے جاتے ہوئے اس کے ہمراہ جیا کے وفد نے قتل کر دیا۔

فريد البليدی اور **موسی البليدی** دونوں جماعت کے عمائدین میں سے تھے اور دونوں کو مرتدین نے قتل کیا۔ جبکہ **عبد الرحيم البليدی** عنتر کی عدم موجودگی میں نائب ہوتا تھا اور اسے بھی مرتدین نے قتل کیا"۔

شیخ عطیۃ اللہ ایک اور شخص کا ذکر کرتے ہیں جس کا نام **عبد الرزاق البارا** تھا:

"جیا کے کتیبۃ الخضراء میں عبد الرزاق البارا بھی تھا۔ جو بعد میں چاڈ میں جرمن سیاح کے ساتھ پکڑا گیا۔ یہ شخص لمبا تڑنگا تھا لیکن بے چارے کی عقل چڑیا جتنی تھی۔ فوج میں پیراشوٹرز میں سے تھا۔ اس کی عقل اس کے پیٹ میں تھی۔ میرے سامنے ایک دفعہ میں 20 مالٹے نگل گیا۔ اس کے ساتھی بتاتے تھے کہ یہ اسی طرح تین چار مرغیاں ایک ہی دفعہ میں آرام سے چٹ

کر جاتا ہے۔ اسے خصوصی کاموں کے لیے رکھا ہوا تھا۔ جو بھی اسے حکم دیا جائے اسے پورا کرتا تھا۔ وہ جنونی حد تک بہادر تھا۔ فوجیوں پر فائر کرتے ہوئے ان کے سامنے چلا جاتا، یہاں تک کہ میگزین میں گولیاں ختم ہو جائیں تو وہیں دوبارہ کھڑے کھڑے بھرتا اور مارنا جاری رکھتا۔ عنتر کے زمانے میں ان کی گمراہیوں میں شریک رہا اور کئی بھائیوں کو قتل کیا۔ جب جیا ٹوٹی تو انہیں چھوڑ نکلا اور اپنا علیحدہ مجموعہ بنا لیا جو کسی کے تابع نہیں تھا۔ تب اس نے صحرا میں جرمن سیاح والی کارروائی کی۔ چاڈ نے گرفتار کیا اور لیبیا کی حکومت کی وساطت سے اسے الجزائر کے حوالے کیا، جہاں وہ جیل میں ہے۔ انتہائی جاہل لیکن انتہائی بہادر"۔

جیا کے آخری امراء

'9 فروری 2002ء کو زوابری اپنے شہر بوفاریک میں کسی رابطہ کار کے گھر میں تھا کہ سیکیورٹی فورسز نے اسے دو ساتھیوں سمیت قتل کر دیا۔ اس کے بعد جنگ دم توڑ گئی۔

زوابری کی ہلاکت کے بعد **رشید أوکلی** عرف **رشید أبو تراب** کو امیر مقرر کیا گیا، جو زوابری کے مقربین میں سے تھا، اور وہ جماعت کے مشہور، مضبوط ترین اور بنیادی **کتیبة الموت** کا قائد بھی تھا۔ اس کے اپنے ساتھیوں کی عدم موجودگی میں حاشیہ برداروں کے بعض افراد نے امارت پر تنازعے کی وجہ سے اسے قتل کر دیا اور دعویٰ کیا کہ مرتدین نے قتل کیا ہے۔ **جیا** سے توبہ کر کے الجماعۃ السلفیۃ میں آنے والے بعض مجاہدین کہتے ہیں کہ ابو تراب رشید کا ارادہ تھا کہ وہ جیا کو دوبارہ صحیح ڈگر پر لے جائے اور الجماعۃ السلفیۃ میں ضم کر دے۔ اس بنا پر اس کے حاشیہ برداروں نے مرتد ہونے کے الزام میں اسے قتل کر دیا۔

اس کے بعد **بو ضیافی نور الدین** عرف **ابو عثمان حکیم آر پی جی** 2004ء میں امیر بنا۔ اس کا البلیدہ کے علاقے بوفاریک سے تعلق تھا اور **جیا** کی شہری کارروائیوں کا امیر تھا۔ تائب مجاہدین کے مطابق وہ

کہتا تھا کہ مجھے جو حکم ملے گا میں اسے نافذ کروں گا، رہا اس کا گناہ تو وہ امیر کے سر پر ہے۔ نومبر 2005ء میں گرفتار ہوا اور 2007ء میں اسے سزائے موت سنائی گئی۔

اس کے بعد **شعبان یونس** عرف **الیاس** امیر بنا جو دسمبر 2005ء میں سیکیورٹی فورسز کے ہاتھوں قتل ہوا۔ جبکہ شیخ عاصم ابو حیان بتاتے ہیں کہ آخری امیر **صالح أبو یاسین الشلفی** نامی شخص تھا جس سے ان کی ملاقات 2005ء میں ہوئی تھی۔

بہر حال، اس طرح ان فتنہ گروں کے اندر گروہ بندیاں اور قتل در قتل ہوتے چلے گئے۔ کچھ اپنوں کے ہاتھوں اور کچھ دوسروں کے ہاتھوں، یہاں تک کہ ان کا ویسے ہی قصہ تمام ہوا جیسا کہ تاریخ اسلام میں تمام خارجیوں کا ہوتا چلا آیا ہے۔ لیکن یاد رکھیے! خارجیت ایک گمراہ سوچ کا نام ہے جو کسی بھی ذہن میں پنپ سکتی ہے، جب تک کہ کوئی گروہ شریعت کی روشنی میں اپنے افراد کی تربیت نہ کرے۔

جیا کا بکھر جانا

شیخ عاصم ابو حیان فرماتے ہیں:

”میں یہ نہیں کہوں گا کہ **جیا** ختم ہوئی۔ بلکہ وہ چار گروہوں میں بٹ گئی۔

پہلا گروہ **جیا** کی قیادت، اس کے حاشیہ بردار اور ان کے ساتھ وسطی اور مغربی ولایتوں کے کئی سریے اور کتیبے پر مشتمل تھا جنھیں غلو کا راستہ پسند آیا، اسے حق سمجھا اور **جیا** کے وفادار رہے۔ وہ **جیا** سے نکلنے والوں کے ساتھ آخر دم تک لڑتے رہے، یہاں تک کہ خود بھی ختم ہو گئے۔

دوسرے وہ کتائب اور سرایا تھے جو **جیا** کی قیادت سے دور تھے اور حقیقی صورتِ حال سے ناواقف تھے، کیونکہ الجزائر ایک بڑا ملک ہے اور مجاہدین اس کے تمام علاقوں میں پھیلے ہوئے تھے۔ انہیں **جیا** کی قیادت کے بارے میں شک تھا لیکن تحقیق نہ کر سکنے کی وجہ سے توقف کیا۔ البتہ جماعت کی وفاداری پر قائم رہنے کے باوجود جماعت سے نکلنے والوں کے ساتھ جنگ میں

شامل نہیں ہوئے اور نہ ہی جماعت کی گمراہ ہدایات پر عمل کیا۔ گویا انھوں نے نظریاتی طور پہ مخالفت کی تھی لیکن 1996ء تک جیا سے نکلے نہیں تھے۔ جب کئی سالوں بعد انھیں حقیقت معلوم ہوئی تو جہاد میں مصلحین کے ساتھ شامل ہو گئے۔

تیسرے وہ کتائب اور سرایا تھے جو امارت کے مرکز کے قریب تھے اور جنھیں یقین تھا کہ گمراہی واقع ہوئی ہے اور اس پر انکار بھی کر چکے تھے۔ انھوں نے جماعت سے علیحدہ ہو کر اس کے نام سے بھی براءت کا اعلان کیا۔ ان میں سے کئی نے خارجیوں کے خلاف لڑائی بھی کی اور بعض خون خرابے سے بچنے کے لیے لڑائی سے دور رہے۔ ان لوگوں نے اپنے اپنے مجموعے بنا کر جہاد جاری رکھا اور آج تک سنت کے موافق جہاد پر قائم ہیں۔

چوتھے وہ کتائب اور سرایا تھے جنہیں غلو توراس نہ آیا اور اس کی حقیقت بھی جان گئے اور جماعت سے بھی علیحدہ ہو گئے، لیکن افراتفری کے ماحول میں بھٹکتے رہے۔ وہ سختی کے سامنے نہ ٹھہر سکے اور غلط فتووں اور جیش الاِنقاذ کی چالوں اور دھوکے کی وجہ سے 1999ء میں طاغوت کے سامنے تسلیم ہو گئے۔

اس طرح جیا کا نام ہمیشہ کے لیے صفحۂ ہستی سے مٹ گیا، جبکہ وہ ایک زمانے میں طاغوتوں کے طاغوتی اقتدار پر برحق ضربیں لگانے والی سب سے بڑی قوت تھی۔ اس میں تقریباً 80 کتائب اور 35 ہزار مجاہد شامل تھے۔ ان کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پوری اترتی ہے جس میں وہ تین دفعہ فرماتے ہیں: **هلك المتنطعون**۔ اہل غلو ہلاک ہوئے"۔

فصل دوازدہم: مجاہدین اور جمہوریت پسند افراد کا مآلِ کار

حکومتی ہتھکنڈے

الجزائر کے جہاد کے ابتدائی امراء نے عوامی تائید حاصل کرنے کو مرکزی اہمیت دی اور اس تائید کو جہاد کی کامیابی کے لیے ناگزیر سمجھا۔ یہاں تک کہ دشمن بھی ان کی کامیابی کا راز سمجھ گیا۔ اور اس نے عوامی تائید کو روکنے کے لیے کئی اقدامات کیے جن میں اہم درج ذیل ہیں:

1. ایسی قانون سازی کی جس کی رو سے مجاہدین کے ساتھ ادنیٰ تعلق کو بھی جرم قرار دیا گیا۔
2. جہاد سے منسلک افراد کے لیے خصوصی فوجی عدالتیں قائم کیں۔
3. ڈیتھ سکواڈ فرق الموت نامی فورس تشکیل دی جو ایسے افراد کے گھروں پر راتوں رات چھاپے مارتے اور لوگوں کو اغوا کرتے جن پر مجاہدین ہونا یا ان کی نصرت کرنے کا شک ہوتا۔ اور بعد میں ان کی مسخ شدہ لاشوں کو سڑکوں اور گلیوں میں پھینک دیتے، تاکہ لوگوں میں خوف و ہراس پھیلے اور وہ مجاہدین کا ساتھ دینے سے باز رہیں۔
4. دوسری جانب جب حکومت کمزور تھی تب وقت حاصل کے لیے مجاہدین اور گرفتار قائدین کے ساتھ مذاکرات کے کاڈھنڈورا پیٹنا اور مناسب وقت پر ناکامی کا اعلان کرتے ہوئے قوت کا استعمال کرنا۔

حکومتی انٹیلی جنس کا کردار

بہت سے لوگ کہتے ہیں کہ جیا کے غلو میں مبتلا ہونے میں انٹیلی جنس کا کردار ہے، جو ان کی صفوں میں اپنے افراد داخل کر چکی تھی۔ حتیٰ کہ یہ کہتے ہیں کہ جمال زیتونی خود انٹیلی جنس کا بندہ تھا۔ لیکن یہ باتیں محض کہانیاں اور گمان ہیں، جیسا کہ جیا کی حقیقی صورتِ حال سے واقف افراد شیخ **ابو مصعب عبد الودود**، شیخ **أبو البراء أحمد** (**الجماعة السلفية** کے مسئولِ شرعی) اور دیگر بھائیوں کا موقف ہے۔ ان میں سے وہ

بھی ہیں جنھوں نے جماعت کے ساتھ وقت گزارا اور قریب رہے، جیسا کہ برادر **ابو الہمام عکاشة** (جنہیں 2004ء میں شہید کر دیا گیا، ان کی الجزائر میں جہاد کی تاریخ کے بارے میں شائع شدہ آڈیوز ہیں) اور برادر **خالد أبو العباس** وغیرہ۔

اصل واقعہ یہ ہے کہ جیا میں ایسا ماحول قائم ہو گیا جس میں غلو پنپ سکے، اور اسی کے نتیجے میں وہ تمام بھیانک کام ہوئے۔

جبکہ انٹیلی جنس والے گمان کی وجہ یہ ہے کہ بہت سے لوگ یہ تصور نہیں کر سکتے کہ جہاد سے نسبت رکھنے والے افراد بھلا اس طرح کے کام کیسے کر سکتے ہیں۔ کیونکہ وہ اہلِ غلو اور ان کی مجرمانہ حرکتوں سے واقف نہیں ہوتے۔

شیخ عاصم ابو حیان کا بھی کہنا ہے کہ انٹیلی جنس کا کوئی کردار نہیں تھا، جیسا کہ بعض کا گمان ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

”جتنی بھی عام دیہاتیوں کی قتل و غارت گری ہوئی، کشت و خون ہوا، وہ جیا کے معروف امراء کے ہاتھوں ہوا۔ ایسے واقعات میں بعض وہ افراد شامل تھے جنھوں نے بعد میں توبہ کی اور ہمارے ساتھ شامل ہو گئے۔

نیز ان افراد نے آخری شخص تک ایک دوسرے کو مار مار کر ختم کر ڈالا۔

اسی طرح عوام پر ہولناک قتلِ عام سے جو دلیل نکالتے ہیں کہ اس میں بھی ایجنسیز کا ہاتھ تھا، چاہے دور سے ہی سہی، لیکن اس کی بھی کوئی دلیل نہیں۔ ایجنسیز نے 1993ء اور 1994ء میں مجاہدین کے لباس میں ایسے کئی قتل کیے تھے تاکہ عوام ڈر کر مجاہدین کا ساتھ چھوڑ دیں، لیکن ایجنسیز نے اس میں عام لوگوں کو نہیں بلکہ مجاہدین کی نصرت کرنے والوں کو قتل کیا تھا۔ جبکہ اجتماعی قتل میں سے ہر ایک واقعہ جیا کی ہی منصوبہ بندی اور عملی تدبیر سے ہوا تھا اور اس پر وہ افراد گواہ ہیں جو خود اس عمل میں شامل تھے۔

ہمیں جہاد کو چھوڑنے والے دل شکستہ، بزدل لوگوں کی باتوں میں نہیں آنا چاہیے، جو اب یہ کہتے ہیں کہ جہاد کو شروع بھی انٹیلی جنس نے کیا اور بڑی بڑی کارروائیاں بھی اس کے منصوبہ سے ہوئیں، جیسا کہ وادی سوف میں قمار، تازولت جیل، امیر الیۃ، دارالحکومت میں پولیس ہیڈکوارٹر، بن طلحہ، غیلزان میں رملہ اور دیگر کارروائیاں"۔

کتاب 'گندی جنگ'

جہاں کئی اسلام پسندوں کے ذہن میں یہ تصور بنا کہ اتنا بھیانک قتلِ عام صرف اسلام دشمن حکومت ہی کر سکتی ہے، وہاں حکومت سے نکلے ہوئے کئی لادین عناصر نے اپنے مفادات کے تحت حکومت سے بدلے لینے کے لیے یہ الزامات لگائے۔ ان میں کئی کا انٹرویو الجزیرہ ٹی وی پر بھی آیا، جسے شیخ ابو مصعب سوری نے اپنی رائے کی تقویت کے لیے دلیل کے طور پر پیش کیا۔ اسی طرح ایک سابق فوجی افسر کی طرف سے 'گندی جنگ' کے نام سے کتاب بھی شائع ہوئی۔ اس کے بارے میں شیخ عطیۃ اللہ فرماتے ہیں:

"یہ کتاب الجزائری انٹیلی جنس کے ایک شخص نے حکومت سے بھاگ کر بیرونِ ملک میں لکھی ہے۔ میرے نزدیک یہ غیر معتبر ہے۔ بلکہ یہ اللہ کی طرف سے طاغوتوں کے خلاف ایک چال اور مسلمانوں پر رحمت ہے۔ اس نے پوری کوشش کی ہے کہ یہ ثابت کرے کہ قتلِ عام حکومت اور جنرلوں نے کیے اور جیا کے اندر ان کے خفیہ افراد شامل تھے۔ لیکن یہ بالکل غلط ہے"۔

تسلیم ہو جانے کا فتنہ

(اکتوبر 1997ء) یکطرفہ جنگ بندی

اکتوبر 1997ء میں صدر زروال نے جو انتخابات کروائے ان میں وہ خود ہی دوبارہ جیت گیا۔ جیتنے کے بعد صدر زروال نے جبہہ انقاذ کے ساتھ نرمی برتنا شروع کی، جس کے تحت ڈاکٹر عباسی مدنی کو جیل سے نکال کر

اپنے گھر میں نظر بند کر دیا۔

دوسری طرف 1997ء میں ہی زوابری کے عوام الناس کے بھیانک قتلِ عام کے بعد عوامی دباؤ کے تحت حکومت اور مجاہدین دونوں اطراف نے جنگ بندی کا سلسلہ شروع کیا۔ اس وقت جیش الإنقاذ کے امیر **مدانی مرزاق** نے 7 اکتوبر 1997ء میں ایک بیان جاری کیا جس میں یک طرفہ عارضی جنگ بندی (**هدنة**) کا اعلان کیا۔ جس میں عارضی کا لاحقہ صرف اپنے پیروکاروں کو دھوکہ دینے کے لیے استعمال کیا۔ اس کے بعد **علی بن حجر** کی قیادت میں **كتائب الأربعاء** اور **مصطفی کرطالی** کی قیادت میں **كتائب المدية** سمیت کئی دیگر مجموعوں اور شخصیات نے بھی یہی روش اختیار کی۔

حکومت نے بڑی تعداد میں مجاہدین کے تسلیم ہونے کے پیشِ نظر پہلے سے ہی پہاڑوں کے قریب ایسے افراد کے لیے کھانے پینے اور زندگی کی سہولیات سے آراستہ مراکز قائم کر دیے تھے۔ یک طرفہ جنگ بندی اور تسلیم کی یہ صورتِ حال دو سال سے زیادہ جاری رہی، یعنی اکتوبر 1997ء سے جنوری 2000ء میں مکمل ہتھیار پھینکنے تک۔

شیخ عطیۃ اللہ کا تسلیم ہو جانے کے واقعات کا بیان

شیخ عطیۃ اللہ تسلیم ہو جانے کے واقعات کے بارے میں بیان کرتے ہیں:

"میں نے مصالحتی منصوبے کا آغاز اور مجاہدین کے اس کے بارے مختلف مواقف خود دیکھے ہیں۔ جب سے جیش الانقاذ نے یک طرفہ جنگ بندی کر دی، حکومت کے ساتھ اس پر معاہدہ بھی کر لیا اور دوسرے کتائب کو اس میں شمولیت کے لیے ملک کے طول و عرض میں دعوتی مہم چلائی۔ حقیقت یہ ہے کہ اس وقت کے حالات واقعی سخت تھے۔ ایک طرف مجاہدین کے درمیان جنگ ہو رہی تھی اور دوسری طرف قتلِ عام کے بھیانک واقعات بھی رونما ہوئے، جس سے لوگوں میں مایوسی اور نفرت پھیل گئی تھی۔ پس جیش الانقاذ کے اقدام اور دعوت کے سامنے مجاہدین کے لیے دو ہی راستے تھے؛ یا جنگ بندی قبول کر لیں یا انکار کر دیں"۔

جنگ بندی کا نظریہ

"جنھوں نے جنگ بندی قبول کرنے کا راستہ اختیار کیا تو ان کے ذہن میں جنگ بندی کے دو مفہوم تھے:

ایک نظریہ جیش الانقاذ والوں کا تھا جو کہ جنگ بندی کی پیشکش اور حکومت کے ساتھ معاہدہ کرنے والے اور اس کی طرف دوسروں کو دعوت دینے والے تھے۔ مجھے ان لوگوں کی طرف سے جو اشارے ملے اور ان کے نمائندوں کی باتوں سے مجھے جو سمجھ آیا، وہ یہ کہ ان کا نظریہ انتہائی مبہم تھا۔ کوئی بھی شخص اس سے یہ نتیجہ نکال سکتا تھا کہ آخر کار یہ معاملہ سرے سے جہاد چھوڑنے اور نیچے اتر کر تسلیم ہو جانے پر منتج ہو گا۔ لیکن ظاہر ہے کہ وہ اس بات کی صراحت نہیں کرتے تھے۔

دوسرے گروہ کا نظریہ یہ تھا کہ یہ 'شرعی ہُدنہ' یعنی وہ عارضی جنگ بندی ہے جس کے احکام فقہی کتب میں درج ہیں۔ ان کے خیال میں ایک قول کے مطابق دشمن (مرتدین) کے ساتھ ہدنہ جائز ہے۔ جبکہ انہیں اس کی ضرورت بھی ہے تاکہ وہ اندرونی اصلاح کے بعد تیاری مکمل کر کے نئے عزم کے ساتھ مرتدین سے لڑنا شروع کریں۔ اس کے علاوہ بھی کئی مصلحتیں ان کے ذہن میں تھیں۔ اس گروہ میں درمیانی علاقے کے کتائب تھے جنھیں میں نے دیکھا اور خود ان میں رہا ہوں، جیسا کہ **كتبية الأربعاء** اور **كتيبة الزبربر**"۔

کتائب اور جنگ بندی کی وجوہات

"اس وقت وسطی علاقوں میں موجود ہم لوگوں کو مشرقی، مغربی اور جنوبی علاقوں کے فیصلوں کا دقیق اور یقینی علم نہ تھا۔ لیکن ہمیں اطلاعات موصول ہوئیں کہ بعض مغربی کتائب نے جیش الانقاذ کی جنگ بندی قبول کر لی ہے۔ البتہ اکثر کے بارے میں غالب گمان اور تقریباً یقین تھا کہ انہوں نے انکار کیا ہو گا، خاص کر مشرقی اور جنوبی صحرائی کتائب نے۔ مشرقی اور جنوبی

علاقوں کے کتائب کی اکثریت مضبوط نظریات کی حامل تھی، جو وسطی علاقوں میں ہونے والے جیا کے فساد سے کافی حد تک محفوظ رہی۔ جبکہ مغربی علاقے کے کتائب مشرقی اور جنوبی علاقوں کی طرح مضبوط نہ تھے۔

رہے وسطی علاقے، خاص کر دار الحکومت، بومرداس، بلیدہ، مدیہ، بویرہ کی ولایتوں میں موجود کتائب، تو ان میں سے **جیا** کے کتائب کے علاوہ حسن حطاب کی قیادت میں دوسرا منطقہ اور دار الحکومت کے علاقے میں بعض سرایا کے باقی ماندہ افراد نے دوسرا راستہ اپنایا، یعنی جنگ بندی سے انکار کیا۔

جبکہ مذکورہ بالا کتائب کے علاوہ اسی علاقے میں موجود جیا کے مخالف دیگر کتائب کو **جیا** کے قتلِ عام اور اس کے ساتھ جنگ میں مبتلا ہونے کے سبب کافی زخم لگ چکے تھے، خاص کر اربعاء اور بوقرۃ اور ان کے ارد گرد کے علاقوں میں۔ میں نے دیکھا کہ اربعاء، زبربر، مدیہ، مفتاح، شراربہ اور ان کے قریب قریب اکثر کتائب جہاد جاری رکھنا چاہتے تھے، لیکن خود کو درپیش گمبھیر مشکلات کے سامنے مجبور ہو کر وہ جنگ بندی کے دوسرے نظریے کے مطابق جنگ بندی میں شامل ہو گئے (یعنی یہ گمان کرتے ہوئے کہ یہ شرعی عارضی جنگ بندی **هدنه** ہے)۔ میں نے دیکھا کہ ان میں سے بہت سے صالح اور پر عزم افراد پوری کوشش کر رہے تھے کہ مشکلات ختم کر کے دوبارہ جہاد کی طرف لوٹیں اور مناسب وقت میں ہدنہ ختم کر دیں۔ لیکن صورتِ حال بہت افسوسناک تھی اور بہت سوں نے تسلیم ہونا شروع کر دیا اور ایسی افراتفری اور انارکی واقع ہوئی جس میں اہلِ عزم کچھ نہ کر سکے۔

ان کی ہمت ہارنے کی ایک اہم وجہ یہ بھی تھی کہ وہ کہتے تھے کہ ہم اکیلے اتنے کم ہیں، کچھ نہیں کر سکتے۔ طاغوت ہمارے سامنے ہے، **جیا** ہمارے پیچھے ہے اور حسن حطاب (دوسرا منطقہ) بھی تیسری جانب سے ہمارے لیے دشمنوں کی طرح ہے۔ ہم اس کی طرف سے اپنے آپ کو اس

لیے محفوظ نہیں تصور کرتے کہ وہ ہمیں بدعتی گردانتا ہے۔ اور ان کی حرکتوں کے سبب نہ ہی ہم ان کے ساتھ شامل ہو سکتے ہیں۔

بدعتی گردانتے کی وجہ یہ تھی کہ عام مجاہد کتائب اربعاء، زبربر، مدیہ اور ارد گرد کے علاقوں کے کتائب کو جزأرہ میں شمار کرتے تھے، حالانکہ ان میں کئی قسم کے افراد شامل تھے اور ان سب پر جزأرہ کا عمومی اطلاق ان کے ساتھ زیادتی تھی۔ دوسری جانب جن کتائب پر الجزأرہ کا الزام تھا، وہ حسن حطاب اور اس کی جماعت کو جیا کے قریب تصور کرتے تھے، اور انتہائی افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ اس کی حقیقی وجوہات بھی تھیں!

میں اسی جنگ بندی کے مرحلے میں الجزائر سے نکل گیا تھا۔ لیکن بعد میں پتا چلا کہ ان کتائب کی اکثریت عام معافی قبول کر کے نیچے اتر گئی ہے اور ہتھیار پھینک دیے ہیں۔ ان میں بے شمار نیک افراد کو میں جانتا ہوں لیکن وہ مغلوب اور مایوس ہو گئے تھے اور صبر نہ کر سکے۔ اللہ سے ہماری دعا ہے کہ ان کو معاف کرے اور ان کے حالات درست کرے اور انہیں ہدایت دے"۔

الجزائر کے پہاڑ اور صبر

"ہم اپنے چند بھائیوں کے ساتھ ان سے کہتے تھے کہ یہ پہاڑ، جنگلات اور بہترین محل وقوع جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا کیے ہیں، ان کی بدولت، اللہ نے چاہا، آپ تو یہاں دہائیاں گزار سکتے ہیں۔ چاہے نیٹو بھی مل کر آپ کے خلاف ہو جائے، آپ کو نہیں نکال سکتے۔ میں نے انہیں **کونگو** کے کمیونسٹ لیڈر **لورنٹ کابیلا** کی مثال دی جس نے **زائیر** (حالیہ کونگو) کے جنگلات میں 30 سال گزارے۔ جب سے 1965ء میں اس نے زائیر کے اس زمانے کے صدر **موبوتو سیسی سیکو** کے خلاف انقلاب کی کوشش کی تھی۔ یہاں تک کہ اس کا دوست اور مشہور انقلابی کمیونسٹ **چی گیوارا** بھی اس کی مدد کے لیے آیا تھا۔ لیکن اس وقت سیسی سیکو کی حکومت انتہائی مضبوط تھی، اس لیے اس کا کچھ نہ بگاڑ سکا۔ اور 30 سال تک جنگلات میں صبر کرتا رہا، یہاں

تک کہ 1995ء میں اسے موقع ملا، جب سیسی سیکو کی حکومت کو کرپشن کے دیمک نے چاٹ لیا تھا اور ہمسائے ممالک **راونڈا** اور **بورونڈی** کے واقعات رونما ہوئے، جس میں **ھوتو** اور **ٹوٹسی** قبائل کی جنگ ہوئی۔ کابیلا نے ان حالات کو اپنے منصوبے کے لیے احسن طریقے سے استعمال کیا۔ اور علاقے میں جنگ کے نتیجے میں پناہ گزینوں کے مسئلے سے فائدہ اٹھاتے ہوئے بھرتی کا جال بچھا دیا۔ اس طرح زائیر پر حملہ کر کے قبضہ کیا اور یہاں تک کہ اس کا نام ہی بدل ڈالا!

اس لیے ہم اپنے بھائیوں سے کہتے تھے کہ صبر کرو اور ایک دوسرے کو صبر دلاؤ۔ لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ان پر شکست غالب تھی، اور مایوسی شدید تھی"۔

مجاہدین کے خلاف سرکاری فتاویٰ

اس دوران مجاہدین کو تسلیم ہو جانے پر آمادہ کرنے کے لیے الجزائری فوج نے ہیلی کاپٹروں کے ذریعے پہاڑوں میں مجاہدین کے ٹھکانوں کو مختلف مکاتبِ فکر اور مناہجِ عمل سے تعلق رکھنے والے 100 سے زائد علماء کے فتاوی سے بھر دیا۔ ایسے تمام علماء مجاہدین پر اسلحہ چھوڑنے اور حکومت کے سامنے تسلیم ہو جانے کو واجب قرار دے رہے تھے۔ ان میں پیش پیش سعودی عرب کے معروف شیخ **ابن باز** اور شیخ **ابن عثیمین**، اردن میں مقیم شیخ **الألبانی** اور قطر میں پناہ لیے ہوئے مصر کے اخوانی شیخ **القرضاوی** وغیرہ شامل تھے۔ شیخ البانی نے 2000ء میں اپنی وفات سے پہلے آخری فتویٰ دیتے ہوئے یہاں تک کہہ دیا کہ:

"آج کے دور میں حکام کے خلاف خروج کرنا درحقیقت بذاتِ خود اسلام کے خلاف خروج ہے"۔

نیز اس وقت عالمِ اسلام کے معروف داعی محمد حسان اور عائض القرنی نے الجزائر کے کئی دورے کیے، اور عوام کو حکومت کے ساتھ اور مجاہدین کے خلاف کھڑے ہونے کا درس دیتے رہے۔

(جنوری 2000ء) ذلت آمیز تسلیم؛ قانون الوئام المدني

1999ء میں الیمین زروال نے استعفی دیا اور عبد العزیز بوتفلیقہ نیا صدر منتخب ہوا۔ بوتفلیقہ بھی فوجی افسر رہ چکا ہے اور الجزائر کے پہلے صدر ہواری بومدین کے دور میں وزیر بھی تھا۔ یہ خود بھی لادینی اور فرانکفونی ہے اور بومدین کے برخلاف کچھ دائیں بازو کی طرف مائل ہے۔ لیکن ذہین سیاستدان ہے جو بظاہر عوام کے ساتھ نرمی سے تعامل کرتا ہے۔ اس نے جیش الانقاذ اور جبہہ کے ساتھ مذاکرات کیے اور عام معافی کے بدلے ہتھیار پھینکنے پر آمادہ کرلیا۔ اس طرح 13 جنوری 2000ء میں **قانون الوئام المدني** (معاشرتی الفت کے قانون) کے تحت مجاہدین کو پہاڑوں سے اترنے کی اجازت دے دی گئی۔

مدانی مزراق نے اس قانون پر دستخط کر کے ذلت آمیز طریقے سے تسلیم ہو جانا قبول کیا۔ جس میں اس نے اپنے سپاہیوں کو بلاقیمت فروخت کر دیا اور فرانسیسی نواز جرنیلوں کے سامنے مکمل ہتھیار پھینک کر اپنی توبہ کا اعلان کیا۔ اور بھلا دیا کہ یہ وہی جرنیل ہیں جنھوں نے ان کی قوم اور اہل و عیال پر ظلم ڈھائے اور اللہ کی شریعت کے نفاذ کے خلاف لڑتے رہے۔ اس طرح تقریباً 2000 سے زائد جنگجو عزت کی پہاڑیوں سے ذلت کی وادیوں میں اتر گئے۔

اگرچہ عام معافی اور تسلیم ہو جانے کا عمل بہت پہلے شروع ہو چکا تھا لیکن صدر عبد العزیز بوتفلیقہ نے ستمبر 2005ء میں **میثاق السلم والمصالحة الوطنية** کے نام سے عام معافی کے قانون پر ریفرنڈم کروا کر تسلیم ہو جانے کے سابقہ عمل کو آئینی حیثیت دے دی۔

افرینا کے خارجیوں کا خاتمہ

شیخ عاصم ابو حیان اس پورے فتنے اور قتل و غارت کا سبب بننے والے افرینا کے خارجیوں کے بارے میں حیرت ناک انکشاف کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں:

"افرینا والے خارجی گروہ کا خاتمہ ایسے ہوا کہ وہ آخر کار جیش الإنقاذ میں شامل ہو گئے اور 2000ء میں [حکومت کے عام معافی کے اعلان پر] پہاڑوں سے اتر کر طاغوتی فوج کے سامنے

تسلیم ہو گئے۔ اس وقت ان کی دلیل یہ تھی کہ طواغیت تو اصلی کافر ہیں جن کے ساتھ مذاکرات اور عارضی جنگ بندی ہو سکتی ہے!"

اسلامی جمہوری سیاست کا انجام

(1995ء)ویٹیکن کانفرنس

1994ء میں الیمین زروال کے مذاکرات کے دوران جبہہ انقاذ کے کئی قائدین الجزائر سے باہر فرار ہونے میں کامیاب ہوئے۔ نیز انھوں نے جبہہ انقاذ کی پہلے سے بیرونِ ملک پناہ لینے والی قیادت کے ساتھ مل کر روم میں کثیر الجماعتی کانفرنس کی دعوت دی۔ کانفرنس نے الجزائر میں جاری جنگ کے فریقین کو تشدد چھوڑ کر سیاسی اور جمہوری طریقے سے مسئلے کے حل کرنے کی تجویز دی۔ اس کانفرنس کے اعلامیہ پر جبہہ انقاذ کی بیرونی قیادت کے سربراہ رابح کبیر، الجزائر کی مقامی اور بین الاقوامی اخوانی پارٹیوں کے سربراہان کے علاوہ تمام لبرل، اشتراکی اور لادینی عناصر نے دستخط کیے۔ جبکہ عیسائی دنیا کی مقدس ریاست ویٹیکن نے اس کانفرنس کو بابرکت قرار دیا۔ لیکن اسی عیسائی دنیا کی سیکولر ریاست فرانس نے الجزائر کی غاصب فوجی حکومت کی پشتی بانی کرتے ہوئے اس کانفرنس کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ اپنے آپ کو مسلمان کہنے والے لیڈروں کی انتہائی ذلیل حرکت کے باوجود سیکولرزم نے آزادی، اظہارِ رائے اور مساوات کے اپنے ہی اصولوں کو ٹھکرا کر یہ ثابت کر دیا کہ دینِ اسلام کی 'دینِ لادینیت' میں کوئی گنجائش نہیں۔

(2003ء)الجبہہ الاسلامیہ للإنقاذ کا انجام

مئی 1991ء میں شیخ علی بلحاج اور ڈاکٹر عباسی مدنی کو ہڑتال کے دوران گرفتار کیا گیا تھا۔ اور 1992ء میں صدر بوضیاف کے قتل کے بعد دونوں رہنماؤں کو 13 سال قید کی سزا سنائی گئی۔ قیدِ تنہائی کے ان تیرہ سالوں کے بعد شیخ علی بلحاج کو 2003ء میں رہا کر دیا گیا۔ رہا کرنے کے بعد حکومت نے کوشش کی کہ وہ ایسی شقوں پر دستخط کریں جن سے ان کی سیاسی سرگرمیاں محدود ہو جائیں لیکن انھوں نے بفضل اللہ انکار کیا۔ آج کل وہ دار

الحکومت کے علاقے قبة میں مسجد الوفاء بالعہد میں کچھ نہ کچھ دعوتی سرگرمی جاری کیے ہوئے ہیں۔ انھوں نے اس کے بعد بھی کئی مواقع پر حکومت کی مخالفت کی اور حکومت کی طرف سے انھیں کئی مرتبہ گرفتار بھی کیا گیا۔ حکومت کی طرف سے انھیں کسی قسم کی سیاسی سرگرمی کی اجازت نہیں ہے۔

اسی طرح جیل میں 6 سال قید کاٹنے کے بعد 1997ء کے انتخابات کے بعد صدر زروال نے جبہہ کے ساتھ موقف میں نرمی برتتے ہوئے ڈاکٹر عباسی مدنی کو جیل سے گھر منتقل کرکے نظر بند کر دیا۔ 7 سالہ جبری نظر بندی کے بعد انہیں 13 سالہ مدتِ سزا پوری ہونے پر آزاد کر دیا گیا۔ چنانچہ 2004ء میں وہ قطر چلے گئے۔ قطر سے انھوں نے حکومت کو ایک سیاسی پیش کش کا اعلان کیا، لیکن حکومت نے سرد مہری دکھائی جس کے نتیجے میں خاموش ہو کر رہ گئے۔

الجزائر کی حکومت نے دیگر تمام پارٹیوں کو بحال کرنے کے باوجود آج تک جبہہ الإنقاذ کو کالعدم قرار دیا ہوا ہے۔

فصل سیز دہم: دشمن کے ہاتھ تسلیم ہو جانے اور اس سے متعلق دیگر مسائل کے بارے میں شیخ عطیۃ اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے فتاویٰ

طاغوتی حکومتوں کے خلاف جہاد کا حکم

جہادِ الجزائر کا پورے عالم اسلام پر گہرا اثر پڑا۔ اور جب گمراہی واقع ہوئی تو جہاں مجاہد علماء اور شخصیات نے جیا اور اس کی گمراہی سے براءت کا اعلان کیا، وہاں بہت سے علماء نے عالمِ اسلام پر مسلط طاغوتی حکومتوں کے خلاف خروج کو ہی غلط قرار دے دیا۔ ان میں سے کئی علماء تو سرکاری درباری تھے، لیکن بعض مخلص علماء نے بھی حقیقی صورت حال سے ناواقفیت کی بنا پر یہ موقف اختیار کیا اور کافی سوالات اٹھائے۔ ان سوالات کا شیخ عطیۃ اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تحریرات میں مفصل جواب دیا ہے۔ مخلص علماء میں سے سعودیہ کے ممتاز عالمِ دین شیخ ابن عثیمین رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ **ناصر العمر** بھی تھے۔ شیخ ناصر العمر کے جواب میں شیخ عطیۃ اللہ نے **أنا المسلم** فورم پر 1425ھ میں **توضيحات في المسألة الجزائرية وقضية الجهاد** کے نام سے ایک مقالہ لکھا۔

جہاد کے حق میں علمائے امت کے فتاویٰ

ایک جگہ اس سوال کے جواب میں کہ بھلا الجزائر میں جہاد کا جواز کس عالم نے دیا ہے، شیخ عطیۃ اللہ فرماتے ہیں:

> ”شیخ احمد سحنون [جن کا اوپر کافی تذکرہ گزر چکا ہے] نے مجاہدین کی تائید کی تھی۔ مرتدین نے بہت کوشش کی اور مختلف ذرائع سے شدید دباؤ ڈالا کہ شیخ سحنون مجاہدین کو غلط قرار دیں، لیکن آخر دم تک وہ انکار کرتے رہے۔ نیز شیخ علی بلحاج خود جہاد کے حامی تھے، جبکہ شیخ محمد السعید تو خود جہاد میں شریک رہے ہیں۔ اسی طرح شیخ **يخلف شراطی** رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مشہور فتویٰ

جاری کیا تھا جو ملک بھر میں پھیل گیا تھا۔ اسی سبب سے انھیں 1995ء میں سرکاجی جیل میں مرتدین کے ہاتھوں مشہور قتلِ عام میں شہید کر دیا گیا"۔

اسی طرح **أنا المسلم** فورم پر ہی ان کا دوسرا مقالہ **صور من أرض الجهاد في الجزائر** کے نام سے ہے۔ جس میں فرماتے ہیں کہ:

"میں موریتانیہ کے بعض بڑے علماء کو جانتا ہوں جنھوں نے 1993ء اور 1994ء میں الجزائری بھائیوں کو الجزائر میں جہاد کا فتویٰ دیا تھا۔ میں ان کا نام اس لیے نہیں لیتا کہ وہ ابھی زندہ ہیں اور آپ کو انیاتی صورتِ حال کا تو علم ہی ہے"۔[55]

اس طرح شیخ عطیۃ اللہ کے 'اعمال کاملہ' میں کئی مقامات پر وہ وجوہات بھی درج ہیں، جن کی بنا پر وہ الجزائر میں جہاد کے قائل تھے۔ ان میں سرِ فہرست اسلامی شریعت کے نفاذ سے نہ صرف روگردانی ہے بلکہ دین اور دینداروں سے دشمنی ہے۔ اس کے احوال اوپر اتنے گزر چکے ہیں کہ مزید وضاحت کی ضرورت نہیں۔

مرتد حکومت کے ساتھ مصالحت کا حکم

شیخ عطیۃ اللہ فرماتے ہیں:

"الجزائر میں حکومت کی طرف سے پیش کردہ قومی مصالحت درحقیقت کافر حکومت کا ایک منصوبہ ہے تاکہ وہ ان کے بقول (ڈیڈلاک) اور اپنی مشکلات سے نکل آئیں اور جہادی تحریک کو ختم کر دیں۔ ایسی مصالحتوں میں حکومت کا ہاتھ ہی اوپر ہوتا ہے۔ اس لیے کسی بھی شرعی یا عقلی دلیل کی بنا پر ایسے مصالحتی عمل میں شریک ہونا یا اس کی طرف توجہ دینا ہی جائز نہیں۔ میرے

[55] شیخ عطیۃ کے 'اعمال کاملۃ' میں موریتانیہ کے دو کبار علماء شیخ بداہ ولد البوصیری رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ محمد سالم ولد عدود رحمۃ اللہ علیہ کی وفات پر تعزیتی مضمون موجود ہے، جس میں شیخ عطیہ نے ان دونوں علماء کے حوالے سے لکھا ہے کہ یہ الجزائر میں جہاد کے حامی و مؤید تھے۔ یہ مضمون ۱۴۳۰ھ کا لکھا ہوا ہے۔ [ص ۱۱۸۰]

خیال میں اس میں کوئی مؤمن شک نہیں کر سکتا، البتہ جاہل یا منافق ایسا کر سکتے ہیں۔ یہی حکم ہے بغیر کسی شک کے۔

لیکن ہوا یہ کہ اس منصوبے کو بعض ایسے مسلمانوں نے قبول کیا جن کی دینداری، مرتدین کے خلاف جہاد اور اس کی طرف دعوت دینا مشہور و معلوم تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ اپنی دانست میں مغلوب ہو چکے تھے اور وہ سمجھتے تھے کہ اب مزید جہاد اور جنگ کرنا ان کے لیے ممکن ہی نہیں رہا۔ اس لیے انھوں نے دشمن کی طرف سے قتل کیے جانے سے بہتر یہ جانا کہ وہ ہتھیار پھینک کر تسلیم ہو جائیں۔

اب جو شخص واقعی جہاد کرنے سے قاصر ہو تو ایسی حالت میں تسلیم اور مصالحت ایک اجتہادی مسئلہ بن جاتا ہے جس میں رخصت پر عمل کیا جا سکتا ہے۔ لیکن اصلِ مسئلہ تو یہ ہے کہ آیا جہاد کی ادائیگی سے قاصر ہو جانا (یعنی جہاد نہ کر سکنا) واقعی ہوا بھی یا نہیں [یا یہ محض ان کا گمان یا وہم تھا]"۔

مرتد کے سامنے تسلیم ہو جانے کا حکم

"اصل بات یہ ہے کہ دشمن کے سامنے تسلیم ہو جانا اور گرفتاری پیش کرنا جائز نہیں ہے، سوائے اس کے جو مغلوب اور عاجز (قاصر) ہو جائے۔ لیکن جسے جہاد پر قدرت حاصل ہو تو اس کے لیے جائز نہیں ہے کہ کافر کے حکم میں اپنی مرضی سے داخل ہو جائے، یا اپنی گرفتاری پیش کرے، یا تسلیم ہو کر اپنے آپ کو ان کے سامنے ذلیل کرے۔ اس پر شرعی دلیلیں اتنی ہیں کہ ان کا شمار نہیں کیا جا سکتا۔

مسلمان کو حکم ہے کہ وہ ان کے ساتھ جہاد کرے، قتال کرے، انھیں قتل کرے، انھیں تباہ کرے اور انھیں در بدر کرے۔ اللہ نے اسے (یعنی مؤمن کو) شریعت کی رو سے کفار پر مسلط کیا ہے۔ اور حکم دیا ہے کہ وہ ان سے براءت کرے، بیزاری کا اظہار کرے، ان کے ساتھ مل کر نہ

رہے، ان سے موالات نہ کرے، ان ساتھ مودت سے پیش نہ آئے۔ اور حکم دیا ہے کہ وہ اپنے دین، ایمان اور نورِ ہدایت کی بنا پر ان پر برتر رہے اور کافروں کو اپنے اوپر غلبہ نہ دے۔ نہ ہی اپنے آپ کو رسوا کرے اور نہ ذلیل ہونے پر راضی ہو بلکہ باعزت، باشرف، مضبوط اور خوددار رہے۔

اس لیے قدرت رکھتے ہوئے (صاحبِ اختیار ہوتے ہوئے) فقط سہولت اور آرام کی خاطر، یا مشقت، تھکن اور ان تکالیف جیسی کسی عام مصیبت میں پڑ جانے کے سبب، جو کہ ہر ایک پر آتی ہیں، مسلمان کے لیے یہ قطعاً جائز نہیں ہے کہ وہ اپنی جان دشمن کے حوالے کر دے، تاکہ دشمن اسے ذلیل کرے اور اپنے جاہلی احکام اس پر نافذ کرے۔ اللہ کے دین اور شریعت جاننے والا کوئی بھی اس کے خلاف نہیں کہتا"۔

بحالتِ اکراہ تسلیم ہونا

"پھر جب ایسا مسلم جس نے سابقہ اصول اپنا لیے ہوں، اللہ کے دشمن سے براءت اختیار کر لی ہو اور دشمن کے ساتھ ایسا جہاد کیا ہو جیسا کہ اللہ نے اسے حکم دیا ہے۔ اس کے بعد اگر وہ عاجز (قاصر) ہوا اور اسے یقین ہو گیا کہ وہ مغلوب ہے اور لڑنے کا کوئی فائدہ نہیں (یعنی کوئی موقع ہی نہیں کہ وہ دشمن پر غالب آئے یا اس سے بچ نکلے، اور لامحالہ وہ اچک لیا جائے گا) تب اس حالت میں جا کر اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت اور لطف کی بدولت اس پر تخفیف کی ہے اور اسے گرفتار ہونے اور تسلیم ہو جانے کی رخصت دی ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ یہ عدمِ قدرت اور مغلوبیت کی ایسی حالت ہے جو حالت اکراہ سے ملتی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے ان فرامین: **إلا أن تتقوا منهم تقاة**[56]

[56] ترجمہ: "الا یہ کہ تم ان (کے ظلم) سے بچنے کے لیے کوئی طریقہ اختیار کرو"۔ [آل عمران:۲۸]

اور **إلا من أكره وقلبه مطمئن بالإيمان**[57] اور انھی مطالب کی دیگر آیات اور احادیث کے موافق ہے۔

یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رخصت، رحمت اور لطف کی بنا پر جائز ہے۔ لیکن اس حالت میں بھی اس کے لیے بہتر یہی ہے کہ وہ قتل ہو جانے تک صبر اور ثابت قدمی دکھائی اور گرفتار اور تسلیم نہ ہو۔ یہ اس کے لیے بہتر ہے جو اس پر قدرت رکھتا ہو اور صبر کر سکے۔ یہی عزیمت ہے۔

اس مسئلے کی خاص دلیلوں میں سے حضرت **عاصم بن ثابت** رضی اللہ عنہ اور ان کے دس ساتھیوں کا قصہ ہے جو کہ صحیحین اور دیگر کتب میں درج ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس باب کا عنوان رکھا ہے: "کیا مرد اپنی گرفتاری دے سکتا ہے؟ اور جو گرفتاری نہ دے، اور جو قتل ہوتے ہوئے دو رکعت نماز ادا کرے"۔

اس قصے میں ہے کہ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے عزیمت اختیار کرتے ہوئے کفار کے حکم کو نہیں مانا اور گرفتاری نہیں دی، بلکہ یہاں تک لڑے کہ قتل ہو گئے۔ اور ان میں سے ایسے بھی تھے جنھوں نے رخصت اختیار کی اور گرفتار ہوئے اور کافروں کا حکم مان لیا۔ پس کافروں نے انھیں پہلے گرفتار کیا، پھر فروخت کیا اور آخر میں قتل کر دیا۔

یہ مسئلے کا خلاصہ ہے۔ والحمد للہ رب العالمین"۔

کیا تسلیم ہو جانے سے مرتد کا حکم لگتا ہے؟

"جب یہ واضح ہو گیا تو جس نے پہاڑ سے اتر کر اپنا ہتھیار پھینک دیا اور **قانون الوئام المدني** کے طاغوتی منصوبے کو قبول کرتے ہوئے دشمن کی طرف سے معافی قبول کر لی، تو اس پر مرتد ہونے کا حکم نہیں لگایا جائے گا۔ بلکہ تفصیل کی ضرورت ہے۔

[57] ترجمہ: "سوائے اُس کے جسے زبردستی (کلمہ کفر کہنے پر) مجبور کر دیا گیا ہو، جبکہ اس کا دل ایمان پر مطمئن ہو"۔ [النحل:۱۰۶]

جو معذور، عاجز (قاصر) اور مغلوب نہ تھا، بلکہ محض اس لیے اترا کہ وہ تھک گیا تھا اور اسے اتنی مشقت اٹھانی پڑی جتنی شریعت میں عام طور پہ عادتاً اٹھائی جاتی ہے اور محض راحت اور سلامتی کی خاطر اترا تو اس نے انتہائی حرام امر کا ارتکاب کیا ہے، لیکن یہ کفر نہیں۔

جبکہ عاجز (قاصر)، مغلوب اور مجبور اگر رخصتاً ایسا کرے تو وہ معذور ہے۔ یہ تو سادہ حکم ہے۔

البتہ جس کے اترنے کے ساتھ اور اپنے آپ کو تسلیم کروانے کے ساتھ مزید کئی باتیں اور بھی شامل ہوں تو اس وقت ہم اس کے مطابق اس پر حکم لگائیں گے۔

جیسا کہ کوئی اترا اور پھر طاغوت کے ساتھ موالات اختیار کی، انھی میں سے ایک بن گیا اور ان کی صفوں میں بھرتی ہوا تو وہ انھی کی طرح کافر اور مرتد ہے جس کی کوئی عزت نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بچائے۔

اسی طرح جو اپنی آزاد مرضی سے دشمن کی تابعداری کرتے ہوئے انھیں مسلمانوں کے راز بتائے، معلومات فراہم کرے اور اسی طرح دیگر باتوں سے ان کی مدد کرے تو وہ بھی کافر ہے۔ بشرطیکہ اس نے رضامندی سے بغیر کسی معتبر اکراہ کے یہ کام کیے ہوں"۔

مرتد کے ساتھ ہدنہ (عارضی جنگ بندی) کا حکم

شیخ عطیۃ اللہ فرماتے ہیں:

"خلاصہ یہ ہے کہ مرتد الجزائری طاغوت یا اس کے علاوہ مرتد نظاموں اور مرتد ریاستوں کے ساتھ ہدنہ کرنا قطعاً کفر نہیں ہے۔ یہ کسی عالم کا قول نہیں ہے!

ہدنہ یا تو جائز ہے اور یا حرام اور ممنوع ہے۔ یہ قابل بحث اور اجتہادی مسئلہ ہے۔ میری ترجیح یہ ہے کہ یہ تب جائز ہے جب مسلمانوں اور مجاہدین کو اس کی ضرورت پڑے۔ آج کل کے مرتد نظام خاص اس مسئلے میں اصلی کفار کی طرح ہیں۔ واللہ اعلم۔

اور میں جو کہہ رہا ہوں اس کا فتویٰ کئی معتبر علماء دے چکے ہیں۔ مسئلے پر بحث اور اقوال اور ادلہ نقل کرنے کا یہ موقع نہیں۔ یہ تو حکم عام ہدنہ کا ہے جو کتبِ فقہ کے ابواب میں مذکور ہے۔

البتہ جسے قانون الوئام المدني اور قومی مصالحت، عام معافی، پہاڑوں سے اترنا، ہتھیار تسلیم کرنا، جہاد ترک کرنا، حکمِ طاغوت میں داخل ہونا، وغیرہ کہتے ہیں، تو اس کی تفصیل سابقہ کلام میں گزر چکی ہے [یعنی وہ جنگ بندی نہیں، بلکہ تسلیم ہونا ہے] واللہ الموفق"۔

شیخ ابن عثیمین رحمۃ اللہ علیہ کے ہتھیار ڈالنے کے فتوے کا رد

شیخ عطیۃ اللہ فرماتے ہیں:

"ہمارے نزدیک یہ فتویٰ عظیم غلطی اور انتہائی بڑی خطا ہے۔ اللہ ان سے درگزر کرے۔

اس کی وجہ شیخ صاحب کی صحیح صورتِ حال سے لاعلمی ہے۔ بلکہ طاغوت کے دوستوں اور جہاد اور مجاہدین کے دشمنوں میں سے بعض ایسے لوگوں کے بیان سے دھوکہ کھانا ہے، جو شیخ صاحب کے ہاں قابلِ اعتماد تھے۔ رہا یہ کہ شریعت کا علم تو شیخ بلا شک عالم اور فقیہ ہیں۔

درحقیقت ان کے اصل موقف میں ہی کئی اجمالی غلطیاں ہیں، جن کے بیان کا یہ موقع نہیں۔ مجاہدین اور ان کے علماء، مشائخ اور امراء کے ہاں یہ معروف باتیں ہیں۔

یہاں مقصود یہ ہے کہ شیخ صاحب کا مجاہدین کے لیے مذکورہ فتویٰ کہ وہ (اتر جائیں، جہاد ترک کر دیں اور) ایسی حکومت کے سامنے اپنے آپ کو تسلیم کر دیں جو حکومت کافر، مرتد، اللہ کے دین کی دشمن طاغوتی حکومت ہے، بلا شک یہ غیر صحیح اور غلط فتویٰ ہے۔ بلکہ بہت بڑا شر اور مصیبتوں میں سے ایک مصیبت ہے۔ انتہائی افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ایسے فتاویٰ ان بڑے علماء کے اور امت کے نوجوان طبقوں کے درمیان مزید دوری پیدا کرنے کا باعث ہے۔

مرتدین اس فتوے اور اس جیسے دوسرے فتووں سے انتہائی خوش ہوئے۔ خوشی سے پھولے نہیں سماتے تھے۔ ہر جگہ اسے پھیلایا اور بانٹا۔ اور جیسا کہ مجھے بتایا گیا جہازوں نے ان فتووں کو پہاڑیوں کی چوٹیوں اور گھنے جنگلوں میں پتنگوں کی طرح پھیلایا۔

یہ اسی طرح کی کوشش تھی جیسے ہم نے دیکھا کہ الجزائری حکومت اس سے پہلے بھی کئی مواقع پر مجاہدین کو تسلیم ہو جانے اور توبہ کی دعوت دیتی رہی ہے! اللہ انہیں ناکام اور رسوا کرے۔ اور جیسے کہ امریکی افغانستان میں طالبان اور القاعدہ کے خلاف تحریروں کو پھیلا کر کرتے تھے۔ یہ انتہائی پرانا طریقہ ہے، دشمن نے ہمیشہ اسے اختیار کیا ہے۔

لیکن اس دفعہ یہ کتابچہ مسلمان علماء میں سے ایک بڑے عالم کا فتویٰ تھا، جس میں انہیں مسیلمہ کذاب [مرتد] کے خلاف جہاد کو چھوڑ کر اس کے حکم میں داخل ہونے کی دعوت دی جا رہی تھی! جس میں اس [مرتد] مسیلمہ کذاب کو مسلمان حاکم کہا گیا۔ معاذ اللہ! حاشا للہ! کہ الجزائر کے حکمرانوں کی قماش کے لوگ مسلمان ہوں۔ وہ تو لا دین، بد تہذیب، سیکولر، وطن پرست، قوم پرست، صلیبیوں کے دوست، شریعت کو پسِ پشت ڈالنے والے، انسان کے بنائے ہوئے قوانین کو لاگو کرنے والے اور دین اور اہلِ دین سے جنگ کرنے والے ہیں!

وحسبنا الله و نعم الوكيل-ولله الأمر من قبل و من بعد-

اب اس کے بعد بھی علماء آکر گلہ کرتے ہیں کہ نوجوان نہ ہماری سنتے ہیں اور نہ ہمارا احترام کرتے ہیں!

اس غلط اور گمراہ فتوے پر حقیقت میں رد کرنے کی ضرورت نہیں، کیونکہ میں اہلِ جہاد اور انصارِ جہاد سے گفتگو کر رہا ہوں۔ یہ کافی ہے کہ آپ جان لیں کہ یہ فتویٰ شیخ کی طرف سے اس بنیاد پر دیا گیا ہے کہ الجزائر کی حکومت ایک مسلم شرعی حکومت ہے۔ اور دوسری بنیاد یہ کہ یہ مجاہدین خوارج ہیں، جنہوں نے مسلمانوں پر تکفیر کرتے ہوئے خروج کیا ہے اور ان کے خون کو

اپنے لیے جائز سمجھا ہے۔ گمراہ جیسا اور سچے، صالح عام اور اکثر مجاہدین کے درمیان بلا تفریق اور بغیر کسی تفصیل میں جائے (سب ہی کو خوارج کہا)۔ یہ دونوں بنیادیں ہمارے ہاں قطعی باطل ہیں۔ ان کے کہنے والوں کی طرف توجہ دینے تک کی ضرورت نہیں"۔

شیخ ابن عثیمین رحمۃ اللہ علیہ کی ذات کے بارے میں موقف

"زیادہ سے زیادہ ہم شیخ ابن عثیمین رحمۃ اللہ علیہ کو معذور کہہ سکتے ہیں، کیونکہ ان کی سچائی، بھلائی اور اخلاص ہر کسی کو معلوم ہے۔ اور وہ امت میں نافع علم اور عمل صالح کے پیکر ہیں اور دعوت اور تعلیم کے پھیلانے والے ہیں۔ ہم ان کی ذات سے تعرض نہیں کرتے (ان کی ذات کو تشنیع کا نشانہ بنانا صحیح نہیں سمجھتے)، اور ان کے احترام کا خیال رکھتے ہیں۔ بلکہ ان کے لیے مغفرت بھی طلب کرتے ہیں۔

لیکن رہا یہ فتویٰ... یہ ایک عظیم غلطی بلکہ کھلی گمراہی ہے، اللہ کی قسم ایسا ہی ہے"۔

شیخ عطیۃ اللہ الجزائری تجربے کی آڈیو میں فرماتے ہیں:

"میں نے حسبہ فورم کے جوابوں میں بھی کہا تھا کہ یہ کھلی گمراہی ہے۔ یہ صرف غلطی نہیں ہے بلکہ واضح گمراہی ہے۔ شیخ ابن عثیمین رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول علم کے اصولوں سے باہر ہے۔ مجھے نہیں پتا کہ شیخ ابن عثیمین رحمۃ اللہ علیہ جیسا (بڑا عالم) شخص کیسے اتنی بڑی غلطی کر سکتا ہے؟ یہ فرضی اور انہونی کہانیوں میں سے ہے"۔

تسلیم کے حوالے سے جوانوں کو نصیحت

"ہم بلاشک نوجوانوں کو جہاد جاری رکھنے اور اس پر ثابت قدم رہنے کی نصیحت کرتے ہیں۔ اب اللہ کے فضل سے حالات تبدیل ہو گئے ہیں، اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجاہدین کو دوبارہ فتوحات نصیب ہوئی ہیں۔ اب انہیں چاہیے کہ صبر کے ساتھ ثابت قدم رہیں۔ ان شاء اللہ آگے

مزید بہتری اور اچھے حالات آنے والے ہیں، باذن اللہ۔ ہمیں امید ہے کہ شدت اب ختم ہوتی جا رہی ہے اور اس کا صرف اقل القلیل رہ گیا ہے۔ اب جوانوں کو چاہیے کہ اللہ کی مدد طلب کریں، صبر کریں اور ثابت قدم رہیں۔ اللہ ان کا حامی وناصر ہو۔

ہم انھیں معاذ اللہ حکومت کے ساتھ کوئی مصالحت اختیار کرنے، معافی لینے اور مزعومہ **وئام** (الفت) میں داخل ہونے کا مشورہ نہیں دیتے۔

سبحان اللہ! ہم یہ مشورہ بھلا کیسے دے سکتے ہیں، جبکہ اللہ نے انھیں اس جہاد سے عزت دی اور شرف بخشا۔ انھیں اس جہاد کی بدولت رسوائی اور ذلت اور طاغوت کے حکم میں داخل ہونے سے بچایا۔ کیا وہ اس عزت اور فضیلت اور نعمت کے بعد اس سے نکل جائیں اور اسے پھینک دیں؟ نہیں! واللہ کسی مسلمان کو ہم یہ مشورہ نہیں دیں گے۔

سوائے اس کے جس کی عدم قدرت متحقق ہو، اور اسے معلوم ہو جائے کہ وہ مغلوب ہو کر قتل کر دیا جائے گا، یا اس پر تشدد کیا جائے گا، اور اسے دشمن پر فتح یا اس سے بچ جانے کا کوئی موقع نہ دکھائی دے۔ پھر اس کے بعد وہ تسلیم ہو۔ اسے بھی ہم آغاز میں ہی تسلیم ہو جانے کا مشورہ نہیں دیں گے، بلکہ اسے نصیحت کریں گے کہ وہ جہاں تک ممکن ہو صبر اور ثابت قدمی دکھائے، اور ذلت و رسوائی اور کافروں کے سامنے تسلیم ہو جانے اور ان کا حکم قبول کرنے کی بجائے قتل ہو جانے کو ترجیح دے۔ اگر وہ صبر کر سکتا ہے اور اس کے لیے یہ ممکن ہو تو یہی افضل ہے۔

لیکن اگر وہ تسلیم ہو گیا جب کہ اس کی یہ صورتِ حال تھی، اور ہم جانتے ہیں کہ وہ سچا ہے لیکن مغلوب ہے اور قدرت نہیں رکھتا... تو ہم اسے معذور سمجھتے ہیں اور اس کے لیے مغفرت کی امید رکھتے ہیں۔ وہ ہمارا دوست اور بھائی ہے۔

اور اب **الجماعة السلفيه للدعوة والقتال** میں ہمارے بھائیوں کا حال سب کو معلوم ہو گیا ہے، خاص کر وسطی، مشرقی اور جنوبی علاقوں میں۔ تو اب عدمِ قدرت کا امکان نہ ہونے کے برابر ہے۔ الّا یہ کہ کوئی شاذونادر انفرادی صورتِ حال میں کبھی کبھار واقع ہو جائے۔

پس مجاہدین پر صبر اور ثابت قدمی واجب ہے۔ انھیں تسلیم ہو جانا اور حکمِ طاغوت میں معافی اور مزعومہ مودت والفت وغیرہ میں داخل ہو جانا جائز نہیں ہے۔ جو ایسا کرے تو وہ ایک عظیم خیانت کا مرتکب ہوا، اور اس پر تسلیم ہو جانے کے بعد پیش آنے والے معاملات سے کفر میں مبتلا ہونے تک کا اندیشہ ہے۔ یہ کفر تک پہنچنے کی تیز ترین ڈاک ہے۔

ہم اللہ تعالیٰ سے سلامتی، عافیت اور حق پر ثابت قدم رہنے کا سوال کرتے ہیں، اپنے لیے بھی اور اپنے تمام بھائیوں کے لیے بھی، **وحسبنا الله ونعم الوکیل**"۔

باب پنجم: آغازِ نو

(1996ء) الجماعة السلفية للدعوة والجہاد

جیا کے قتلِ عام کی وجہ سے علیحدہ ہونے والے مجاہدین کے ایک گروہ نے 1996ء میں دوسرے منطقے کے امیر حسن حطاب کی قیادت میں اپنی علیحدہ جماعت تشکیل دی۔ ایک طرف حسن حطاب نے اصلاحِ جہاد کی اپنی سی کوشش شروع کی اور دوسری طرف **جیا** پر خروج کرنے والے کتائب نے رفتہ رفتہ اپنے درمیان صف بندی کی کوششیں شروع کر دیں۔ لیکن چونکہ رابطے کٹ چکے تھے اور علاقے بہت دور دراز تھے، جن میں لمبی مسافتوں کے لیے پیدل بھی چلنا پڑ جاتا تھا، اس لیے ان کے درمیان اتحاد اپریل 1999ء سے پہلے نہ ہو سکا۔ یہ اتحاد حسن حطاب کی امارت میں **الجماعة السلفية للدعوة والقتال** (سلفی جماعت برائے دعوت و قتال) کے نام سے تشکیل پایا۔ اور آخر کار **جیا** پر خروج کرنے والے تمام کتائب اور علاقے **الجماعة السلفية للدعوة والقتال** میں شامل ہو گئے۔ تسلیم ہو جانے کے فتنے کے بعد 2000ء میں پہاڑوں میں صرف وہ مجاہدین باقی رہے جو نہ تو غلو کی کھائی میں گرے اور نہ ہی طاغوت کی جھوٹی جنگ بندی سے انہیں دھوکہ ہوا۔

الجماعة السلفية للدعوة والجہاد کے متعلق شیخ عطیۃ رحمۃ اللہ علیہ کی رائے

شیخ عطیۃ اللہ رحمۃ اللہ علیہ اس مرحلے کے بارے میں فرماتے ہیں جس میں ابھی **الجماعة السلفية للدعوة والجہاد** کے بارے میں صورتِ حال واضح نہیں تھی:

> ”جیا کے ہاتھوں اتنی بڑی گمراہی کے بعد مجاہدین کی حقیقی صورت حال واضح نہیں ہے۔ یہ بھی وجہ ہے کہ الجزائر عالمِ اسلام کے مرکز سے نسبتاً دور ہے، خبروں میں بھی“۔

پھر حالات کے واضح ہو جانے کے بعد ریکارڈ شدہ آڈیو میں شیخ عطیۃ اس جماعت کے بارے میں فرماتے ہیں:

"یہ دراصل **جیا** کا ہی حصہ تھی۔ اس جماعت کا مرکز دوسرا منطقہ تھا۔ میں اس منطقے اور اس کی شخصیات کو مناسب حد تک جانتا ہوں۔ حسن حطاب کی قیادت میں یہ علاقہ **جیا** کی گمراہی کے باوجود نسبتاً تاخیر سے **جیا** سے نکلا، اس وقت نکلا جب عنتر نے [اگست 1996ء میں] **جیا** کی امارت سنبھالی۔ یہ ان لوگوں کی غلطی ہے۔ شروع میں یہ لوگ **جیا** پر خروج کرنے والوں کے خلاف بھی لڑتے رہے۔ اور کوئی اچھی حرکتیں نہیں کیں۔ لیکن بالآخر اللہ تعالی نے ان پر مہربانی کی اور زیتونی کے قتل کے بعد انھوں نے خروج کا اعلان کیا۔

شروع میں اس منطقے والوں نے **جیا** کا ہی نام اپنایا یہ دعوی کرتے ہوئے کہ دراصل وہ حقیقی **جیا** ہیں، جبکہ عنتر اور اس کا ٹولہ گمراہ ہے اور اس نے خروج کیا ہے۔ اس لیے وہ جماعت کی نمائندگی نہیں کرتے۔ اگرچہ یہ حقیقت بھی ہو، لیکن سیاست کی دنیا میں اس طرح ناموں سے چمٹے رہنے کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ کیونکہ **جیا** کا نام فساد، گمراہی اور مجرمانہ ذہنیت کا مرادف بن چکا تھا۔

میں نے منطقہ والوں کے ساتھ اس مسئلے کے بارے میں بات کی تھی اور انہیں توجہ دلائی تھی کہ وہ نام بدل دیں، جب ان میں سے بعض افراد ہمارے ہاں شراربہ کے علاقے میں آئے تھے جو کہ الاربعاء اور مفتاح کے زیر اثر تھا۔ لیکن تعصب، نام نامی اور قلبی لگاؤ کے سبب اس وقت ان کے لیے یہ مشکل تھا۔

اس عرصے میں دوسرے منطقے سے میری رائے اور علم کے مطابق کافی غلطیاں سرزد ہوئیں تھیں، یہاں تک کہ مجھے ان سے زیادہ امید نہ تھی۔ یہی کافی تھا کہ وہی لوگ جو زیتونی کے ساتھ آخر دم تک رہے، وہی اس منطقے کے ذمہ داران تھے۔

میں **الجماعة السلفيه للدعوة والجهاد** بننے سے پہلے ملک چھوڑ چکا تھا۔ بعد میں پتا چلا کہ دوسرے منطقے کے دیگر مشرقی علاقے (پانچویں اور چھٹے) اور وسط کے چند کتائب اور پھر بعد میں جنوبی کتائب کے ساتھ ملاقاتوں کے بعد یہ جماعت بن گئی ہے۔ البتہ حسن حطاب کے قیادت میں رہنے سے مجھے ہمیشہ منفی اشارہ ملتا رہا۔ لیکن آہستہ آہستہ سنا کہ بہتری آ رہی ہے۔ انھوں نے گزشتہ غلطیوں کا اعتراف کیا ہے، نصیحت قبول کی ہے، بہتری کی جستجو میں لگے ہوئے ہیں، بیانات کے مضمون اور طرزِ خطاب کی اصلاح کی ہے اور اعتدال اور تواضع کی جانب جا رہے ہیں۔

حسن حطاب کے بعد نئی قیادتوں کے آنے سے مجھے خوشی ہوئی۔ اور اب الجماعۃ السلفیۃ بالکل مختلف چیز ہے۔ میں الجزائری نوجوانوں کو نصیحت کروں گا کہ وہ اسی کے ساتھ رہیں اور انھی کے کاروان میں شامل ہوں"۔

حسن حطاب کے بعد شیخ ابو ابراہیم مصطفیٰ رحمۃ اللہ علیہ کی امارت

تازولت جیل پر کارروائی کے امیر شیخ ابو ابراہیم مصطفیٰ جمادی الثانیہ 1424ھ بمطابق اگست 2003ء میں **الجماعة السلفية للدعوة والقتال** کی مجلسِ اعیان کے صدر مقرر ہوئے۔ اور پھر سال 2003ء کی خزاں میں جماعت کے امیر مقرر ہو گئے۔ وہ جون 2004ء میں ولایت **بجاية** کی وادی **قصور** میں شہید ہوئے۔ ان کے بعد 30 سالہ جوان مجاہد شیخ **عبد المالک درودکال** المعروف شیخ **أبو مصعب عبد الودود** رحمۃ اللہ علیہ جماعۃ سلفیہ کے امیر مقرر ہوئے۔

(2006ء)الجماعة السلفية للدعوة والجهاد کی جماعت القاعدہ میں شمولیت

2006ء میں الجماعة السلفيه للدعوة والجهاد کے امیر شیخ ابو مصعب عبد الودود رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ اسامہ بن لادن رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت میں جماعت القاعدہ میں شامل ہونے کا اعلان کیا اور اگلے سال الجماعۃ السلفیۃ کی بجائے تنظيم القاعدة ببلاد المغرب الإسلامی کا نام استعمال کرنا شروع کر دیا۔

جہاد القاعدہ کے ساتھ یا علیحدہ

شیخ عطیۃ اللہ 'الحسبہ فورم' میں فرماتے ہیں:

"مجموعی طور پہ [القاعدہ میں شامل ہونا] شرعاً سیاستاً اور تدبیراً صحیح بات ہے۔ لیکن اس شرط پہ کہ شمولیت ایک دوسرے کو جان کر، تسلی کر لینے اور باہمی اعتماد اور تعارف کی بنیاد پر ہو۔ اس میں نہ جلدی ہو اور نہ محض جذبات کی رو میں بہہ کر ہو۔

میں القاعدہ کے بھائیوں کو نصیحت کروں گا کہ اس معاملے میں دروازے تب ہی کھولے جائیں جب معاملات کی حقیقت کو اچھی طرح جان لیں اور باہمی اعتماد پیدا ہو جائے۔ جلدی ہر گز نہ کریں۔ کیونکہ جتنا وہ دوسروں کو اپنے ساتھ شامل کرنے میں کامیاب ہوں گے، اتنا ہی دیگر علاقوں میں بھی مجاہدین کے دل ان کے ساتھ کام کرنے، ان کے نام کو اپنانے اور ان کی تنظیم کے اندر داخل ہونے پر آمادہ ہوں گے۔ یوں جو بھی داخل ہو گا اس کا داخل ہونا بصیرت، باہمی اعتماد اور معرفت کی بنیاد پر ہو گا، ان شاء اللہ۔ یہ عمل ہر علاقے میں امت کے تمام عوام کے لیے محبوب اور مرغوب ہے۔

گویا قاعدہ یہ بنتا ہے کہ: جتنی آپ زیادہ تسلی حاصل کریں گے، اتنا کامیاب ہوں گے۔ اور جتنا کامیاب ہوں گے، اتنا مزید اوروں کو اپنے اندر سمو کر بڑھتے جائیں گے۔

یہی اصول تمام علاقوں میں مقامی تنظیموں کے لیے ہے۔ ان کے لیے القاعدہ میں ضم ہونا مستقبل قریب کا ہدف بن جائے، جس کے لیے وہ کوشش کریں۔ اہم بات یہ ہے کہ ہر چیز حساب کتاب اور خوب سوچ سمجھ کر ہو اور اسلام اور مسلمانوں کے فائدے کو سامنے رکھتے ہوئے۔ **واللہ الموفق لا الہ غیرہ۔ ولا رب سواہ۔ سبحانہ**"۔

تنظيم القاعدة ببلاد المغرب الإسلامي

تنظيم القاعدة ببلاد المغرب الإسلامي کے بننے سے جہاں الجزئر میں جہاد کو درست سمت ملی اور گمراہی سے پاک جہاد کا آغاز ہوا، وہاں الجزائر سمیت پورے مغربی افریقہ کے مجاہدین کے لیے ایک پلیٹ فارم میسر آگیا، اور پورے خطے میں جہاد کی لہر میں تیزی آئی۔

ہدف

تنظیم نے قائم ہوتے ہوئے اپنے ہدف کا اعلان کیا کہ ان کی جماعت:

"مغربِ اسلامی کو مغربی طاقتوں، خاص کر فرانس اور امریکہ کے قبضے کے ساتھ ساتھ ان کی حلیف مرتد حکومتوں سے آزاد کرانا چاہتی ہے۔ اور علاقے کو بیرونی استحصال سے بچا کر شریعت نافذ کرنے والی بڑی ریاست کے طور پہ قائم کرنا چاہتی ہے"۔

علاقہ

القاعدہ کے ساتھ الحاق کے بعد اس تنظیم میں الجزائر کے علاوہ موریتانیہ، لیبیا، مراکش، تونس، مالی اور نائجیریا سے تعلق رکھنے والے مجاہدین بھی شامل ہوگئے۔ اگرچہ ان کی بنیادی سرگرمیاں الجزائر میں ہیں لیکن جنوب کی طرف صحرائے اعظم میں بھی اچھا خاصا اثر ورسوخ ہے۔ گویا القاعدہ کے منہج کے مطابق تنظیم اپنے

مقامی دائرے سے نکل کر علاقائی دائرے میں داخل ہو گئی ہے۔ تنظیم کا اعلامی کام **مؤسسة الأندلس للإنتاج الإعلامی** کے نام سے ہوتا ہے۔

۲۰۱۷ء میں مالی اور صحرا کے طوارق قبائل اور دیگر مجاہدین پر مشتمل جماعت **نصرة الإسلام والمسلمین** کا قیام عمل میں آیا، جس نے بطورِ جماعت القاعدة ببلاد المغرب الإسلامي کے ساتھ الحاق کیا۔ اس کے امیر شیخ **ابو الفضل اياد الغالي** ہیں۔ اس سے وہاں مجاہدین کی قوت میں بفضل اللہ مزید اضافہ ہو گیا۔

اہم کارروائیاں

اپریل 2007ء: دار الحکومت میں صدارتی محل اور پولیس ہیڈ کوارٹر پر بارود بھری گاڑیوں سے دوہرا حملہ، 30 ہلاک، 220 زخمی۔

فروری 2008ء: جنوبی تیونس سے دو آسٹرین سیاحوں کی گرفتاری۔

جنوری 2009ء: مالی میں 4 امریکی سیاحوں کی گرفتاری۔

جون 2009ء: موریتانیہ کے دار الحکومت 'نواکشوط' میں فلاحی تنظیم کی آڑ میں عیسائیت پھیلانے والا امریکی کریسٹوفر لاگٹ کا قتل۔

جولائی 2013ء: تیونس کے پہاڑ شعانبی میں 8 تیونسی فوجیوں کا قتل۔

جولائی 2014ء: اسی پہاڑ میں 18 فوجیوں کا قتل۔

جنوری 2016ء: بورکینا فاسو کے دار الحکومت 'واغادوغو' کے مشہور ہوٹل میں دھماکے، جو فرانسیسی فوجیوں کا مرکز تھا اور جس میں اس وقت غیر ملکیوں کا ایک اجلاس جاری تھا۔ 23 افراد قتل ہوئے، جن میں اکثریت غیر ملکیوں کی تھی اور 33 زخمی ہوئے۔

مالی اور لیبیا میں جہاد کا اثر

مجاہدین کا صحرائے اعظم میں داخل ہونے کا ہدف ہی یہ تھا کہ وہ الجزائر کے جہاد کے لیے ایک عقبی بیس کیمپ بن جائے۔ اچھے نتائج بر آمد ہونے پر جہادی سوچ کو وہاں کے عوام میں منتقل کرنے کا عمل خود بخود شروع گیا۔ وہاں کے عوام اللہ کے فضل سے اب قربانی کی اعلی ترین مثالیں قائم کر رہے ہیں اور فرانس اور اس کے حلیفوں کے ساتھ نبرد آزما ہیں۔ اور وہاں نفاذِ شریعت اب ایک عوامی مطالبہ بن چکا ہے۔

شیخ **ابو اللیث اللیبی** رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ:

"الجزائر کے جہاد کی برکتوں میں سے ایک یہ ہے کہ جہادی فکر صحرائے اعظم تک منتقل ہو گئی۔ اور یہی ایک کامیابی الجزائر کے مجاہدین کے لیے کافی ہے"۔

پہلے جہاد الجزائر میں محصور تھا۔ اب اللہ کا شکر ہے پورے مغرب اسلامی میں پھیل چکا ہے۔ مالی اور لیبیا میں جہاد کے آغاز سے دشمن کی توجہ بھی بٹ گئی اور مجاہدین کے لیے بھرتی کے نئے دروازے کھل گئے ہیں۔ ظاہراً اس کام کے لیے الجزائر کی بعض قیادتوں نے الجزائر کا میدان خالی چھوڑا۔ لیکن یہ کوئی خسارے کی بات نہیں بلکہ دعوت اور جہاد پھیلانے کی قیمت ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابیوں میں سے کم ہی مدینہ میں فوت ہوئے ہیں۔ جبکہ اکثر مختلف ملکوں میں دعوت اور جہاد کے لیے پھیل گئے تھے۔

داعش اور الجزائری مجاہدین

مجاہد ابو اکرم ہشام فرماتے ہیں:

"جماعت دولہ (یعنی داعش) کا الجزائر میں اپنی ولایت قائم کرنے کے اعلان کے بعد کئی نوجوان تنظیم القاعدہ سے اسی جواز کی بناپر علیحدہ ہوئے، جو عدنانی نے انہیں پیش کیا تھا۔ لیکن ہم کہہ سکتے ہیں کہ آج الجزائر میں دولہ کا وجود نہیں ہے۔ کیونکہ یہاں دولہ مردہ پیدا ہوئی تھی، حالانکہ حکومت نے اس میں روح پھونکنے کی بہت کوشش کی۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جہاد کی

قیادت میں سے کسی نے دولہ کی بیعت نہیں کی، کیونکہ وہ خود ایک دفعہ خارجیوں کے جہنم سے گزر چکے ہیں۔ البتہ **جیا** سے علیحدہ ہونے والا متعصب سلفی گروہ **جماعة حماة الدعوة السلفية** کی بعض ٹولیاں دولہ کے ساتھ مل گئی ہیں۔

لیکن میں یہ صاف کہہ رہا ہوں کہ یہ جماعت اپنے زمانے میں نہیں جی رہی تھی۔ وہ ایک مصنوعی محل میں وقت گزار رہی تھی۔ اپنے آپ کو الجزائر میں واحد سلفی مجاہد جماعت سمجھ رہی تھی، اور یہ بھی کہ وہی سبقت لے جانے والے ہیں۔ اسی لیے وہ **الجماعة السلفية للدعوة والقتال** میں نہیں شامل ہوئے، حالانکہ اس کے تحت **جیا** پر خروج کرنے والے تمام کتائب اور علاقے شامل ہو چکے تھے۔

یہی وجہ ہے کہ اب **حماة الدعوة السلفية** کا کوئی خاص ذکر نہیں ہے۔ ان میں سے بہت سے مجاہدین کو جب حقیقت کا علم ہوا تو وہ تنظیم القاعدۃ کے ساتھ بغیر کسی شرط کے مل گئے ہیں۔ لیکن پھر جب دولہ کا فتنہ شروع ہوا تو **حماة الدعوة السلفية** کے بعض قائدین نے تنظیم سے بیعت توڑ دی۔ اور کاش کہ وہ اسی حد تک رک جاتے، لیکن ان میں سے بعض نے (مراد **أبو عبد الوهاب الإدريسي** ہے) القاعدہ کے خلاف جھوٹی الزام تراشیاں شروع کر دیں۔ یہاں تک اس نے کہا کہ **قاعدة الجهاد في المغرب الإسلامی** شریعت نافذ کرنے سے کتراتے ہیں، جو کہ تکفیر کی طرف اشارہ تھا۔ لیکن تھوڑے ہی عرصے بعد یہ شخص حکومت کے سامنے ذلیل ہو کر تسلیم ہو گیا"۔

شیخ عاصم ابو حیان فرماتے ہیں:

"یہ عجیب ہے کہ اس سب کے باوجود جب دولہ کی تحریک اٹھی تو بعض افراد نے **تنظیم قاعدة الجهاد ببلاد المغرب الإسلامی** سے علیحدہ ہو کر **إبراهيم بدری** کی بیعت کی، جس

نے جمال زیتونی اور عنتر زوابری کی طرح امامتِ عظمیٰ اور خلافتِ اسلامیہ کا دعویٰ کیا ہوا ہے، اور جیا کے تجربے سے عبرت نہیں لی۔

میں یہ وضاحت کرنا چاہتا ہوں کہ ایسے افراد اکثر علم اور فہم میں کمزور عام مجاہدین ہیں۔ اکثر عمر میں بھی کم ہیں اور حال ہی میں جہاد سے جڑے ہیں۔ جبکہ سابقہ عمائدین اور مجاہدین میں سے کسی نے بھی 'بغدادی' کی بیعت نہیں کی، کیونکہ وہ ان تجربوں سے گزرنے کے بعد پختہ ہو گئے ہیں اور انہیں کھرے اور کھوٹے امراء کا بخوبی علم ہو گیا ہے۔

ہمیں یقین ہے اگر یہ نو عمر مجاہدین جیا کی گمراہی کے زمانے میں آتے تو وہ سب سے پہلے جمال زیتونی اور عنتر زوابری کی بیعت کرتے۔

اسلامی معاشروں میں ایک دوسرے کے زمینی تجارب سے لاعلمی ایک بڑا مسئلہ ہے۔ امت کے کتنے نوجوانوں نے جوش میں اپنا وقت ضائع کیا اور اپنی عمریں ناکام تجربوں کو دہرانے میں صرف کر دیں۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

لا حليم إلا ذو عثرة، ولا حكيم إلا ذو تجربة	'بردبار وہی بنتا ہے جس نے ٹھوکریں کھائی ہوں، اور دانائی اسے حاصل ہوتی ہے جس کا تجربہ ہو''۔

باب ششم:
دروس، عبرتیں اور نصائح

فصل اول: کامیابی کے اسباب

الجزائر کے جہادی تحریک کی ابتدائی کامیابی کے درج ذیل اسباب شیخ عطیۃ اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی گفتگو سے اخذ ہوتے ہیں:

عوامی تائید

"مجاہدین کو شہروں میں کم از کم 70 فی صد عوامی تائید حاصل تھی، جو کہیں بھی کبھی حاصل نہیں ہوئی۔ جبکہ دیہاتوں میں تقریباً 100 فی صد"۔

دعوتی اور سیاسی عمل

"لیکن اس عوامی تائید کی کئی وجوہات تھیں۔ ان میں سے ایک سابقہ بیداری کی تحریکیں اور جبہہ انقاذ کی دعوتی اور سیاسی تحریک تھی"۔

جنگ کا عقلی جواز

"عوامی تائید کی ایک وجہ عوام کے سامنے منطقی، فکری اور عقلی دلیل تھی، جسے لوگوں نے تسلیم کیا۔ لوگ کہتے تھے کہ یہ بے چارے [اسلام پسند] لوگ ایک پر امن طریقے سے آرہے تھے جو با اخلاق اور با اصول تھے۔ لیکن حکومت نے انھیں مارا اور انتخابات کو کالعدم قرار دے دیا۔ اب حکومت کیا چاہتی ہے؟ جنگ کے بغیر کوئی چارہ نہیں۔

حالانکہ عوام کی اکثریت سادہ تھی، انھیں یہ مسئلے نہیں سمجھ آتے تھے کہ حکمران مرتد ہیں یا نہیں؟ اور خروج جائز ہے یا نہیں؟ لیکن اس منطقی جواز سے مجاہدین کے سامنے عوام تسلیم ہو گئے"۔

حکومت اور فوج کا ظلم

”حکومت کے ظلم کے علاوہ انقلابات کے دوران فوج نے بھی عوام کے سینکڑوں افراد مارے اور ہزاروں گرفتار کیے“۔

حکومت کا فساد

”حکومت میں کرپشن کی بھی انتہا تھی۔ کرپشن جیسے پاکستانی حکومت کی ہے، بیوروکریسی کی کرپشن۔ ملک کی بڑی کمپنیاں فوج کے جرنیلوں کی ملکیت تھیں۔ سیاست دان اور فوجی جرنیلوں نے ملک کے اقتصاد پر قبضہ کر رکھا تھا“۔

بہترین جغرافیہ

”ہم اپنے چند بھائیوں کے ہمرہ وہاں کے مجاہدین سے کہتے تھے کہ یہ پہاڑ، جنگلات اور بہترین محل و قوع جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا کیے ہیں، ان کی بدولت ... اللہ نے چاہا... تو آپ یہاں دہائیاں گزار سکتے ہیں۔ چاہے نیٹو بھی مل کر آپ کے خلاف ہو جائے آپ کو یہاں سے نہیں نکال سکتے“۔

قومی خصوصیات

”الجزائری قوم انقلابی قوم ہے۔ اس کی خصوصیات میں سے یہ بھی ہے کہ وہ تکالیف کو جلد بھول کر اپنے حال کو درست کر لیتی ہے۔ ظلم کے خلاف جلد بپھر اٹھتی ہے اور خوب صبر کرنے والی ہے۔ اس کی تاریخ انقلاب، آزادی اور ظلم کو مٹانے کے لیے جدوجہد سے بھری پڑی ہے“۔

فصل دوم: ناکامی کے اسباب

جیا کیوں ناکام ہوئی

تعددِ مناہج، جہادی منہج کی کمزوری اور بے ربطی

مجاہد ابو اکرم فرماتے ہیں:

”جہاد کے پھیلنے سے پہلے 90ء کی دہائی کے آغاز میں ہی الجزائر کے دعوتی میدان اور مساجد میں مناہج کا زبردست اختلاف موجود تھا۔ جب جہاد پھیلنا شروع ہوا تو اختلافات کی یہ منڈی مساجد سے نکل کر مجاہدین کے مراکز میں منتقل ہوگئی۔ اور جہاد میں مختلف مکاتبِ فکر، اسلامی تحریکات اور مناہج کے افراد شامل ہوگئے۔ اگرچہ الجزائر کی حکومت کے خلاف جہاد پر سب کا اتفاق تھا، لیکن ان کے درمیان عقائد اور فقہ کے بے شمار مسائل میں اختلاف اور جھگڑے برقرار تھے۔ اس لیے مجاہدین کے اندر بھی یہی بحثیں منتقل ہوئیں اور اس کے نتیجے میں گروہ بندیاں بھی ہوئیں۔

جب جیا کے امیر **ابو عبد الله أحمد** نے 1994ء میں مجاہدین کو ایک جھنڈے کے نیچے جمع کرنا شروع کیا تو انھیں مناہج کے اختلاف اور تنوع سے ہی بڑا دھچکہ لگا۔ ان کے سامنے یہی سب سے بڑا چیلنج تھا اور ضرورت بھی اسی بات کی تھی کہ تمام مجاہدین کو ایک منہج پر جمع کیا جائے۔ جماعت کے اندر ہر ایک کو دوسرے کے سابقہ تحریکی اور گروہی مناہج اور افکار سے خوف لگا رہتا تھا۔ اسی لیے ہر کوئی وحدت اور بیعت پر قائم رہنے کے لیے شرطیں رکھنے لگا۔ شیخ ابو عبد اللہ احمد نے اس حوالے سے ابھی کوششیں شروع ہی کی تھیں کہ وہ امیر بننے کے 6 مہینے بعد شہید ہوگئے۔

ان اختلافات کے نتیجے میں ان کے مابین اعتماد کا فقدان رہا اور ہر ایک دوسرے کو شک کی نگاہ سے دیکھنے لگا، یہاں تک کہ ایک دوسرے کو جہاد کے میدان سے نکالنے کی کوششیں شروع ہو گئیں۔

اس لیے کئی مجاہدین اس وحدت کو حقیقی اور ہمہ گیر نہیں تصور کرتے تھے، ایک ایسی وحدت جس میں دل جڑ جائیں، افکار قریب تر ہو جائیں، صفیں برابر ہو جائیں اور جہاد میں خرابی کے راستے بند ہو جائیں"۔

فقہی اختلافات

مجاہد ابو اکرم فرماتے ہیں:

"فقہی امور میں شریعت کے اصولوں اور ضابطوں کو مدِ نظر رکھے بغیر اختلاف کرنا، جہاد کے آغاز سے ہی عام مجاہدین کی سطح پر یہ رویہ پایا جاتا تھا۔ شروع میں اس کا بڑا اثر نہ تھا۔ لیکن جب غلو اور تشدد کے حامل افراد جیا کی قیادت میں جا بیٹھے، تب یہی فقہی اختلافات مجاہدین کے ہاں عقیدہ سے بھی زیادہ اہمیت اختیار کر گئے، جن کی بنا پر ایک دوسرے کو بدعتی اور کافر قرار دیا گیا"۔

مرکزی تنظیم کا فقدان

مجاہد ابو اکرم فرماتے ہیں:

"جہاد کے آغاز میں مجاہدین کی پہلے سے کوئی تنظیم قائم نہ تھی، جس میں منہج اور عسکریت کے لحاظ سے قیادت سنبھالنے کے لیے ایسے افرادِ کار موجود ہوتے جو آنے والے مجاہدین کے جم غفیر کو اپنے اندر سمو لیتے، اور پھر تربیت دے کر شریعت کے دائرے میں رہتے ہوئے ان کے اختلافات کو ختم یا کم کر کے انہیں ایک سانچے میں ڈھال دیتے"۔

صالح قیادت کا فقدان

مجاہد ابو اکرم فرماتے ہیں:

"الجزائر کے وسیع علاقے پر جہاد کے پھیلنے اور جنگ کی شدت کے سبب شروع میں ہی جو تھوڑی سی صالح قیادت تھی، وہ شہید یا گرفتار ہوگئی۔ اس سے ناتجربہ کار اور ناپختہ افراد کے سامنے قیادت کے دروازے چوپٹ کھل گئے۔ نیز وہ شرعی، اخلاقی اور فہم و شعور کے اعتبار سے بھی اہلیت کے حامل نہ تھے"۔

جبکہ شیخ عطیۃ اللہ فرماتے ہیں:

"علمی اور اخلاقی کمزوریوں کے سبب قیادت میں خرابی پیدا ہوئی۔ جبکہ عام مجاہدین میں تمام غلو، ناخواندگی اور علم میں کمزوری کے باوجود خیر غالب تھی، وہ قائدین سے بہتر تھے۔

اس غالی قیادت نے اپنے سے قریب اپنے ہی ہم مشرب کو رکھا۔ جبکہ صالحین کو نہ صرف یہ کہ دور کر دیا، ان پر تہمتیں لگائیں، انھیں حقیر جانا اور بعد میں بہت سوں کو بے تکے بہانوں سے قتل کر دیا۔ اس طرح قیادت کے ہاں وہی شخص اپنی جگہ بنا سکتا تھا جو دین اور اخلاق میں کمزور ہو۔

یہی اللہ تعالیٰ کی سنت ہے۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: 'امیر بازار کے مانند ہے، جس قسم کا سامان اس میں بکتا ہے اسی طرح کا مزید آتا ہے'۔ قیادت تب ہی تربیت کرنے کے قابل ہوتی ہے اگر وہ خود تربیت یافتہ ہو۔ برتن سے وہی چیز نکلتی ہے جو اس میں ڈالی جائے۔ لیکن ان کی قیادت ہر اعتبار سے فاسد تھی۔ نہ مسلمانوں جیسا دین، نہ عربوں کے سے اخلاق، حتیٰ کہ نہ کافروں کا سا دنیاوی فہم۔ ان کے سامنے بہت سے اچھے منصوبے رکھے گئے لیکن وہ ہمیشہ ان سے انکار کرتے رہے"۔

راسخ اور متقی علماء کا فقدان

شیخ عطیۃ اللہ فرماتے ہیں:

"ناکامی کی وجوہات میں سے فکری اور علمی انتشار اور مرجعیت یا علمی قیادت کا فقدان بھی ہے۔ بے شک جہاد پر آمادہ افراد کے درمیان تصورات مختلف تھے۔ لیکن یہ اختلاف اور تنوّع بذات خود کوئی بری بات نہیں ہے، کیونکہ ہم تمام اسلامی فوجوں اور مجاہدین میں سو فی صد نکھار کی شرط نہیں لگا سکتے، اور نہ ہی یہ ممکن ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمۃ اللہ علیہم کے زمانے میں بھی اکثر فوجیں ایسی ہی ہوتی تھیں۔ لیکن خطرناک بات یہ ہے کہ ایسی مرکزی اور مضبوط علمی قیادت نہ پائی جائے جس پر لوگ متفق ہوں۔ یہ تو اندرونی عنصر تھا۔ لیکن بیرونی عنصر یہ تھا کہ اندرون اور بیرونِ ملک کے علماء نے ان کی مدد نہیں کی۔ علماء کا جہاد کے لیے نہ نکلنا بڑی وجہ ہے۔ اور بالآخر نیم عالم اور جاہل ان کی جگہ لے لیتے ہیں"۔

شیخ عاصم ابو حیان فرماتے ہیں:

"میرے خیال میں الجزائر کے جہاد کا اصل مسئلہ ایسے عوام میں بے تحاشا جوش ہے جن کے اکثر افراد ان پڑھ اور شریعت سے ناواقف ہوں۔ زمینی حقائق اور فقہ الواقع سمجھے بغیر اور متشابہات میں فرق کیے بغیر، محض دینی کتب یاد کرنے سے کامیابی نہیں آتی۔ اسی لیے مجاہدین کی بڑی تعداد خوارج کی فکر سے متاثر ہوئی اور حق و باطل کے درمیان تمیز نہ کر سکی۔ اور یہی میں نے جیا سے توبہ کر کے ہمارے ساتھ مل جانے والوں سے سنا ہے۔"

شیخ ابو اکرم فرماتے ہیں:

"جہاد میں شامل ہونے والے جوانوں کی بڑی تعداد ایسی تھی جنہیں اسلام کی طرف مائل ہوئے زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا"۔

شیخ ابو مصعب سوری فرماتے ہیں:

> ”پختہ علماء اور تجربہ کار قائدین کی جہاد میں کمی کی وجہ سے ہی غلطیاں ہوتی ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے (ولله الأمر من قوة الجاهل وعجز الثقة) یعنی جاہل کی قوت اور اچھے کی کمزوری سے اللہ لوگوں کو آزماتے ہیں“۔

امراء اور علمائے حق کے درمیان دوری

جس کا مطلب در حقیقت جہاد کو شریعت سے جدا کرنا ہے۔ حالانکہ شریعت سے ہی جنگ 'جہاد' بنتی ہے اور دین سے جدا ہونے سے جہاد دنیاوی جنگ میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ یہی معاملہ تب ہوتا ہے:

- جب اہلِ علم امراء کی اصلاح کریں یا ان پر تنقید کریں تو امراء ان کی سننے کی بجائے بس اپنی ہی من مانی کریں اور آزادی سے من مانی کرنے کے لیے اہلِ حق کو دور کر دیں یا قتل کر دیں۔
- پھر جب عام مجاہدین کے سامنے انھیں اپنے کرتوتوں کی دلیل کی ضرورت پڑ جائے تو وہ نیم عالم، نا پختہ اور ناتجربہ کار جوانوں کو عالم کے طور پہ ظاہر کر کے ان سے فتوے لیں۔
- پھر ایسے نیم ملا مقبولِ عام ہونے کے لیے ایسے فتوے جاری کریں جن میں شدت اور غلو کی کوئی نایاب قسم ہو۔
- پھر ایسے جہال علمائے حق کو گمراہ، بدعتی یا کافر قرار دے دیں۔

غلو اور خوارج کے نظریات

مجاہد ابو اکرم فرماتے ہیں:

> ”[ناکامی کے اسباب میں سے] غلو اور بے جا شدت پسندی کے لیے سازگار ماحول پیدا ہونا [بھی ہے]۔ جس کے عناصر میں:
>
> - خود قوم کے مزاج میں سختی کا ہونا۔

- جہاد میں محض بہادری اور جرأت کو برتری کا معیار قرار دینا۔
- غالی فکر کے ساتھ مداہنت کر کے اسے پنپنے کے مواقع فراہم کرنا[شامل ہیں]۔"

شیخ عطیۃ اللہ فرماتے ہیں:

"ان میں فقہ، شریعت، سنت، بدعت، کفر و ایمان، علماء اور دینی جماعتوں کے بارے میں کئی غلط تصورات تھے"۔

"96ء میں تو جیا میں غلو اور بھی زیادہ ہو گیا، یہاں تک کہ انھوں نے لوگوں کی تکفیر کر کے ان کے جان، مال اور عزت کو حلال کر لیا۔ اور بلا شک وہ خوارج بن گئے"۔

ارجائیت خود غلو کی غذا ہے

شیخ عاصم ابو حیان فرماتے ہیں:

"انصاف کی خاطر میں یہ کہوں گا کہ گمراہی اور فساد کی ذمہ داری صرف اہلِ غلو پر نہیں ہے۔ بلکہ غلو پھیلنے کے اسباب میں سے ایک خود ایسے افراد کا موجود ہونا ہے جو دین کے معاملے میں مداہنت کرتے ہوں۔ ارجائیت غلو کو پالنے والی بڑی غذا ہے۔ اوراس کے برعکس بھی صحیح ہے [یعنی خود غلو بھی ارجائیت کی غذا ہے]۔

جیا میں ایک دوسرا گروہ بھی تھا جو اپنے نظریات جہاد پر مسلط کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ وہ شیخ محمد السعید کے پیروکار تھے، جنھیں جزأرۃ کے نام سے جانا جاتا ہے۔ ان کی دینی معاملات میں سستی اور ڈھیلا پن مشہور تھا۔ ان میں گروہی مطالبات کے حصول کے لیے طاغوتی مرتدین کے ساتھ مذاکرات کی سوچ پائی جاتی تھی۔ [شیخ عطیۃ اللہ کا پہلے موقف گزر چکا ہے کہ شیخ محمد السعید کے تمام پیروکاروں کے بارے میں یہ کہنا مناسب نہیں ہے۔ ان میں صالح اور نیک افراد بھی تھے۔ باقی ایک عمومی مسئلہ ہو سکتا ہے کہ ان میں دینی احکام کے حوالے سے کچھ نرمی کا رویہ پایا جاتا ہو، جو ہر وقت مذموم نہیں ہوتا]۔

دوسری طرف جیش الإنقاذ بھی موجود تھا، جن کا مقصد، جیسے کہ وہ خود اعلان کرتے رہے ہیں، انتخابات اور پارلیمانی سیٹوں کو بحال کرنا تھا۔ اور چاہے انھوں نے پہاڑوں میں ہتھیار اٹھا رکھے تھے، لیکن ان کے دل اپنی تحلیل شدہ پارٹی جبہہ انقاذ اور اپنے گرفتار قائدین کے ساتھ تھے۔ اس لیے اس جماعت نے طاغوت کی طرف سے مذاکرات کے پہلے اشارے پر لبیک کہا اور تسلیم ہو جانے کے لیے مذاکرات شروع کر دیے۔ یہاں تک کہ یک طرفہ عارضی جنگ بندی کا اعلان کر دیا۔

اسی طرح ہم درباری علماء کی طرف سے برپا کیے گئے اندھا دھند حملوں سے بھی صرفِ نظر نہیں کر سکتے۔ انھوں نے فتووں کا ایک سیلاب بہا دیا، جس میں مجاہدین کو مجرم اور طواغیت کے سامنے تسلیم ہو جانے کو واجب قرار دیا۔ اس طرح بہت سے کمزور مجاہدین پھسل گئے۔

الجزائر کے جہاد پر تین طرف سے حملے ہوئے؛ چالاک کافر، ارجاء میں ڈوبے ہوئے درباری علماء اور مجاہدین میں خوارج اور اہلِ غلو۔ یہاں تک کہ جہاد کا قلع قمع ہونا قریب تھا لیکن اللہ نے اپنے فضل سے سچے گروہ کو ثابت قدم رکھا۔ تاہم اب بھی خارجی اور مرجئی افراد جہاد کو پہنچنے والی کسی بھی مصیبت کا سبب ہیں"۔

جیا کی شرعی گمراہیاں

امارتِ حرب کو امارتِ عمومی تصور کرنا

امارتِ حرب سے مراد جہاد کی ادائیگی کے لیے صفوں کو منظم کر کے ایک امیر مقرر کرنا ہے، جس کا دائرہ کار ظاہر ہے اس امارت سے بہت محدود ہے جو مسلمان کسی زمین پر تمکین حاصل کرنے کے بعد نظامِ حکومت چلانے کے لیے قائم کرتے ہیں۔

امارتِ جہاد کو امارتِ عمومی تصور کر لینے سے انھوں نے اپنی امارت کے لیے وہ احکام اختیار کیے جو عمومی امارت کے لیے لاگو ہوتے ہیں، جن میں سے ایک اہم حکم امارت پر خروج اور بغاوت کا ہے۔ عمومی امارت پر خروج اور خروج کرنے والے باغی کے ساتھ قتال ہو سکتا ہے۔ لیکن امارتِ جہاد سے نکلنے والے کو قتل نہیں کیا جا سکتا۔

اپنی جماعت کو واحد برحق جماعت گردانناً

جہاد میں عارضی تمکین اور فتح سے جہاں ایک طرف مجاہدین اپنی امارت کو عمومی امارت سمجھنے لگتے ہیں، وہاں ان میں تکبر اور غرور بھی پیدا ہوتا ہے، اور وہ اس کے نتیجے میں اپنی جماعت کو ہی واحد حق جماعت تصور کرنے لگتے ہیں، اور جن کے سامنے باقی سب حقیر لگنے لگتے ہیں۔ اس طرح وہ خود اپنے سامنے تعاون کی راہیں بند کر دیتے ہیں۔

ہر مجاہد پر اپنی بیعت کو لازم کرنا

الجزائر کے آغاز میں مجاہدین نے جہادِ افغانستان کی غلطیوں سے بچنے کے لیے یہ طے کیا کہ وہ صرف ایک جماعت تشکیل دیں گے اور الجزائر کی حدود میں جہاد کے لیے تمام آنے والے مجاہدین پر اسی ایک جماعت کی بیعت لازم کریں گے۔ ان کا موقف قطعاً یہ نہیں تھا کہ وہ بیعت اس لیے لازم کر رہے ہیں کہ ان کی امارت عمومی ہے یا وہ واحد برحق جماعت ہیں۔ لیکن بعد میں آنے والوں نے بیعت کو اس بنا پر لازم قرار دیا کہ ان کی امارت عمومی ہے اور وہی واحد برحق جماعت ہیں۔ اس طرح ایک طرف دیگر جماعتوں سے تعاون کی راہیں بند ہو گئیں اور دوسری طرف ان کے اندر سے جو بھی نکلتا، اسے بیعت سے روگردانی تصور کرتے ہوئے قتل کر دیا جاتا۔

ولاء وبراء[دوستی اور دشمنی]کا غلط معیار

کفار کے ساتھ ہر قسم کی ولاء (دوستی) اور مدد و نصرت کو ایک ہی مرتبے کا سمجھنا، یعنی کفر سمجھنا ان کا مسلک تھا۔ حتیٰ کہ ایسے افراد کو بھی قتل کرنا جو ایسے افراد سے محض تعامل کر لیں جنھیں باغی، فاسق، بدعتی، مرتد یا کافر قرار دیا گیا ہو۔ دلیل یہ دینا کہ تعامل بھی نصرت ہی کی ایک قسم ہے۔

سنت کا غلط معیار

شیخ عطیۃ اللہ فرماتے ہیں:

”[ان کے غلو کا] یہاں تک [حال ہوا] کہ پوری شریعت ان کے ہاں صرف تین الفاظ میں محدود ہو کر رہ گئی؛ فلاں چیز سنت ہے، فلاں بدعت ہے، اور فلاں منع ہے۔ چنانچہ اگر کوئی یہ کہہ دے کہ فلاں چیز مکروہ یا مستحب ہے تو اس پر نکیر ہوتی تھی۔

اکثر چیزیں ان کے ہاں 'سنت' بن گئیں۔ اور تمام سنتوں کو انھوں نے واجب اور فرض کے درجے میں رکھ دیا۔ اور اسی کی بنیاد پر لوگوں سے دوستی اور دشمنی کی، اور لوگوں کی درجہ بندی کی۔ بسا اوقات کئی لوگ فرض میں متساہل ہوتے تھے لیکن چونکہ ان کی نظر میں وہ سنت پر سختی سے عمل کرنے والے ہوتے تو انھیں بہتر سمجھتے۔ شریعت میں کسی کے تقویٰ، صلاح، ایمان اور احسان کی صفتوں سے تعریف کرنے کی بجائے ان کے ہاں تعریف کرنے کے لیے دو الفاظ کافی تھے؛ وہ سنتوں کو پسند کرتا ہے، جبکہ وہ نہیں کرتا۔ اور وہ سلفی ہے، جبکہ وہ نہیں ہے۔ نیز ان کے ہاں سنت پر عمل نہ کرنے کا مطلب یہ تھا کہ بدعت کا ارتکاب ہو رہا ہے“۔

تکفیر میں شدت

ان کی ایک گمراہی کسی مسلمان کو فاسق، بدعتی یا کافر قرار دینے میں شرعی ضوابط کا خیال نہ رکھنا تھی۔ ہر مخالف کو بدعتی قرار دے کر اسے قتل کرتے۔ پھر ہر بدعتی کی تکفیر کرتے اور مرتد کے طور پہ قتل کرتے۔

یہاں تک کہ انھوں نے محض ووٹ ڈالنے کی وجہ سے تمام عوام کو کافر قرار دے کر ان کے خون، عزت اور مال کو حلال قرار دیا۔ پھر ان کے مرتد ہونے کے ساتھ ساتھ ان کے بچوں اور خواتین کو بھی مرتد قرار دیا۔ پھر انھیں مرتد قرار دے کر ان کو غلام بنایا یا قتل کیا۔

قتل میں شدت

مجاہدین کے ہاں شہادت یا فتح کے جذبے کے تحت قتل ہونا یا کرنا، ایک معمول کی چیز بن جاتی ہے۔ لیکن اگر اس کے ساتھ جب انسانی جان کی حرمت اور قتلِ حق اور ناحق کی تفریق ذہن میں حاضر نہ رہے تو اس سے قتل میں تساہل پیدا ہوتا ہے۔ سابقہ تمام مسائل کو آخر کار قتل سے حل کرنا جیا کا طریقِ کار تھا۔ جس میں درج ذیل قتل شامل تھے:

- مصلحت، بغاوت، تعزیر اور شبہات کے نام پر قتل۔
- مصلحت اور سیاست کی بنا پر قتل کرنے کے جواز کو بغیر کسی قاعدے اور ضابطے کے ایک عمومی حکم سمجھ لیا، اس نعرے کے تحت کہ جس کا شر اس کے قتل کرنے کے بغیر نہیں دفع ہوتا، اسے قتل کر دیا جائے۔
- تحقیق اور قضا کے بغیر محض شک اور شبہات کے بنا پر قتل کرنا۔
- امارت کو عمومی سمجھتے ہوئے، ہر علیحدہ ہونے والے کو باغی قرار دے کر قتل کرنا۔
- باغیوں کا مثلہ بنانا اور اسے سنت قرار دینا۔
- ہر سنت کو واجب قرار دے کر اسے چھوڑنے والے کو بدعتی قرار دینا۔ اور بدعتی قرار دے کر تعزیر دینا، جس میں قتل کر دینا بھی شامل تھا۔
- بعد میں ہر بدعت کو بدعتِ مکفرہ قرار دے کر مرتد کے طور پہ قتل کرنا۔
- بلا ضابطہ تکفیر کا حکم لاگو کر کے مرتد کے طور پہ قتل کرنا۔
- جن افراد کے بارے میں شک ہو، انھیں بھی قتل کر دینا۔
- اس طرح بچوں، بوڑھوں اور خواتین کے قتل سے بھی دریغ نہ کرنا۔

- مسلم خواتین کو غلام بنا کر، ان سے جنسی خواہشات کی تکمیل کے بعد انھیں قتل کر دینا۔
- خود اپنے بچوں اور بیویوں کو دشمن کے ہاتھ لگنے کے ڈر سے مصلحتاً قتل کرنا۔

شیخ عطیۃ اللہ فرماتے ہیں:

> ”انتہائی شرمناک حد تک معاملہ پہنچ گیا۔ ان میں شرارتیں پھیل گئیں۔ یعنی دوسرے کو پھنسانا۔ ایک دوسرے کے لیے چالیں چلنا۔ ایک شخص اپنے ہی دوست، ہمسائے یا محلے والے کے بارے میں قیادت کو بتاتا کہ یہ فلاں شخص (ہو سکتا ہے کہ دو سال پہلے کی بات ہو) شلوار ٹخنوں سے اوپر نہیں کرتا تھا۔ اور ایک دن اس نے یہ کہا کہ یہ فلاں بدعتی و گمراہ صفوں میں گھسا ہوا ہے اور اپنے آپ کو چھپاتا ہے، اسے سنتوں سے نفرت ہے، میں اسے جانتا ہوں، یہاں تک کہ امیر اسے قتل کروا دیتا۔ اس معاملے کو بیان کرنا بھی مشکل ہے۔ اور جس نے خود نہ دیکھا ہو اس کے لیے تو ماننا بھی مشکل ہے۔ بہر کیف! تو یہ قیادت تھی جیا کی۔ جب قیادت ایسی ہو تو پھر یہ نہ پوچھیں کہ جو ہوا کیوں ہوا“۔

جیا کی سیاست کی غلطیاں

انکارِ منکر میں سختی

سگرٹ نوشی، ٹی وی، ٹخنوں سے نیچے پائنچے، اور بے پردگی جیسے منکرات پر انکار کرتے ہوئے انتہائی درشتی اور سختی سے پیش آتے تھے۔

قبل از وقت احکام کا نفاذ

جیا مضبوط بھی تھی اور اسے وسیع عوامی حمایت بھی حاصل تھی۔ اور شیخ ابو عبد اللہ احمد کے زمانے میں کئی علاقوں میں تمکین بھی حاصل تھی۔ اس وجہ سے جماعت نے شریعت کے کئی ایسے احکام نافذ کرنا شروع کر دیے جو دراصل کامل تمکین کے زمانے میں نافذ ہو سکتے ہیں۔

عوامی معیشت کو نقصان

چند ایسے اقدامات بھی کیے جن سے دشمن کی بجائے عام مسلمانوں پر برا اثر پڑا۔ اس کی بڑی مثال فرانسیسی مصنوعات کا بائیکاٹ ہے۔ شروع میں عوام کو رونو، پیجو اور سیتروان گاڑیاں بنانے والی بڑی فرانسیسی کمپنیوں کے بائیکاٹ پر مجبور کیا، لیکن بعد میں بائیکاٹ کو فرانس سے درآمد شدہ ایسی اشیائے صرف تک بڑھا دیا جو معاشرے کی بنیادی ضروریات میں سے تھیں۔ پھر جب کوئی تاجر بائیکاٹ کی ہدایات کی مخالفت کرتا، تو اس سے یہ مصنوعات زبردستی لے کر ضائع کر دی جاتیں۔ اس سے فرانسیسی اقتصاد تو کیا کمزور ہوتا، خود عوام متاثر ہونے لگے۔

غیر حکیمانہ انتظامی ہدایات

بظاہر مجاہدین اور عوام کی بہتری کے لیے ایسی انتظامی ہدایات نافذ کی گئیں جس سے فائدے کی بجائے الٹا نقصان ہوتا رہا، اور نقصان ظاہر ہونے کے باوجود انھیں تبدیل نہیں کیا گیا۔

مثلاً پٹرول کی قیمتوں پر ایک انتظامی حکم سے حد مقرر کر دی گئی، لیکن یہ نہ دیکھا کہ پٹرول فروخت کنندگان کا اس وجہ سے کاروبار ہی ٹھپ ہو رہا ہے۔ نیز خلاف ورزی کرنے والوں کے پٹرول اسٹیشن کو توڑ پھوڑ کر کاروبار ہی ختم کر دیا جاتا۔

مجاہدین کی شناخت کے تحفظ کے لیے شناختی کارڈ ضبط کرنے کی ہدایت نافذ ہوئی۔ لیکن اس سے عوام الناس کی سرکاری علاقوں میں نقل و حرکت بری طرح متاثر ہوئی۔

ہدایات کا بُرے طریقے سے نفاذ

اس کے علاوہ ہدایات نافذ کرنے کے طریقے بھی انتہائی منفی ہوتے تھے۔ نافہم، سخت مزاج اور ترش رو مجاہدین یہ کام کرتے تھے، جو خود اسلام کا علم کم ہی جانتے تھے۔

جیا کی اخلاقی برائیاں

شیخ عطیۃ اللہ فرماتے ہیں:

"ناکامی کے اسباب میں دوسرا بڑا سبب برے اخلاق تھے۔ لوگوں کے ساتھ تعامل میں سختی، درشتی، اکڑپن پایا جاتا تھا۔ غلطیوں کو معاف نہیں کرتے تھے۔ محترم اور اہلِ فضل کے ساتھ بے ادبی سے پیش آتے تھے۔ عجب، غرور اور تکبر جیسی باطنی بیماریاں اس کے علاوہ ہیں۔

وہ کہتے تھے کہ جہاد میں احساسات کا کیا کام؟ **لا عاطفة في الجهاد**۔ اور جزأرہ والوں کو مذمت کے طور پہ کہتے تھے کہ وہ جذبات اور احساسات والے ہیں۔ کیونکہ وہ رحم دل تھے اور لوگوں کی دلجوئی کرتے تھے۔ ان لوگوں کو قوم اور عوام کی کوئی پرواہ نہیں تھی۔ جو لوگوں کی دلجوئی کی بات کرتا، اسے برا بھلا کہتے"۔

مجاہد ابو اکرم فرماتے ہیں:

"جیا کی قیادت دین میں غلو کی مرتکب تھی۔ اور اس کی وجہ شریعت کے احکام سے لاعلمی، کتاب و سنت کی غلط تشریح کے ساتھ ساتھ تکبر، غرور، سخت روی، دوسروں کی تحقیر اور اختلاف کے آداب سے ناواقفیت جیسی اخلاقیات تھیں"۔

"جاہل مجاہدین نے ایسی حرکتیں کیں جن سے عوام نے مجاہدین سے نفرت کرنا شروع کر دی۔ سخت مالی سزائیں لاگو کی گئیں، مخبری کے شک میں عام افراد کو قتل کیا گیا، ان کی قوم کے سامنے ان کا مثلہ بنایا گیا، قوم کے عمائدین کو عوام الناس کے سامنے ذلیل کیا گیا، تمباکو کے استعمال پر حد سے زائد کوڑے لگائے گئے، راتوں کو گھروں پر چھاپے مارے اور گھر والوں کو ڈرایا دھمکایا گیا، لوگوں سے زبردستی بغیر کسی معاوضے کے گاڑیاں لی گئیں۔

یہ سب جیا کی گمراہی سے پہلے واقع ہو چکا تھا۔ جبکہ گمراہی کے بعد تو معاملہ ہی کچھ اور تھا۔ لوگوں کو مرتد قرار دیا گیا، ان کے مال، جان اور عزت لوٹنا اپنے لیے جائز سمجھا گیا، قتلِ عام کیا گیا، مسلم خواتین کو لونڈیاں بنایا گیا، مسلمان بچوں اور بوڑھوں کو قتل کیا گیا"۔

دشمن کی چالبازیاں

شیخ عطیۃ اللہ فرماتے ہیں:

"ٹھیک ہے کہ انٹیلی جنس کا ایک کردار رہا ہے، لیکن یہ سب کچھ انٹیلی جنس نے نہیں کیا۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے کوئی کہے کہ دشمن اس لیے جیتا کہ اس نے مجھے دھوکہ دیا۔ تو آیا دشمن کا کام دھوکہ دینے کے علاوہ بھی کچھ ہوتا ہے؟ اگر اے غالی گمراہ! تم خود صحیح ہوتے تو انٹیلی جنس کبھی بھی تم میں نہیں گھس سکتی تھی"۔

مجاہد ابو اکرم فرماتے ہیں:

"یہاں تک کہ طاغوت کو ان کے کرتوتوں کی وجہ سے سانس لینے کا موقع ملا، جبکہ قریب تھا کہ نظام گر جاتا۔ اس موقعے سے اس نے بہترین فائدہ اٹھایا۔ ایک طرف تو مجاہدین کا چہرہ مسخ کیا، دوسری طرف عوام کو مجاہدین کا دشمن بنا دیا اور انھیں مسلح کر کے انھی کے ذریعے مجاہدین کے خلاف جنگ چھیڑ دی، اور تیسری طرف اس جہنم سے بھاگنے والوں کے لیے تسلیم ہو جانے کے دروازے کھول دیے۔

چنانچہ الجزائری حکومت کی اقتصادی صورت حال میں بہتری ہوئی، جس سے اس نے عوام کے دل جیتے اور انہیں مجاہدین کے خلاف کر دیا۔ سابق صدر **أحمد أبو يحيىٰ** نے 2004ء میں صدارتی انتخابات کے دوران ایک خطاب میں کہا کہ 'اگر ہم اس اقتصادی ترقی کو دہشت گردی کے خاتمے کے لیے نہ استعمال کر سکے، تو ہم نے کچھ بھی نہیں کیا'۔

حکومت اس جنگ پر سیاسی لبادہ چڑھانے میں کامیاب ہو گئی۔ حکومت نے **الجیش الإسلامی** کے تسلیم ہو جانے کو ایسے پیش کیا گویا کہ جہاد سے پہلے **الجبہة** کا پورا اسلامی سیاسی انقلاب اور نفاذِ شریعت کا موقف ہی غلط تھا۔

حکومت نے شرعی لبادہ اوڑھنے کی بھی کوشش کی۔ وہ ایسے کہ سینکڑوں داعی اور اسلامی مفکرین کو الجزائر آنے کی دعوت دی تاکہ وہ عوام کو دہشت گردوں کی جنگ کا غلط، گمراہ کن اور بے نتیجہ ہونا ثابت کریں۔ ان میں مشہور داعی **محمد حسان** اور **عائض القرنی** شامل ہیں۔ یہ عوام کو نصیحت کرتے تھے کہ وہ مجاہدین کے خلاف حکومت کا ساتھ دیں۔ یہ ان فتوؤں کے علاوہ ہے جن پر 100 سے زیادہ علماء نے دستخط کیے تھے۔

حکومت نے عوام کے ساتھ 'گاجر اور ڈنڈے' (Carrot & Stick) کی سیاست استعمال کی۔ جو بھی مجاہدین کے ساتھ ادنیٰ قسم کا بھی تعامل کرتا، تو اس پر سخت ترین سزائیں نافذ کر دی جاتیں۔ اور اس کے مقابلے میں جو چھوٹی سی معلومات بھی حکومت کو دے، تو اس کے لیے بڑے انعامات رکھے۔ یہاں تک کہ کسی مجاہد کو قتل کرنے میں مدد دینے کے بدلے 500 ملین نقد اور گھر دیا جاتا ہے"۔

فصل سوم: نتائج

عوامی تائید گنوا دینا

مجاہد ابو اکرم فرماتے ہیں:

"شروع میں مجاہدین کو عوامی تائید حاصل تھی۔ عوام اپنے گھروں کو مجاہدین کے لیے کھولتے تھے، انھیں دن رات پناہ دیتے تھے، ان کے لیے کھانا تیار کرتے تھے، ان کے کپڑے دھوتے تھے، ان کے لیے اشیائے ضرورت خریدتے تھے، انھیں شکار کے لیے رکھی ہوئی گنیں اور پستولیں دیتے تھے، اپنی سواریاں ان کے حوالے کرتے تھے اور دشمن کی معلومات ان تک پہنچاتے تھے۔ اسی لیے مجاہدین طاغوت پر غالب تھے"۔

"لیکن جو جرائم جیا نے عوام کے حق میں کیے انہیں بھلایا نہیں جاسکتا۔ گوریلا جنگ کی بنیاد ہی عوام کی حمایت پر ہوتی ہے۔ جیا کے حرکتوں کی وجہ سے یہ حمایت انتہائی کمزور ہو گئی۔ پھر زیادہ عرصہ گزرنے کے ساتھ لوگ بھی اکتا جاتے ہیں۔ آج الجزائری جہاد پر 25 سال ہونے کو ہیں"۔

شیخ ابو مصعب سوری فرماتے ہیں:

"گوریلا جنگ اور جہاد کا بنیادی عنصر 'عوامی تائید' ہی ہے۔ دشمن عوامی حمایت کو کم کرنے کے لیے خود مجاہدین کی غلطیوں سے فائدہ اٹھاتا ہے۔ تکفیر، خون ریزی، مجرمانہ ذہنیت اور جہالت کا الزام مجاہدین پر لگانا، طاغوتی حکومتوں کا سب سے کارگر حربہ ہے۔ تا کہ امت سے انہیں دور کر دیں"۔

اس طرح الجزائر کے عام مسلمان ایک طرف مجاہدین اور دوسری طرف ظالم مرتد حکمرانوں کے شکنجے میں پھنس گئے۔ ظالم مرتد حکومت بھی اپنی طرف سے دہشت گردی کے خلاف جنگ کے بہانے عوام کو تنگ کرنے کا کوئی موقع نہ چھوڑتی تھی۔ اور اسے چالاکی اور عیاری کے ساتھ مجاہدین کے خلاف استعمال کرتی تھی۔

جہاد پر منفی اثرات

شیخ عطیۃ اللہ فرماتے ہیں:

”الجزائر میں اس گمراہی کا تو کافی گہرا اثر رہا۔ لیکن باقی عالمِ اسلام میں نسبتاً کم۔ یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے کہ باقی دنیا کے مسلمانوں نے ان بھیانک اور افسوسناک واقعات کا از خود مفروضہ بنالیا کہ یہ سب کچھ حکومت نے کیا ہو گا۔

اور ظاہر ہے سب سے گہرا اثر تو خود ان مجاہدین پر تھا جو ان حالات سے گزرے (بر خلاف اس کے جس نے اسے دیکھا تک نہیں)۔

انھیں اچھا خاصا وقت درکار ہے، تا کہ وہ اس ڈراؤنے خواب سے جاگیں۔ الجزائری عوام کو اتنے بڑے صدمے کے بعد ایک اچھا خاصا وقت درکار ہے، تا کہ منفی اثرات مٹ جائیں اور دوبارہ ان کے ہاں شوق اور آرزو پیدا ہو۔ اور وہ ایک دفعہ پھر انقلاب اور جہاد کے لیے تیار ہو جائیں۔

لیکن مجاہدین کو چاہیے کہ وہ صبر و اجر کی نیت سے ثابت قدم رہیں۔ تجدید اور احیائے جہاد میں اپنے کردار کو بخوبی سمجھیں۔ معاشرتی علوم اور نفسیاتی علوم کو جانیں جن سے ایسے افسوسناک حالات سے گزرنے میں مدد ملے۔ اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کریں اور نصرت کی امید رکھیں“۔

مجاہد ابو اکرم فرماتے ہیں:

”حالیہ مجاہدین کی صورتِ حال یہ ہے کہ وہ اکثر علاقوں سے بے دخل ہو چکے ہیں۔ کیونکہ انہیں ابھی تک جیا کے غلو کی سزا مل رہی ہے۔ اس کے باوجود ابھی تک ایسے مجاہدین موجود ہیں

جو موت کو ذلت پر ترجیح دیتے ہیں۔ اور جن کا حال کہتا ہے کہ ہمیں مرتدین کے خلاف لڑنے میں ذرہ برابر افسوس نہیں"۔

فصل چہارم: چند اہم قابلِ غور پہلو

عوام جہاد کی حمایت کیوں کریں؟

شیخ عطیۃ اللہ فرماتے ہیں:

"الجزائری عوام کے ایک بڑے حصے کو اب تک یقین ہے کہ نظامِ حکومت کافر، سیکولر، لا دین، شریعت کا دشمن اور کرپٹ ہے۔ لیکن مسئلہ یہ رہ جاتا ہے کہ عوام کے ذہن میں حکومت کے خلاف انقلاب اور جہاد کے فائدے کی امید کتنی ہے؟ خاص کر جب کہ پہلے وہ سخت تجربے سے گزر چکے ہوں۔ جہاد سے پہلے قوم بے حد پر امید تھی اور جتنا وہ پر امید تھی، گمراہی کے بعد وہ اتنی ہی مایوس ہوئی۔ یہاں تک کہ کئی لوگ یہ سوچنے لگے کہ نظامِ حکومت کے کفر و ارتداد اور فساد کے باوجود وہ انسانیت سوز قتلِ عام اور افراتفری سے بہتر ہے۔

یہ سمجھنا ضروری ہے کہ عوام الناس کے لیے اولین ترجیح آرام دہ زندگی، امن و امان اور معاشی ترقی ہوتی ہے۔ دین عوام الناس کے لیے دوسرے مرتبے میں آتا ہے۔ اس لیے عوام کے ساتھ سیاست سے چلنا پڑتا ہے۔ انھیں مختلف بہانوں سے ابھارنا ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ مختلف وجوہات کے سبب بالآخر اسلام اور جہاد کے قریب ہوتے جائیں۔ ظاہر ہے یہ نہ ممکن ہے اور نہ ضروری ہے کہ اکثر لوگ ہماری طرح یقین کر لیں کہ نظام ہی کافر ہے۔ ہمارے لیے یہ کافی ہے کہ جہاد کی جدوجہد کے دوران عوام مختلف اسباب اور وجوہات کے تحت حکومت پر ہمارے خروج کی حمایت کریں۔ کوئی ہمارے ساتھ اس لیے متفق ہو گا کہ حکومت کافر اور مرتد ہے، کوئی اس

لیے کہ وہ سمجھتا ہے کہ نظام ظالم ہے، کوئی اس لیے کہ وہ سمجھتا ہے کہ حکومت کرپٹ ہے۔ اور کوئی ایسی ہی کسی اور وجہ سے۔

ہمارے لیے یہ ضروری ہے کہ عوام کی ایک مناسب تعداد ہماری حمایت کرے، ہم سے محبت رکھے اور حکومت کے مقابلے میں ہمیں ترجیح دے۔ انھیں یقین ہو کہ ہم عدل و انصاف اور رحمت و احسان کا پیغام لے کر آئے ہیں اور بھلائی اور اصلاحِ احوال چاہتے ہیں۔ ہمیں یہ نہ کہیں کہ **إن تريد إلا أن تكون جباراً في الأرض وما تريد أن تكون من المصلحين**[58]۔

90ء کی دہائی میں مجاہدین کے بارے میں یہ مثبت سوچ الجزائر میں غیر معمولی طور پہ موجود تھی۔ میں نے نہ اس سے قبل ایسا دیکھا سنا اور نہ اس کے بعد"۔

مجاہدین کامیاب کیوں نہیں ہوتے؟

شیخ عطیۃ اللہ فرماتے ہیں:

اب تک امت فتح کے لیے تیار نہیں ہے

"مجاہدین اللہ کی راہ میں جہاد کر رہے ہیں، اپنا فرض ادا کر رہے ہیں، اپنے رب کا حکم اس کی رضامندی کی آرزو اور اس کی پکڑ کے ڈر سے مان رہے ہیں۔ اپنے رب کی تعظیم اور احترام میں رب کے ہر حکم کے سامنے سرِ تسلیم خم ہیں، اور حریص ہیں کہ آخرت کے دن وہ نجات پا جائیں۔ جس دن کسی ظالم کا عذر نہیں چلے گا، ظالموں پر لعنت ہو گی اور ان کا ٹھکانہ جہنم ہو گا۔

ایسے افراد کا اجر اللہ کے ذمے ہے۔ اللہ ان سے قبول فرمائے۔ اور وہی امت کے بہترین لوگ ہیں۔ اس بارے میں صرف وہی بحث کرتا ہے جس کی بصیرت کو اللہ نے اندھا کر دیا ہو۔

[58] "تمہارا مقصد اس کے سوا کچھ نہیں کہ تم زمین میں اپنی زبردستی جماؤ، اور تم مصلح بننا نہیں چاہتے"۔ [القصص:۱۹]

لیکن حقیقت یہ ہے کہ آج تک امت، بحیثیتِ اکائی، مجاہدین کا ساتھ نہیں دے پائی۔ اور مجاہدین میں سے جن کا ساتھ کسی عرصے میں دیا بھی ہے، پہلا فتنہ ہوتے ہی ان سے بے رخی اختیار کر لیتی ہے۔ مسلم اقوام کی اکثریت تمام سطحوں پر، خاص کر علمی اور فکری قیادت کی سطح پر، یعنی کہ علماء اور اسلامی تحریکیں اب تک کافی پیچھے ہیں۔ اس لیے فتح میں تاخیر کوئی حیرانی کی بات نہیں۔ اس دنیا کے لیے اللہ تعالیٰ کی سنت کسی کے ساتھ خصوصی معاملہ نہیں کرتی"۔

مجاہدین اب تک قابلیت کے معیار پر پورے نہیں اترے

"لیکن جہاد جاری رہے گا۔ اور اس میں شامل لوگ ہی فتح یاب ہوں گے۔ اللہ سے دعا ہے کہ مجاہدین حق پر قائم طائفہ منصورہ میں سے ہوں۔ انھوں نے اپنے آپ کو بچا لیا ہے اور اپنے دین کی حفاظت کر لی ہے۔ رہا وہ کہ جس نے تاخیر کی، یا مدد نہ کی، یا الٹا پھر گیا، تو اس کا گناہ اسی کے سر ہے۔ مجاہدین فتح کی صورتوں میں سے کسی ایک صورت میں تو کامیاب ہی ہیں۔

﴿قُلْ هَلْ تَرَبَّصُونَ بِنَا إِلاَّ إِحْدَى الْحُسْنَيَيْنِ وَنَحْنُ نَتَرَبَّصُ بِكُمْ أَن يُصِيبَكُمُ اللّهُ بِعَذَابٍ مِّنْ عِندِهِ أَوْ بِأَيْدِينَا فَتَرَبَّصُواْ إِنَّا مَعَكُم مُّتَرَبِّصُونَ﴾ [التوبة:٥٢][59]

اور جنہوں نے مجاہدین کی مخالفت کی، ان کے ساتھ خیانت کی اور ان کے خلاف جنگ کی تو ان کے لیے صرف تباہی ہے۔

مغربِ اسلامی میں جہاد کے لیے کافی کوششیں ہوئی ہیں جو کہ آج تک جاری ہیں۔ ہاں کئی وجوہات کے سبب شکست اور خسارہ ہوتا ہے۔ لیکن جیسا کہ ہم نے پہلے کہا، افسوس کے ساتھ،

[59] ترجمہ: "کہہ دو کہ تم ہمارے لیے جس چیز کے منتظر ہو، وہ اس کے سوا اور کیا ہے کہ (آخر کار) دو بھلائیوں میں سے ایک نہ ایک بھلائی ہمیں ملے۔ اور ہمیں تمہارے بارے میں انتظار اس کا ہے کہ اللہ تمہیں اپنی طرف سے یا ہمارے ہاتھوں سزا دے۔ بس اب انتظار کرو، ہم بھی تمہارے ساتھ منتظر ہیں"۔

ممکن ہے کہ فی الحال مجاہدین میں اتنی ہی قابلیت ہو۔ اور ہم اسی نتیجے کے مستحق ہوں، اگر ہم اللہ کی تکوینی سنتوں کے معیار کے مطابق اپنے آپ کو جانچیں۔

﴿مَّا أَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّهِ وَمَا أَصَابَكَ مِن سَيِّئَةٍ فَمِن نَّفْسِكَ وَأَرْسَلْنَاكَ لِلنَّاسِ رَسُولاً وَكَفَى بِاللّهِ شَهِيداً﴾ [النساء:۷۹][60]

﴿وَمَا أَصَابَكُم مِّن مُّصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ وَيَعْفُو عَن كَثِيرٍ﴾[الشوری:۳۰][61]

لیکن ہم اللہ کے فضل کے متلاشی اور اللہ کے در گزر اور رحمت کے طلبگار ہیں۔ اور اللہ ہی دروازے کھولنے والا فتاح اور سب کچھ جاننے والا علیم ہے"۔

لیکن مجاہدین ہار کر بھی کامیاب ہیں

"مجاہدین خسارے میں نہیں ہیں، چاہے شکست کھا جائیں اور مغلوب ہو جائیں۔ بلکہ وہ ہر حال میں کامیاب ہیں۔ برا کہنے والے انہیں کیوں دُہائیاں دیتے ہیں۔ اللہ کی قسم! رونا تو اسے چاہیے جو ان کے ساتھ نہ ہو اور جہاد جیسے عمل سے محروم ہو۔

یہ کوششیں اگرچہ شکست سے بھی دوچار ہوئیں،
لیکن جاری رکھنے، ثابت قدم رہنے اور جدوجہد کے دوام سے...
ہر بار نئے خون کے شامل ہونے سے...
امت اور جہادی تحریک کی عمومی بشارتوں سے...

[60] ترجمہ: "تمہیں جو کوئی اچھائی پہنچتی ہے تو وہ محض اللہ کی طرف سے ہوتی ہے، اور جو کوئی برائی پہنچتی ہے، وہ تو تمہارے اپنے سبب سے ہوتی ہے، اور (اے پیغمبر!) ہم نے تمہیں لوگوں کے پاس رسول بنا کر بھیجا ہے، اور اللہ (اس بات کی) گواہی دینے کے لیے کافی ہے"۔

[61] ترجمہ: "اور تمہیں جو کوئی مصیبت پہنچتی ہے، وہ تمہارے اپنے کیے ہوئے کاموں کی وجہ سے پہنچتی ہے، اور بہت سے کاموں سے تو وہ در گزر ہی کرتا ہے"۔

اور اللہ کے فضل و کرم سے... یہ آخر کار مجموعی طور پہ پاکیزہ اور باعزت تاریخ ہے۔
یہی خیر و برکت اور عزت و فضلیت ہے۔ اور یہی آنے والی فتح کا راستہ ہے، چاہے جتنی بھی دیر ہو جائے۔ اور یہ فتح میں تاخیر بھی اس لیے ہے تاکہ اللہ تعالی جیسے چاہے اپنی کامل حکمت کے موافق مخلوق کا امتحان لے۔ **قل فللّه الحجة البالغة**"۔

مجاہدین کا اسلام پسندوں سے مقابلہ

شیخ ابو مصعب سوری تجزیہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"اگر اسلامی معاشروں میں حقیقی جمہوریت ہو تو اسلام پسندوں کا ہی انتخاب ہو گا۔ اس لیے اسلامی ممالک کی طاغوتی حکومتیں سب سے زیادہ اعتدال پسند اسلامی جماعتوں کو بھی کام کرنے کی اجازت نہیں دیں گی کہ وہ حکومت تک پہنچ جائیں۔ مسلم جماعتیں کتنی ہی مغرب پرست ہو جائیں، پھر بھی مغرب ان کا دشمن رہے گا۔

دوسری طرف جب سے اخوان المسلمون اور ان کے طریقے پر چلنے والی جماعتوں نے سیاسی پارٹیوں اور جمہوریت کا راستہ چنا ہے، اس وقت سے وہ کوشش میں ہیں کہ وہ آئینی اقتدار میں شامل ہوں۔ جس کی وجہ سے انہیں لا محالہ جہادی دھارے کے خلاف ایک محاذ کھڑا کرنا پڑتا ہے۔ اور اقتدار تک پہنچنے کے لیے اس محاذ میں وہ پورے زور و شور سے شریک ہوتے ہیں۔ اس کے مقابلے میں مجاہدین کو غیر جہادی اسلامی بیداری کی تحریکوں کے سامنے دلیل اور حجت کے میدان میں کودنا پڑتا ہے۔ یہ محاذ افغانستان کے جہاد کے زمانے میں میدانِ جہاد میں ہی شروع ہو گیا تھا۔ اور جیسے جیسے جہاد پھیلا تو یہ محاذ بھی پھیل گیا۔

اگر جبہہ انقاذ والے انتخابات کے بعد خمینی کے انداز میں ہی مظاہرے جاری رکھتے تو جہاد میں جتنا خون بہا، اس سے بہت کم خون بہنے سے وہ صدارتی محلوں کی طرف جوانوں کو چڑھا دوڑتے اور حکومت کو اپنے ہاتھ میں لے لیتے۔ لیکن یہ نہیں ہوا۔

مغرب کی سیاست تھی، جیسا کہ فرانسیسی صدر میتراں نے اعلان کیا تھا، کہ شدت پسند اسلامیوں کو اعتدال پسند اسلامیوں کے ذریعے ختم کرو۔ اس لیے بہت سے جمہوری اور سیاسی اسلامیوں نے اعتدال پسندی کو اپنا کر درمیان میں جہاد کو بھی لتاڑا، تاکہ انہیں مغرب میں پذیرائی حاصل ہو۔

ایسے طفیلی ہر مسلح تحریک کے بعد کھڑے ہو کر سیاست اور میڈیا پر آجاتے ہیں، مجاہدین کی مخالفت کے نام پر رقم جمع کرتے ہیں۔ خود آسودگی میں رہتے ہیں اور اس قیمت کے بدلے منافقت اور مغرب کی چاپلوسی کرتے ہیں۔ یہ تجربہ ہر مسلح تحریک کے بعد ہوتا ہے۔

ایک مصیبت ان اعتدال پسند اسلامیوں کی یہ ہے کہ وہ جمہوریت کی حمایت اور جہاد کی مخالفت پر اتر آتے ہیں۔ اور ان کے مقابلے میں گمراہ اور غلو والے مجاہدین ہیں جو صحیح منہج والوں کو بھی مرتدین کی صف میں سمجھ بیٹھتے ہیں"۔

اب بھی مسلمانوں کے سامنے فتح وغلبہ کا درست راستہ مغرب کے مسلط کردہ نظامِ جمہوریت میں نہیں، بلکہ دعوت وجہاد کے ذریعے نظامِ اسلامی کے قیام میں ہے۔

علاقائی جہاد بمقابلہ عالمی جہاد

شیخ ابو مصعب سوری کہتے ہیں:

"علاقائی جہاد کا زمانہ گزر چکا ہے۔ اب عالمی سطح پر جہاد کے خلاف گٹھ جوڑ کے لیے اسی کی طرح گٹھ جوڑ کرنا ہوگا۔ کسی بھی اسلامی ملک کے باشندے یہ نہیں کہہ سکتے کہ ہمارے جہاد میں دیگر ممالک کے افراد نہ آئیں۔ الجزائر میں یہ تھا۔ ہم سب ایک ہیں"۔

اور ایک ہونا پڑے گا، تاکہ دشمنوں کے مقابلے میں کسی خاص علاقے کے مجاہدین ہی نہ ہوں، بلکہ پوری امت اور پوری امت کے مجاہدین ہوں۔

مقامی دشمن اور عالمی دشمن کے مقابلے میں عملی توازن

شیخ عطیۃ اللہ فرماتے ہیں:

”میں نہیں سمجھتا کہ الجزائری مجاہدین کو اپنی حکمتِ عملی تبدیل کرنی چاہیے کہ وہ مقامی حکومت سے صرف اپنا دفاع کرے، جبکہ اصل ہدف امریکہ کو رکھے۔ وہ تو کئی سالوں سے مقامی حکومتوں کے ساتھ جنگ میں ہیں۔ امریکہ تو ابھی میدان میں کودپڑا ہے، اور کودنے کے بعد اب پھنس گیا ہے۔ امریکہ کا ایسے وقت میں آنا مجموعی طور پہ مفید ہے۔ اور بڑا فائدہ تو یہ ہوا کہ تمام جہادی تحریکوں کے سامنے دشمن ایک ہو گیا یعنی امریکہ اور اس کے پٹھو۔ یہ اللہ کا ہم پر کرم ہے اور ہمارے دشمن کے خلاف ایک چال ہے“۔

فصل پنجم: نصیحتیں

شیخ عطیۃ اللہ فرماتے ہیں:

”اور ہاں نوجوانوں کو چاہیے کہ خود حقیقت معلوم کریں اور اطمینان حاصل کریں۔ یہ ہر ایک کا حق ہے اور فضیلت کی بات ہے۔ لیکن ہر حقدار کو اس کا حق دیں۔ اور شرعی فرض ادا کرنے کے لیے وسوسوں اور مخالفین کی باتوں میں بھی نہ آئیں۔

کئی لوگ جہالت اور دین سے لاعلمی کے سبب کسی بھی جہادی جماعت کا ساتھ دینے سے رک جاتے ہیں جو کافر اور مرتدین کے خلاف لڑتی ہو، یہ کہتے ہوئے کہ جیسا پہلا تھا ویسا ہی بعد والا ہو گا، اور یوں اللہ کے حکم سے ہٹ جاتے ہیں۔ حالانکہ ہر مسلمان پر واجب ہے کہ وہ حق کو حق جانے، اور اپنے اوپر فرض کو پہچانے، اس پر عمل کرے، صبر کرے، اور اللہ سے اجر کی امید رکھے۔ یہ جان لے کہ اسے ابتلاء اور امتحان کی خاطر ہی پیدا کیا گیا ہے۔ وہ کمزور اور فقیر ہے جس کی اپنی کوئی قیمت نہیں۔ کل موت نے آنا ہے اور اس کے سامنے مواقع ختم ہو جانے ہیں۔ پس وہ کوشش کرے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے اولیاء کی صف میں شامل ہو۔

﴿یا أیہا الذین آمنوا اتقوا اللہ وکونوا مع الصادقین﴾ [التوبة:119][62]

﴿إن الذین یحادّون اللہ ورسولہ أولئك في الأذلین﴾ [المجادلة:20][63]

﴿ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ شَاقُّوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَمَن يُشَاقِّ اللَّهَ فَإِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ﴾ [الحشر:4][64]

[62] ترجمہ: ”اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو، اور سچے لوگوں کے ساتھ رہا کرو“۔

[63] ترجمہ: ”بے شک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں، وہ ذلیل ترین لوگوں میں شامل ہیں“۔

شیخ عاصم ابو حیان مجاہدین کو جہاد کی کامیابی کے لیے اہم عناصر کی طرف توجہ دلاتے ہوئے نصیحت فرماتے ہیں:

”اللہ کا تقویٰ اختیار کیا جائے۔ عمل میں اخلاص، حق پر ثابت قدمی، جہاد کی مشکلات پر صبر، دشمن کے خلاف مضبوط ارادہ،[یہ تمام امور ضروری ہیں۔]

وحدت صرف اللہ کی خاطر ہو، واضح منہج اور سلف صالحین کے طریقے پر ہو اور وحدت کا مقصد واضح اور سب کو معلوم ہو۔ اور یہ کہ مقصد دین کی نصرت، اعلائے کلمۃ اللہ اور شریعت کا نفاذ ہے۔

وحدت کو شریعت کے ضابطوں، بہترین اخلاق، آدابِ اختلاف، حسنِ ظن اور حسنِ معاشرت سے آراستہ کیا جائے۔

اہلِ علم، اہلِ فن، اہلِ حکمت اور اہلِ تجربہ کی ایسی بشری مہارتیں مطلوب ہیں، جو جہاد کو قریب سے دیکھیں اور کسی بھی خرابی کو بر وقت بھانپ لیں اور مرحلہ وار اس کی اصلاح کریں۔

اہل ایمان کی درمیانی راہ اپنائی جائے، نہ غلو ہو نہ تفریط۔

مجاہدین کے روحانی پہلو پر مکمل توجہ دی جائے؛ عقیدہ، اخلاق اور عبادت، تربیت اور قرآن و سنت کا صحیح فہم۔ کچھ نہ کچھ وقت ضرور مخصوص کیا جائے۔

اختلاف کے اسباب کو پہلے سے دیکھا جائے اور بڑھ جانے سے پہلے اس کا علاج کیا جائے، نہ کہ صرفِ نظر کی جائے، چاہے معمولی اختلاف ہی کیوں نہ ہو۔

[64] ترجمہ: ”یہ اس لیے کہ انھوں نے اللہ اور اس کے رسول سے دشمنی کی ٹھانی، اور جو شخص اللہ سے دشمنی کرتا ہے، تو اللہ بڑا سخت عذاب دینے والا ہے۔“

مجاہدین کو فتویٰ دینے کے اہل افراد پر متحد کیا جائے۔ ہر ایرے غیرے کو دین کے معاملے میں بولنے سے منع کیا جائے۔ غلط فتووں پر بر وقت علانیہ رد کیا جائے، چاہے وہ بڑوں سے ہوں یا چھوٹوں سے۔

مجاہدین کے درمیان عالی اخلاق کو رائج کیا جائے، خاص کر عجز وانکساری، حسنِ ظن، الفت و محبت، ایثار و قربانی، بردباری، بھائی چارگی اور اختلاف کے وقت مناسب رویہ"۔

حرفِ آخر

ان صفحات میں قارئین نے بیسویں صدی کی آخری دہائی میں الجزائر میں پیش آنے والے واقعات اور وہاں برپا ہونے والی جہادی تحریک کے عروج وزوال کی کہانی پڑھ لی ہے۔ ہم نے اسے اس تحریک میں شامل اصحابِ رائے کے قلم وزبان سے بیان کر دیا ہے۔ اگرچہ یہ دنیا کے نقشے میں موجود پچاس سے زائد مسلم ممالک میں سے صرف ایک مسلم ملک کی تاریخ ہے، پھر تاریخ بھی صرف ایک دہائی کی تاریخ ہے، اس میں سے بھی پھر اسلامی دھاروں میں سے خاص جہادی دھارے کی تاریخ ہے، مگر اس میں وہ تمام کردار موجود ہیں جو دنیا کے نقشے میں موجود ہر آزاد مسلم ملک کے کردار ہیں، اور ان صفحات میں وہ آئینہ ہے جس میں ہر کردار اپنے آپ کو دیکھ سکتا ہے، اور وہ کسوٹی ہے جس میں ہر کردار کو پرکھا جا سکتا ہے۔

ان صفحات میں مسلم ملکوں کے حکمران طبقات کی بھی جھلک ہے، جن عالمی ہاتھوں میں اس طبقے کی باگ ڈور ہے، ان کی بھی منظر کشی ہے، مسلم ملکوں کے سیکولر دھاروں کا بھی عکس ہے اور اسلامی بیداری کے دھاروں اور اہلِ دین کی بھی تصویر ہے، اور پھر جہادی دھارے کا تفصیلی تذکرہ ہے۔ یوں ہر ایک طبقے کے لیے، ،اس کے مناسبِ حال، ایک پیغام ہے۔ اگرچہ اس کتاب کا بنیادی موضوع جہادی دھارا ہے، اور مخاطب بھی وہی ہے، لیکن باقی طبقات بھی بالواسطہ داخلِ خطاب ہیں، یہاں تک کہ مسلم ملکوں کی عوام بھی اس میں اپنا کردار تلاش کر سکتی ہے۔

سمجھنے سمجھانے کے لیے کافی مواد اس کتاب میں نظروں سے گزر چکا ہے، اب اس سے آگے بڑھ کر عمل میں تبدیلی لانے کی ضرورت ہے، اور عقل وفہم کے ساتھ اپنے دین ودنیا کی اصلاح کی کوشش کرنے کی استدعاء ہے۔ حاصلِ کلام یہ ہے کہ:

1. مسلم ملکوں کی منزلِ مقصود 'اسلام' سے مضبوط ووالہانہ وابستگی اور اس کی پیروی ہے۔ اسی میں ان کی دنیوی ترقی اور خوشحالی کا راز مضمر ہے۔
2. عالمی بیرونی طاقتوں کا واحد مقصد مسلم ممالک کو اپنا باجگزار بنانا اور رکھنا ہے، اور اس کام کے لیے وہ ہر دم اسلام مخالف طبقات کی پذیرائی کرتے رہتے ہیں، اور چاہتے ہیں کہ یہی طبقہ حکومت میں رہے۔
3. اسلامی دھاروں، دینی جماعتوں کو چاہیے کہ وہ اپنے طریقِ عمل کو متعین کرتے ہوئے بیرونی طاقتوں کے منشور و دساتیر کی بجائے اسلامی حمیت و غیرت اور اسلامی احکام کو حوالہ بنائیں، اور اسی کی میزان میں دنیوی مصالح ومفاسد کا تعین کریں۔
4. علمائے کرام اور اہلِ دین کو چاہیے کہ ان کا ہر عمل نہ صرف اپنے ملک میں غلبہ اسلام کی جدوجہد کو مہمیز دینے والا ہو، بلکہ پوری امت کی حالت کی بہتری کا سبب بنے، اور اہلِ دین کے انتشار کو ہر ممکن روکنے والا اور ان میں وحدت پیدا کرنے والا ہو۔ اور یہ تبھی ہو سکتا ہے جب وہ اس مقتدر طبقے کی خواہشات سے پوری طرح منہ موڑیں جس کی وابستگی اہلِ مغرب سے ظاہر وباہر ہو۔
5. مجاہدین اور ان کی قیادتوں کے لیے تو کیا لکھیں کہ ساری کتاب انھی کے لیے دروس سے بھری ہوئی ہے۔ وہی تو ہیں جن کے کردار و عمل سے سب سے بڑھ کر اسلام اور اس مظلوم امت کا 'مستقبل' وابستہ ہے۔ اگر انھوں نے محاسبہ عمل کی راہ اپنائی، غلطیوں کی اصلاح کی طرف توجہ دی، اپنے ماضی سے سبق سیکھنے کو اپنا شعار بنایا، ہر قسم کے افراط و تفریط سے خود کو بھی بچایا اور اپنے پیروکاروں کو بھی بچایا، اور معتبر علمائے کرام کی آراء کی روشنی میں مصالح ومفاسد کے تعین کی درست کسوٹی کو اپنے پلے باندھا اور ہر قسم کے مسلکی اختلاف کو مٹا کر ایک وحدت میں سب مسلمانوں کو پرونے کی کوشش کی تو ان شاء اللہ کسی ایک مسلم ملک میں نہیں، بلکہ تمام مسلم ممالک میں مستقبل اسلام کا ہے، بلکہ اس سے بھی بڑھ کر دنیا میں مستقبل اسلام کا ہے، اور دنیا کی قیادت مسلمانوں کے ہاتھ میں آئے گی ان شاء اللہ۔
6. اور اگر خدانخواستہ ایسا نہ کیا گیا تو تاریخ اپنے آپ کو دہراتی رہے گی، اور اس سے صرف خود مجاہدین متاثر نہ ہوں گے، بلکہ مسلمانوں کا ہر طبقہ متاثر ہو گا، اور خود غلبہ اسلام کی جدوجہد کو شدید دھچکا لگے گا، والعیاذ

باللہ۔ بار بار تجربات کی گنجائش نہیں ہے۔ پے در پے ناکامی سے بالآخر حوصلے ٹوٹ جاتے ہیں، اور ہمتیں پست ہو جاتی ہیں۔ اور پھر مجاہدین کی ناکامی سے امت میں جہادی بیداری کی جو لہر اٹھی ہے، اس کے سرد پڑنے کا خدشہ ہے، اور اگر امت میں جہادی لہر مضبوط نہ ہو سکی تو غلبہ اسلام کی منزل دور سے دور تر ہوتی جائے گی۔ یہ ایسا بھیانک تصور ہے کہ جس کے خیال کی بھی دلوں میں تاب نہیں۔

ہمیں اولاً اللہ تعالیٰ کی رحمت سے اور ثانیاً شہدائے مجاہدین کے پاکیزہ لہو کی برکت سے امیدِ قوی ہے کہ ایسا نہ ہو گا، بلکہ اب اسلام آگے بڑھے گا، اور کفر واہلِ کفر مغلوب ہوں گے ان شاء اللہ۔

اللہ تعالیٰ ہمیں دین کا صحیح فہم عطا فرمائیں، اور اس کے مطابق درست عمل کی توفیق عطا فرمائیں، آمین۔ اللہ تعالیٰ اسلام اور مسلمانوں کو باعزت کر دیں، اور کفر اور اہلِ کفر اور منافقین کو ذلیل ورسوا فرمائیں، آمین۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين، وصلى الله تعالىٰ على نبينا وسيدنا وحبيبنا محمد وعلى آله وصحبه وأمته وعلينا أجمعين!

ایک تاریخ... ایک سبق

جہادِ الجزائر

”اسلامی معاشروں میں ایک دوسرے کے زمینی تجارب سے لاعلمی ایک بڑا مسئلہ ہے۔ امت کے کتنے نوجوانوں نے جوش میں اپنا وقت ضائع کیا اور اپنی عمریں ناکام تجربوں کو دہرانے میں صرف کر دیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: لا حليم إلا ذو عثرة، ولا حكيم إلا ذو تجربة. [بردبار وہی بنتا ہے جس نے ٹھوکریں کھائی ہوں۔ اور دانائی اسے حاصل ہوتی ہے جس کا تجربہ ہو]“

شیخ عاصم ابو حیان حفظہ اللہ

”نوجوانوں کو چاہیے کہ خود حقیقت معلوم کریں اور اطمینان حاصل کریں۔ یہ ہر ایک کا حق ہے اور فضیلت کی بات ہے۔ لیکن ہر حقدار کو اس کا حق دیں۔ اور شرعی فرض ادا کرنے کے لیے وسوسوں اور مخالفین کی باتوں میں کبھی نہ آئیں۔

کئی لوگ جہالت اور دین سے لاعلمی کے سبب ایسی تمام جہادی جماعتوں کا ساتھ دینے سے رک گئے، جو کفار اور مرتدین کے خلاف لڑتی ہوں، یہ عذر پیش کرتے ہوئے کہ جیسی یہ جماعت تھی، ویسی ہی دوسری ہوں گی۔ حالانکہ ہر مسلمان پر واجب ہے کہ وہ حق کو حق جانے اور اپنے اوپر عائد فرضِ جہاد کو پہچانے، اس پر عمل کرے، پھر صبر کرے اور اللہ سے اجر کی امید رکھے۔ ہر مؤمن یہ جان لے کہ اسے ابتلاء اور امتحان کی خاطر ہی پیدا کیا گیا ہے۔ وہ فقیر اور حقیر غلام کی طرح ہے۔ کل موت نے آنا ہے اور اس کے سامنے کام کے مواقع ختم ہو جانے ہیں۔ پس وہ کوشش کرے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے گروہ اور اس کے اولیاء کی صف میں ہو۔

﴿يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ﴾ [التوبة: ١١٩]“

شیخ عطیۃ اللہ رحمۃ اللہ علیہ

ادارۂ حطین